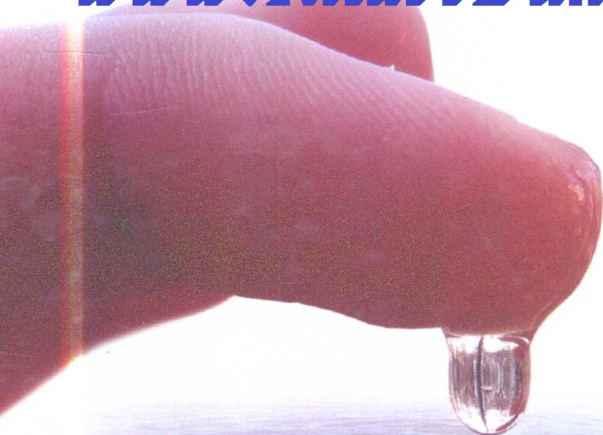


دُنیا اور آخرت کی حقیقت

کتاب و سنت کی روشنی میں

www.KitaboSunnat.com



تالیف: ابو حمزہ عبدالخالق صدیقی

تقریظ: شایب عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

تخریج و اضافہ: حافظ حامد محمود انصاری

انصار السنہ پبلیکیشنز لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب

عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

دُنیا اور آخرت کی حقیقت

کتاب وسنت کی روشنی میں



www.KitaboSunnat.com

تألیف: علامہ محمد صالح المنجد

تخریج و اضافہ: حافظ حامد محمد انصاری

تقریظ: شیخ عبد اللہ ناصر رحماني حفظہ اللہ

انصار السنہ پبلیکیشنز لاہور

اسلامی اکادمی، الفضل مارکیٹ، 17- اردو بازار لاہور 7357587

جملہ حقوق بحق
انصار السنۃ پبلیکیشنز
محفوظ ہیں

نام کتاب: دنیا اور آخرت کی حقیقت
کتاب وینڈر کی روشنی میں

تالیف: ابو حمزہ عبدالخالق صدیقی

تخریج و اضافہ: حافظہ محمد نور انصاری
تقریظ: شیخ عبد اللہ ناصر رحمانی

اہتمام: محمد رمضان محمدی، محمد سلیم جلالی

ناشر: ابو موسیٰ منصور احمد

اسلامی اکادمی، الفضل مارکیٹ، 17- اردو بازار لاہور فون: 042-7357587

Dar-us-Salam

486 ATLANTIC AVE, BROOKLYN, NY 11217

TEL(718) 625-5925 FAX:(718) 625-1511

E-Mail: darussalamny@hotmail.com

Web Site: www.darussalamny.com

فہرست مضامین

9 تقریظ

پہلا حصہ

باب نمبر ۱

19 اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے

باب ۲

22 تخلیق انسانیت کا مقصد

24 تخلیق کا مقصد

باب ۳

27 انسان کی گمراہی کے اسباب

27 انسان کا سب سے بڑا دشمن شیطان

32 گمراہی کا دوسرا سبب، دنیا

34 گمراہی کا تیسرا سبب، خواہشات نفسانی

36 گمراہی کا چوتھا سبب، اللہ کی آیات سے بے پرواہی

40 گمراہی کا پانچواں سبب، گناہ پر اصرار کرنا

43 گمراہی کا چھٹا سبب، انسانی خیالات باطلہ

باب ۴

46 دنیا کیا ہے؟

46 دنیا کی زندگی ایک دھوکہ ہے

50 دنیا ایک آزمائش

54 دنیا مصائب کی گھائی

باب ۵

59 دنیاوی مصائب کا حل

- 59 ----- عقیدہ و توحید مضبوط کرنا
- 66 ----- سنت رسول ﷺ کے ساتھ تمسک
- 67 ----- تقویٰ اختیار کرنا
- 76 ----- اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچانے کی تدبیر

باب ۶

- 84 ----- دنیا کی حیثیت

باب ۷

- 87 ----- دنیا کی زندگی محبوب اور دل پسند
- 88 ----- دنیا میٹھی اور سرسبز ہے

باب ۸

- 90 ----- دنیا سے محبت اور موت سے نفرت

باب ۹

- 92 ----- طالب دنیا کا انجام
- 94 ----- دنیا کے بندے کے لیے ہلاکت
- 94 ----- مال اور اولاد صرف دنیاوی زندگی کی زینت ہیں

باب ۱۰

- 96 ----- دنیا میں منہک نہ ہو جاؤ، بلکہ اس سے بے نیازی برتو
- 97 ----- مال و جاہ کی محبت انسان کے دین میں تباہی مچاتی ہے
- 97 ----- زینت دنیا سے فریب کھانے کی ممانعت

باب ۱۱

- 99 ----- ثواب دنیا
- 100 ----- دنیا و آخرت کی بھلائی مانگنا

101 ----- دعا

101 ----- فضیلت

باب ۱۲

102 ----- انبیاء علیہم السلام اور دنیا

102 ----- سیدنا ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام اور دنیا

102 ----- سیدنا سلیمان علیہ السلام اور دنیا

103 ----- سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا ایک ناصحانہ ارشاد

باب ۱۳

104 ----- رسول اللہ ﷺ کی دنیا سے بے نیازی

باب ۴

109 ----- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں دنیا کی حیثیت

باب ۱۵

114 ----- سلف صالحین رحمہ اللہ کی نظر میں دنیا کی حیثیت

114 ----- سیدنا القمان علیہ السلام کا قول

114 ----- امام ابو حازم رحمہ اللہ کا قول

114 ----- امام فضیل رحمہ اللہ کا قول

114 ----- سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا قول

115 ----- امام مالک بن دینار رحمہ اللہ کا قول

115 ----- امام بشر رحمہ اللہ کا قول

115 ----- امام ابوسلمان رحمہ اللہ کا قول

115 ----- امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا قول

116 ----- امام وہب بن منہ رحمہ اللہ کا قول

116 ----- امام یحییٰ بن معاذ الرازی رحمہ اللہ کا قول

116 امام ہندار رحمہ اللہ کا قول

دوسرا حصہ

باب نمبر ۱

119 موت کو یاد رکھنا

121 زیارت قبور کی مسنون دُعا

باب ۲

126 موت کی تیاری

باب ۳

126 انسان کیلئے موت کی حقیقت

126 انسان ہر لمحہ موت کے شکنجے میں

باب ۴

129 موت کی سختی

باب ۵

132 کافر اور نافرمان آدمی کا موت کے بعد حشر

باب ۶

139 مومن کی موت

باب ۷

143 مومن کی موت کے بعد کے مراحل

باب ۸

150 موت سے پہلے ایمان لانا

باب ۹

155 ----- بے ایمان لوگوں کے بہانے

باب ۱۰

158 ----- کافر یا برے آدمی کیلئے موت کی سختی

باب ۱۱

161 ----- انبیاء علیہم السلام اور موت

161 ----- سیدنا آدم علیہ السلام اور موت

162 ----- سیدنا یعقوب علیہ السلام اور موت

163 ----- سیدنا سلیمان علیہ السلام

163 ----- خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام اور موت

166 ----- سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نبی کریم ﷺ کی وفات پر اظہارِ غم

167 ----- سیدنا ابوبکر صدیق علیہ السلام کا نبی ﷺ کی وفات پر اظہارِ غم

باب ۱۲

169 ----- سلف صالحین رحمہم اللہ اور سکرۃ الموت

169 ----- امام مالک رحمہ اللہ اور موت

169 ----- امام ابو حازم رحمہ اللہ اور موت

170 ----- جناب عامر بن عبد اللہ رحمہ اللہ اور موت

170 ----- امام ابو زرہ رازی رحمہ اللہ اور موت

171 ----- معز الدولہ اور موت

171 ----- سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور موت

171 ----- سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ اور موت

باب ۱۳

172 ----- فکرِ آخرت

176 ----- سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور فکرِ آخرت

176 ----- سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور فکرِ آخرت

باب ۱۴

179 ----- آخرت کے مراحل

179 ----- عذابِ قبر

182 ----- عذابِ قبر سے پناہ چاہنا

183 ----- حیات بعد الموت

186 ----- صور کا بیان

190 ----- حشر کا میدان

193 ----- حوضِ کوثر

195 ----- حساب، کتاب

205 ----- پلِ صراط

206 ----- شفاعتِ کبریٰ

207 ----- اللہ کے اذان سے شفاعتیں

208 ----- جنت اور جہنم

215 ----- دیدارِ الہی

☆.....☆.....☆

تقریظ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَنَحْمَدُهُ ، وَنَسْتَعِينُهُ ، وَنَسْتَغْفِرُهُ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ
شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ ،
وَمَنْ يُّضِلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ ، وَاشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا
شَرِيْكَ لَهُ ، وَاشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ .

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ
مُسْلِمُونَ﴾ (آل عمران: ۱۰۲)

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ
مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي
تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ (النساء: ۱)
﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا﴾ (يُصْلِحْ لَكُمْ
أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ فَازَ
فَوْزًا عَظِيمًا﴾ (الاحزاب: ۷۰-۷۱)

فَإِنْ أَصْدَقَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ ، وَأَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ
وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا ، وَكُلُّ مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٍ ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ،
وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ .

یہ کتاب بنام ”دنیا کی حقیقت اور آخرت کے مراحل“ جو چھپ کر آپ کے ہاتھوں میں
پہنچی ہے۔ ادارہ انصار السنہ پہلی کیشنز کے مدیر اور ہمارے انتہائی قریبی دوست ابو حمزہ عبدالحق
صدیقی حفظہ اللہ کی تالیف لطیف ہے۔

اور درحقیقت ”کتاب الزہد“ یعنی دنیا سے بے رغبتی اور فکرِ آخرت سے متعلق ہے جیسا
کہ کتاب کے نام سے عیاں ہے، غفلت اور سمجھار وہی شخص ہے جو آخرت کی فکر رکھتا ہو، اس

کے لیے حقیقی کوشش کرے، اور ساتھ ساتھ ایمان کی عظیم دولت سے مالا مال بھی ہو، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ۝﴾ (بنی اسرائیل: ۱۹)

”اور جو آخرت چاہتا ہے، اور اس کے لیے اس جیسی کوشش کرتا ہے، اس حالت میں کہ وہ مؤمن ہوتا ہے، تو ان کی کوششوں کا انہیں پورا بدلہ چکایا جائے گا۔“

مذکورہ بالا آیت کریمہ آخرت کی کامیابی کا پروگرام پیش کر رہی ہے، جو کہ تین عظیم نقطوں پر منحصر ہے، ان میں سے پہلا عظیم نقطہ ارادہ آخرت ہے، جو کہ جنت کے حصول اور جہنم و قبر کے عذاب سے چھٹکارا حاصل کرنے سے عبارت ہے، فرمایا: ﴿وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ...﴾ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ حدیث میں آتا ہے: ”روزِ قیامت لوگوں میں سے سب سے بدترین اور شقی انسان کو لایا جائے گا، اور اسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا، ”هَلْ ذُقْتَ مِنْ بُوسٍ قَطُّ“ ”کبھی تو نے کوئی مصیبت اور تکلیف بھی دیکھی، تو وہ صاف انکار کر دے گا۔“

اور ایسے ہی نعمتوں میں زندگی گزارنے والے کو لایا جائے گا، اور اسے جہنم کا ایک چکر لگوا دیا جائے گا، اور پھر اس سے پوچھا جائے گا، ”هَلْ ذُقْتَ مِنْ نَعِيمٍ قَطُّ“ ”کبھی تو نے دنیا میں کوئی نعمت بھی دیکھی تھی۔ تو باوجود اس کے کہ اس نے دنیا کی زندگی نعمتوں میں گزاری تھی، صاف صاف انکار کر دے گا۔“ ❶

مذکورہ بالا حدیث نبوی سے دنیا کی فانی زندگی اور آخرت کی لازوال زندگی میں واضح فرق معلوم ہوتا ہے۔ جہاں تک دنیاوی زندگی کا تعلق ہے، تو اللہ تعالیٰ کی رحمت و مہربانی اس کے تمام بندوں کو شامل ہے، چاہے وہ مؤمن ہوں یا کافر، وہ دونوں قسم کے لوگوں کو زندگی کے آخری لمحہ تک روزی پہنچاتا ہے۔ البتہ موت کے بعد دونوں کے احوال مختلف ہو جائیں گے، جس کا مقصد حیات صرف دنیا طلبی ہوگا، اُسے جہنم کی طرف ہانک کر لے جایا جائے گا، اور جو

❶ صحیح مسلم، کتاب صفة الجنة و نعيمها.

آخرت کا طلبگار ہوگا اسے جنت میں جگہ ملے گی، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا ۝۱۸ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ۝۱۹﴾

(الاسراء: ۱۸-۱۹)

”جو کوئی دنیا چاہتا ہے، تو ہم ان میں سے جس کو جتنا چاہتے ہیں اس دنیا میں سے دے دیتے ہیں، پھر اس کا ٹھکانا جہنم مقرر کر دیتے ہیں، جس میں وہ ذلیل و رسوا ہو کر داخل ہوگا۔ اور جو کوئی آخرت چاہتا ہے، اور اسی کے لیے اس جیسی کوشش کرتا ہے، اس حالت میں کہ وہ مومن ہوتا ہے، تو ان کی کوشش کا انہیں پورا بدلہ چکایا جائے گا۔“

جہنم کا تعارف بھی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ بڑی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے، تبھی تو انسان اس سے بچ سکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے جہنم کا تعارف کروانے کے بعد فرمایا کہ تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ارشاد فرمایا:

﴿هَٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ ۝۳۷ يَطُوفُونَ فِيهَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَوْضٍ ۝۳۸ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۳۹﴾ (الرحمن: ۴۳-۴۵)

”یہی وہ جہنم ہے جسے مجرمین جھٹلاتے تھے، وہ اس جہنم اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان گردش کھاتے رہیں گے، پس اے انسانو اور جنو! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔“

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ”ان“ جہنم کی ایک ایسی وادی ہے جس میں اہل جہنم کا خون اور پیپ جمع ہوتی ہے، جہنمی اس وادی میں غوطہ لگائیں گے۔ جہنم کے خوفناک مناظر یقیناً انسانوں کو دعوت ایمان و عمل اور دعوت فکر آخرت دیتے ہیں۔ اسی لیے کہا گیا کہ: ”اے جن و انس! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے؟“

دنیا سے تعلق واجبی حد تک رہنا چاہیے، اور انسان حرام مت کھائے، سیدنا آدم علیہ السلام نے

شجرہ ممنوعہ سے صرف ایک دانہ کھایا تھا تو اس نافرمانی کا انجام فوراً ہی ان کے سامنے آ گیا کہ ان کے لباس ان کے جسموں سے الگ ہو گئے، اور انہیں اپنی شرمگاہیں نظر آنے لگیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفْنَ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۖ﴾ (الأعراف: ۲۲)

”پس جب دونوں نے اس درخت کو چکھا تو ان کی شرمگاہیں دکھائی دینے لگیں، اور دونوں اپنے جسم پر جنت کے پتے چسپاں کرنے لگے۔“

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ)) ❶

”جو گوشت حرام مال سے پرورش پا کر پلا ہو کبھی بھی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔“

معلوم ہوا کہ حرام معیشت ارادہ آخرت کے سراسر منافی ہے۔

دوسرا عظیم نقطہ ﴿وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيُهَا﴾ یعنی ارادہ آخرت کی حقیقی کوشش ہے، اور یہی

کوشش اور سعی مشکور ہوگی۔ وگرنہ سعی معکوس، مردود اور عبث ہے۔

حقیقی کوشش اطاعت رسول ﷺ سے عبارت ہے۔

﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾ (الأحزاب: ۷۱)

”اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، وہ یقیناً بڑی کامیابی سے

سرفراز ہوگا۔“

جو انسان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا، اوامر کو بجالائے گا، اور

نواہی سے گریز کرے گا، اسے ہر خوف سے نجات ملے گی، اور اس کی ہر تمنا پوری ہوگی، جہنم

سے نجات ملے گی اور جنت اس کی ابدی منزل ہوگی۔ اور ﴿فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾ ❷

سے یہی مراد ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَىٰ ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ ، وَمَنْ

❶ سنن دارمی: ۳۱۸/۲۔ طبرانی کبیر: ۱۴۱/۱۹۔ باسناد صحیح۔

يَا بَنِي آدَمَ! قَالُوا: مَنْ اطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى. ((❶

”میری ساری امت جنت میں جائے گی سوائے ان کے جنہوں نے انکار کیا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! انکار کون کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو میری اطاعت کرے گا، وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جو میری نافرمانی کرے گا، اس نے انکار کیا۔“

اس جنت کا انکار کرتا ہے جس کے متعلق فرمایا:

((أَعَدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ، وَاقْرَأُوا إِن شِئْتُمْ.))

”میں نے اپنے نیکو کار بندوں کے لیے جنت میں نعمتیں تیار کر رکھی ہیں، جن کو کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، اور کسی کان نے سنا نہیں اور کسی بشر کے دل میں اس کی خوبصورتی کا تصور بھی نہیں۔“

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم چاہو تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تلاوت کر لو۔

﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ﴾ (السجدة: ۱۷)

”پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کے نیک اعمال کے بدلے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی کون سی نعمتیں چھپا کر رکھی گئی ہیں۔“ ❷

اور جن لوگوں کی کوششیں معکوس ہو گئیں، روز قیامت دنیاوی زندگی کی تمام کوششیں رایگاں ہو جائیں گی، ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۖ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا﴾ ❸

(الکھف: ۱۰۳، ۱۰۴)

❶ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، رقم: ۷۲۸۰.

❷ مسند احمد: ۴۳۸/۲۔ شرح السنة، للبعوی، رقم: ۲۶۱۲۔ ابن حبان نے اس کو ”صحیح“ کہا ہے،

صحیح ابن حبان، رقم: ۴۶۲۲.

”آپ کہیے، کیا ہم تمہیں خبر دیں کہ (اس دن) اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ گھائے میں کون ہوگا۔ جن کی دیناوی زندگی کے لیے کوششیں ضائع ہو گئیں، اور وہ سمجھتے رہے کہ بہت اچھا کام کر رہے تھے۔“

بدعتی کے لیے لمحہ فکریہ ہے جو کہ خوش فہمی میں بدعات کرتا رہتا ہے اور کبھی توبہ نہیں کرتا، اور نہ ہی اس کو توبہ کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔

((اَلْبِدْعَةُ اَحَبُّ اِلَى ابْلِيسَ مِنَ الْمَعْصِيَةِ ، لِاَنَّ الْمَعْصِيَةَ يُتَابُ مِنْهَا ، وَالْبِدْعَةُ لَا يُتَابُ مِنْهَا .)) ❶

”بدعت ابلیس کو بہ نسبت برائی کے زیادہ محبوب ہے، کیونکہ عاصی اور گنہگار کو توبہ کی توفیق مل جاتی ہے، جبکہ بدعتی کو نہیں ملتی۔“

کیونکہ گنہگار کا دل مطمئن نہیں ہوتا، بشری تقاضے کے مطابق اس سے غلطی سرزد ہو جاتی ہے، اور جب اللہ توفیق دے دیتا ہے وہ اس سے رجوع کر لیتا ہے۔ اور بدعتی خوش فہمی میں مبتلا ہوتا ہے، وہ اپنے فہم کے مطابق نیکی کا کام سرانجام دے رہا ہوتا ہے، وہ اسے گناہ تصور ہی نہیں کرتا، اور نہ ہی اس سے توبہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سنت کا اہتمام کرنے کی توفیق دے اور بدعات کے ارتکاب سے بچائے۔ اہل بدعت کے ساتھ بیٹھنا بھی بڑا خطرناک ہے، ان کی مجالس کا اثر انسان پر ہو جاتا ہے، اس لئے علماء سلف اہل بدعت کے ساتھ مجالس کو ممنوع قرار دیتے تھے، چنانچہ امام ابو جعفر محمد بن علی فرماتے تھے:

((لَا تُجَالِسُوا اَصْحَابَ الْاَهْوَاءِ ، وَلَا تُجَادِلُوهُمْ ، وَلَا تَسْمَعُوا مِنْهُمْ .)) ❷

”اہل بدعت کی مجلس اختیار نہ کرو، ان سے بحث مباحثہ سے بھی اجتناب کرو، اور ان کی بات مت سنو۔“

سلف کا طریقہ تھا کہ وہ ایسے شخص سے علم حاصل کرتے جو سنت کے مطابق نماز پڑھتا، اور اس کی شکل و صورت بھی سنت نبوی ﷺ کے مطابق ہوتی۔

((كَانُوا إِذَا اتَّوَا الرَّجُلَ لِيَأْخُذُوا عَنْهُ نَظَرُوا إِلَى صَلَاتِهِ وَإِلَى سُنَّتِهِ وَإِلَى هِيَئَتِهِ ثُمَّ يَأْخُذُونَ عَنْهُ.)) ❶

”تیسرا عظیم نقطہ ”وہو مؤمن“ کہ وہ حالتِ ایمان میں ہو۔“

آخرت کی کامیابی اور جنت میں اعلیٰ مقام حاصل کرنے کا بنیادی عمل ایمان باللہ ہے، نیز اس کے تقاضے بھی پورے کئے جائیں، شرک سے دوری اختیار کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَقْعَدَ مَذْمُومًا مَفْضُولًا ۝۲۳﴾

(الاسراء: ۲۲)

”اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو شریک نہ بنائیے، ورنہ آپ رسوا اور بے یار و مددگار ہو کر رہ جائیں گے۔“

جو شخص عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیروں کو شریک کرتا ہے، وہ اس کا بدترین بندہ ہوتا ہے، اور وہ اسے انہی جھوٹے معبودوں کے سپرد کر دیتا ہے، اور اس کی نصرت و تائید سے اپنا ہاتھ کھینچ لیتا ہے، اللہ عز و جل نے ارشاد فرمایا:

﴿وَأَن يَخْذُلَكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهِ﴾

(آل عمران: ۱۶۰)

”اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے۔“

ایمان کیا ہے؟ اس کا جواب حدیث جبرائیل میں موجود ہے، سیدنا جبرائیل علیہ السلام کے سوال کرنے پر رسول اللہ ﷺ نے بتلایا:

((أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ.)) ❷

”ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ، اس کے فرستوں، اس کی کتابوں، روزِ آخرت پر

ایمان لائے اور ساتھ ساتھ اچھی اور بری تقدیر پر بھی ایمان رکھے۔“

اگر عقیدہ صحیح نہ ہو تو روزِ قیامت اس منظر کا سامنا کرنا پڑے گا، جسے رسول اللہ ﷺ

❶ مسن دارمی، المنعمہ، رقم: ۴۱۹، ۴۲۰۔ ❷ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۹۳، ۹۴۔

نے اپنی حدیث مبارکہ میں بیان فرمایا، جسے امام ترمذی نے اپنی ”سنن“ میں روایت کیا ہے:

((تَخْرُجُ عَنْكَ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهَا عَيْنَانِ تُبْصِرَانِ وَأُذُنَانِ تَسْمَعَانِ وَلِسَانٌ يَنْطِقُ ، يَقُولُ: إِنِّي وَكَلْتُ بِشَلَاثَةٍ: بِكُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ، وَبِكُلِّ مَنْ دَعَا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ ، وَبِالْمُصَوِّرِينَ .)) ❶

”روزِ قیامت جہنم سے ایک گردن نمودار ہوگی، اس کی دو آنکھیں ہوں گی، جن سے دیکھتی ہوگی، دوکان ہوں گے جن کے ذریعے سننے کی اور زبان ہوگی کہ جن سے کلام کرے گی کہ میں تین قسم کے لوگوں کو جہنم میں پھینکنے پر مامور ہوں۔ (۱) ہر سرکشی کرنے والے متکبر کو، (۲) ہر اس مشرک کو جو اللہ کے ساتھ دوسرے کو شریک ٹھہراتا ہے، (۳) اور مصوروں کو۔“

پس آخرت کی فکر کرو، اس کے لیے حقیقی کوشش کرو اور عقائد کو درست کرو تا کہ آوازہ آجائے۔

﴿فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُورًا﴾ ❷ (بنی اسرائیل: ۱۹)

کتاب ہذا میں انہی چیزوں پر بحث کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے میرے انتہائی قابل احترام بھائی حافظ حامد محمود الحضری حفظہ اللہ کو، جنہوں نے احادیث کی علمی تخریج، اضافہ جات اور پروف ریڈینگ کا کام احسن طریقے سے سرانجام دیا، جس سے کتاب کی افادیت دوچند ہوگئی۔ آخر میں اللہ رب العزت سے دعا گو ہوں کہ وہ اس عمل کو روزِ قیامت ان کے میزانِ حسنات میں کر دے، اس میں اگر کوئی بھلائی ہے تو اللہ کی طرف سے ہے، اور اگر کوئی برائی ہے تو اور شیطان کی طرف سے ہے، اللہ اس سعی کو قبولِ عام بخشے۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم .

وکتبہ

عبداللہ ناصر رحمانی

سرپرست، انصار السنۃ پبلی کیشنز۔ لاہور

پہلا حصہ

باب نمبر 1

اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے

عمل کسی کام کے کرنے کو کہتے ہیں۔ اور انسان اس دنیا میں جو بھی عمل کرتا ہے، وہ کسی نہ کسی نیت پر مشتمل ہوتا ہے، یا تو اس عمل کی نیت خیر کی ہوتی ہے یا شر کی، اگر وہ نیت رضائے الہی کے حصول کی کرتا ہے تو وہ خیر کی نیت ہے۔ اگر وہ نیت رضائے الہی سے ہٹ کر ہے تو وہ نیت شر کی ہے، اور اس نیت کی بناء پر عمل کرنے والے کا عمل کسی کام کا نہیں۔ اور وہ عمل اللہ کے ہاں مقبول نہیں ہوتا۔ خواہ کتنا ہی عظیم عمل کیوں نہ ہو، اور عمل کرنے والا بھی کتنا ہی عظیم شخص کیوں نہ ہو۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ . وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ .)) ❶

”میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا: اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے، ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی، لہذا جس شخص نے دنیا حاصل کرنے کے لیے ہجرت کی اسے دنیا ملے گی اور جس نے کسی عورت سے نکاح کے لیے ہجرت کی اس کو عورت ہی ملے گی۔“

بعض روایات میں اس حدیث کا شان و رد بیان ہوا ہے کہ ایک شخص نے اُم قیس نامی عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا، اس نے اس وقت تک نکاح کرنے سے انکار کر دیا، جب تک وہ ہجرت نہ کرے۔ چنانچہ اس نے اس شرط کی وجہ سے ہجرت کر لی اور وہاں جا کر دونوں کا باہم

❶ صحیح بخاری، کتاب بدء الوحي، رقم : ۱.

نکاح ہوگا، چنانچہ صحابہ میں اس کا نام ہی مہاجر اُم قیس مشہور ہو گیا۔ اس حدیث کی بنیاد پر اہل علم کا اتفاق ہے کہ اعمال میں نیت ضروری ہے، اور نیت کے مطابق ہی اجر ملے گا۔

یعنی ہر نیک عمل میں صرف رضائے الہی مد نظر ہو۔ اگر کسی نیک عمل میں اخلاص کی بجائے کسی اور جذبے کی آمیزش ہو جائے گی تو عند اللہ وہ عمل مقبول نہیں ہوگا۔

جہاد جیسا نیک عمل، اگر اس عمل میں بھی نیت خالص نہیں تو ایسا عظیم عمل بھی اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں۔ جیسا کہ سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((سَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الرَّجُلِ يُقَاتِلُ شُجَاعَةً وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً وَيُقَاتِلُ رِيَاءً فَأَيُّ ذَلِكَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ قَالَ: مَنْ قَاتَلَ لِيَتَكُونَ كَلِمَةً لِلَّهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ.)) ❶

”رسول کریم ﷺ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو بہادری دکھانے کی خاطر لڑتا ہے، اور جو شخص عصیت اور غیرت کی خاطر لڑتا ہے، اور جو شخص دکھلاوے اور ریاکاری کے لیے لڑتا ہے، ان میں سے کون ہے جو اللہ کے راستے میں لڑ رہا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جو اس لیے لڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو، پس وہ اللہ کے راستے میں لڑتا ہے۔“

اسی طرح جو شخص دکھلاوے کے لیے اور شہرت کے لیے عمل کرتا ہے کہ لوگ اسے سخی اور نیک کہیں اور اللہ کی رضا کے لیے عمل نہیں کرتا۔ کسی سے محبت کرتا ہے تو دنیاوی غرض کے لیے، نماز پڑھتا ہے تو دنیاوی غرض کے لیے، صدقہ خیرات کرتا ہے، حج کرتا ہے، نوافل پڑھتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان سب نیک کاموں میں نیت خالص نہیں تو وہ عند اللہ ذلیل و رسوا ہوگا۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سَمِعَ سَمِعَ اللَّهُ بِهِ ، وَمَنْ يَرَأَى يَرَأَى اللَّهُ بِهِ.)) ❷

❶ صحیح بخاری، کتاب التَّوْحِيدِ، باب قَوْلُهُ: ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا﴾ رقم: ۷۴۵۸.

❷ صحیح بخاری، کتاب الرِّقَاقِ، باب الرِّبَاءِ وَالسَّعَةِ، رقم: ۶۴۹۹.

”جو شخص دکھلا دیا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا دکھلا دیا کرتا ہے (اس دکھلا دینے کی وجہ

سے رسوا کرتا ہے) اور جو شخص ریاہ کاری کے لیے عمل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی

ریا کاری کرتا ہے، (یعنی اس ریاہ کاری کی بدولت اسے رسوا کرتا ہے)“

یہ تو دنیا کا معاملہ تھا حتیٰ کہ جب قیامت والے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کو دوبارہ زندہ کرے گا

تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ انہیں ان کی نیتوں کے مطابق اُٹھائے گا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے

ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا يُبْعَثُ النَّاسُ عَلَىٰ نِيَّاتِهِمْ)) ❶

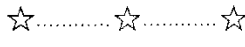
”(قیامت کے روز) لوگ اپنی اپنی نیتوں کے مطابق اُٹھائے جائیں گے۔“

تاہم دلوں کا حال چونکہ صرف اللہ رب العزت ہی جانتا ہے، اس لیے اعمال کی اصل

حقیقت روزِ قیامت ہی واضح ہوگی جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اچھا یا بُرا بدلہ ملے گا، دنیا میں

انسان کے ساتھ اس کے ظاہری اعمال کے مطابق ہی معاملہ کیا جائے گا اور اس کی باطنی

کیفیت کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے گا۔



❶ سنن ابن ماجہ، باب النیۃ، رقم : ۴۲۲۹۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

باب نمبر 2

تخلیق انسانیت کا مقصد

انسان کی تخلیق کیسے ہوئی، یہ کیسے عدم سے وجود میں آیا، اس کے لیے ہم اللہ تعالیٰ کے فرامین کو دیکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۝۱﴾ (النساء: ۱)

”اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں، اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناٹے توڑنے سے بھی بچو۔ بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے سب سے پہلے سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، اور پھر سیدنا آدم علیہ السلام میں سے ان کی بیوی حواء علیہا السلام کو پیدا فرمایا۔ اور پھر ان دونوں کے ملاپ سے انسانی نسل کو بڑھایا۔ سیدنا آدم علیہ السلام کو کس چیز سے پیدا کیا ہے؟ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ صَلٰٰصٰلٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ۝۲۸﴾ (الحجر: ۲۸)

”اور جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں انسان کو خمیر کی ہوئی کھٹکھٹائی ہوئی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں۔“

معلوم ہوا کہ انسان کی اصل تخلیق مٹی سے ہے، اور انسان کو پیدا کرنے والا اللہ ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ تخلیق سے پہلے انسان نہ تو بندر تھا اور نہ ہی کیڑا تھا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔

یعنی اس نے سب سے پہلے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا ہے، پھر باقی انسان کو ماں اور باپ کی مٹی سے پیدا کیا۔ باپ کا نطفہ ماں کے پیٹ میں پہنچایا، اسے پہلے ”جامد خون“ بنا دیا، پھر اسے ایک لوتھڑا بنا دیا اور وہ لوتھڑا کبھی تو اللہ کی مرضی سے بچے کی شکل اختیار کر لیتا ہے، اور کبھی اس میں جان نہیں پڑتی اور رحم سے ساقط ہو جاتا ہے۔ اور اللہ ایسا اس لیے کرتا ہے تاکہ انسان اس کی قدرت، علم اور حسن تدبیر پر ایمان لے آئے۔ اس کی عظمت کا اعتراف کرے، اس سے محبت کرے اور اس کی بندگی کرے۔ پھر جو لوتھڑا بچے کی شکل اختیار کر لیتا ہے وہ ایک مدت معینہ تک رحم میں رہنے کے بعد پیدا ہوتا ہے تو نہایت ہی کمزور بچہ ہوتا ہے، پھر بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ بھرپور جوان ہو جاتا ہے۔ اور کوئی بچہ بلوغت سے پہلے ہی مر جاتا ہے، اس لیے کہ حکمت الہیہ کا یہی تقاضا ہوتا ہے۔ اور کچھ لوگ لمبی عمر پاتے ہیں یہاں تک کہ کھوسٹ ہو جاتے ہیں، اور عقل و ہوش کھو بیٹھتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُّخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشَدَّكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُتَوَفَّىٰ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا وَتَرَىٰ الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ رَوْحٍ يَخْرِجُ ۝٥﴾

(الحج: ۵)

”اے لوگو! اگر تمہیں دوبارہ زندہ کیے جانے کے بارے میں شبہ ہے، تو کیوں نہیں

سوچتے کہ ہم نے تمہیں (پہلی بار) مٹی سے پیدا کیا تھا، پھر نطفہ سے پیدا کیا، پھر منجمد خون سے، پھر گوشت کے ٹوٹھڑے سے، جو کبھی مکمل شکل و صورت کا ہوتا ہے، اور کبھی ناقص شکل و صورت کا، تاکہ ہم تمہارے لیے اپنی قدرت کا مظاہرہ کریں، اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقرر وقت تک رحم میں ٹھہرائے رکھتے ہیں، پھر تمہیں بچے کی شکل میں باہر نکالتے ہیں، تاکہ تم اپنی بھرپور جوانی کو پہنچ جاؤ، اور تم میں سے بعض (اس کے بعد) وفات پا جاتا ہے، اور تم میں سے بعض بدترین عمر تک پہنچا دیا جاتا ہے، تاکہ سب کچھ جاننے کے بعد پھر ایسا ہو جائے کہ وہ کچھ بھی نہ جانے۔ اور آپ زمین کو خشک دیکھتے ہیں، پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو اس میں حرکت پیدا ہوتی ہے، اور اوپر کی طرف ابھرتی ہے، اور ہر قسم کے خوبصورت پودے پیدا کرتی ہے۔“

تخلیق کا مقصد:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو کس مقصد کے لیے پیدا فرمایا ہے؟ کیا اس کی تخلیق کا مقصد دن رات دنیا حاصل کرنے کے لیے صرف کر دینا ہے؟ دنیاوی مال و متاع اور دنیاوی خواہشات ہیں یا کچھ اور، تو اللہ تعالیٰ کا اس سلسلے میں ارشاد ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ⑤﴾ (الذاریات: ۵۶)

”میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری

عبادت کریں۔“

اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا ہے کہ اصل انسانیت، تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے، لیکن آج اگر ہم اپنا محاسبہ کریں تو ہم اس مقصد سے بہت دور ہیں۔ مزید اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لِّهَا لِيَتَبَلَّوْهُمُ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ⑥

وَأِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا ⑦﴾ (الکہف: ۷-۸)

مزید برآں فرمان الہی ہے:

﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾

(الملک: ۲)

” (اللہ) جس نے موت اور زندگی کو اس لئے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے۔“

انسان کی زندگی ایک آزمائش ہے، اگر تو انسان اپنے اصل مقصد کو سامنے رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اسے کامیابی کے راستے عطا فرمائے گا، اور اگر اصل مقصد کو بھول جائے تو پھر جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ روئے زمین پر جو کچھ ہے، انسان حیوان، مال و دولت، عزت، بلندی سب کچھ اس کے لیے آزمائش ہے، تاکہ اللہ کے فرمانبردار اور نافرمان میں فرق ہو جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ ۖ نَبْتَلِيهِ فَبِعَلْنَهُ سَمِيعًا
بَصِيرًا ۝ إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ۝﴾

(الدهر: ٢-٣)

”بے شک ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے امتحان کے لیے پیدا فرمایا، اور اس کو سننے والا اور دیکھنے والا بنایا، ہم نے اس کو راہ دکھائی اب خواہ وہ شکر گزار ہے خواہ ناشکر۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مزید فرمادیا ہے کہ ہم نے انسان کو راستہ بھی دکھا دیا ہے کہ وہ کون سے راستے پر چلے گا تو کامیاب ہوگا، اور کس راستے پر چلنے سے ناکام ہوگا۔ اور اب یہ

انسان کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ خواہ فرمانبرداری کرتا ہو اسیدھے راستے پر چلے، خواہ نافرمان بن کر گمراہی والے راستے پر چلے، تو انسان کی تخلیق کا اصل مقصد عبادتِ الہی ہے نہ کہ دنیاوی خواہشات پرستی و دولت پرستی، خود نمائی و بڑائی، بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ ہمیں اپنے شکرگزار بندوں میں شامل فرمائے (آمین)



باب نمبر 3

انسان کی گمراہی کے اسباب

انسان کا سب سے بڑا دشمن شیطان:

جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا (یعنی سیدنا آدم علیہ السلام کو) تو اسی وقت سے اس کا دشمن شیطان بھی اس کو گمراہ کرنے کی کوشش میں لگن ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شیطان اعلان کرتا ہے:

﴿ قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَزِيدَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَا أُخَوِّتَهُمْ أَجْمَعِينَ ٢٣﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿٢٤﴾ قَالَ هَذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ﴿٢٥﴾ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنْ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ ﴿٢٦﴾ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٢٧﴾﴾

(الحجر: ٩: ٤٣)

”(شیطان نے) کہا: اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، مجھے بھی قسم ہے کہ میں بھی زمین میں ان کے لیے (گناہوں کو) مزین کروں گا، اور ان سب کو بہکاؤں گا بھی۔ بجز تیرے ان بندوں کے جو منتخب کر لیے گئے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ ہاں یہی مجھ تک پہنچنے کی سیدھی راہ ہے۔ میرے بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں۔ لیکن ہاں جو گمراہ لوگ تیری پیروی کریں گے۔ یقیناً ان سب کے وعدے کی جگہ جہنم ہے۔“

جب اللہ تعالیٰ نے شیطان سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو، تو اس نے انکار کر دیا، تو اس وقت اس نے اللہ تعالیٰ پر الزام لگایا تھا کہ اے اللہ! تو نے مجھے (آدم کے ذریعہ سے) گمراہ کیا تھا۔

اس نے گمراہی کا الزام اللہ تعالیٰ پر لگا دیا تھا، اور پھر اس نے قسم کھا کر کہا کہ میں تیری ساری مخلوق کو گمراہ کروں گا۔ یہاں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ شیطان کسی کو زبردستی ہاتھ پکڑ کر غلط راستے کی طرف نہیں لاتا، بلکہ اس کے دل میں خیالات پیدا کرتا ہے تو کمزور ایمان والا انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔ اور شیطان کو قطعی طور پر کوئی طاقت حاصل نہیں ہے کہ وہ انسان کو زبردستی گمراہ کرے اور شیطان کو اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتا دیا کہ جو تیری پیروی کریں گے جو تیرا ٹھکانہ ہوگا، ان کا ٹھکانہ بھی وہی بنادوں گا۔ اس مذکورہ بالا آیت میں شیطان مردود نے کہا تھا:

”کہ میں ان کے لیے زمین میں (گناہوں کو) مزین کروں گا اور ان سب کو گمراہ کروں گا۔“

اور شیطان اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو گیا ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْخَرْبِ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ النَّهَايِ ۝۱۴﴾

(آل عمران: ۱۴)

”مرغوب چیزوں کی محبت لوگوں کے دلوں میں مزین کر دی گئی ہے، جیسے عورتیں، اور بیٹے، اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے، اور نشان دار گھوڑے، اور چوپائے اور کھیتی، یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے، اور لوٹنے کا اچھا ٹھکانہ تو اللہ ہی کے پاس ہے۔“

شیطان کے پاس انسان کو گمراہ کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ یہی چیزیں ہیں، اور ان میں سے سب سے زیادہ گمراہی کا سبب مال و دولت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَةُ الصَّالِحَةُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا ۝۱۵﴾ (الکہف: ۱۵)

”مال و دولت اور اولاد تو دنیا کی ہی زینت ہے، اور (ہاں) البتہ باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے نزدیک از روئے ثواب اور (آئندہ کی) اچھی توقع کے بہت بہتر ہیں۔“

اس آیت کریمہ کی وضاحت اس حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے:

((عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ أَبِيهِ: أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَقُولُ: **﴿الْهَكُمُ التَّكَاثُرُ﴾** قَالَ: يَقُولُ ابْنُ آدَمَ: مَالِي مَالِي! وَهَلْ لَكَ مِنْ مَالِكَ إِلَّا مَا تَصَدَّقْتَ فَأَمْضَيْتَ، أَوْ أَكَلْتَ فَأَمْضَيْتَ أَوْ لَبِسْتَ فَأَبْلَيْتَ.)) ❶

”سیدنا مطرف رضی اللہ عنہ اپنے باپ (عبداللہ بن ثخیر) سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ ﷺ **﴿الْهَكُمُ التَّكَاثُرُ﴾** کی تلاوت کر رہے تھے۔ اور فرمایا: آدم کا بیٹا کہتا ہے کہ ”میرا مال، میرا مال!“ اے انسان تیرے مال میں تیرا وہی حصہ ہے جو تو نے صدقہ کیا اور اسے اپنے نفس کے لیے ذخیرہ کر لیا، یا جو تو نے کھایا اور فنا کر دیا، یا جو تم نے پہن لیا اور بوسیدہ کر دیا۔“

گذشتہ آیات اور اس حدیث کی روشنی میں واضح ہو گیا ہے کہ شیطان انسان کا سب سے بدترین اور سب سے پرانا دشمن ہے، اور اس نے آدم کی نسل کو گمراہ کرنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ اور سب سے زیادہ جس چیز کے ذریعے وہ انسان کو گمراہ کرتا ہے، وہ اس کا مال ہے۔ اور اس کے بعد اس کی اولاد اور بیوی اور اس کے دیگر عزیز واقارب، کیونکہ شیطان نے کہا تھا:

﴿ثُمَّ لَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ❷﴾ (الاعراف: ۱۷)

”پھر ان پر حملہ کروں گا ان کے آگے سے بھی، اور ان کے پیچھے سے بھی، اور ان

❶ صحیح مسلم، کتاب الزہد، رقم: ۷۴۲۵.

کی دائیں جانب سے بھی، اور ان کی بائیں جانب سے بھی، اور آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائیں گے۔“

شیطان کبھی مال کے ذریعے سے، کبھی بیوی بچوں کے ذریعے سے، کبھی عزیز واقارب کے ذریعے سے ہر طرف سے آکر ان کو گمراہ کرنا چاہتا ہے۔ انسان کو وسوسے ڈالتا ہے کہ فلاں آدمی کا مال چھین لے۔ تیرے کام آئے گا، فلاں آدمی کمزور ہے اس کے مکان پر قبضہ کر لے، تیری اولاد کے کام آئے گا، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝
إِنَّمَا سُلْطٰنُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُونَ ۝﴾

(النحل: ۹۹-۱۰۰)

”ایمان والوں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھنے والوں پر اس کا زور مطلق نہیں چلتا۔ ہاں، اس کا غلبہ ان پر تو یقیناً ہے جو اس سے رفاقت کریں اور اسے اللہ کا شریک ٹھہرائیں۔“

اللہ کے نیک، فرمانبردار اور اس پر بھروسہ کرنے والوں اور ہر وقت اس کو یاد رکھنے والوں پر اس کا کوئی زور نہیں، وہ گمراہ کرنے کی کوشش تو کرتا ہے، لیکن جو اللہ کے بن جاتے ہیں تو اللہ بھی ان کا بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو محفوظ کر لیتا ہے۔

روزِ قیامت جب اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ فرمادے گا، جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں بھیج دیے جائیں گے، تو شیطان اہل جہنم سے کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کی زبانی تم سے سچا وعدہ کیا تھا کہ اگر تم اس کی اتباع کرو گے تو اللہ کے عذاب سے نجات پاؤ گے، ورنہ جہنم میں ڈال دیے جاؤ گے، چنانچہ آج اس نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا۔ اور میں نے تم سے جھوٹ کہا تھا کہ ”موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے اور جزا و سزا کا عقیدہ غلط ہے، اور اگر بالفرض اسے صحیح مان لیا جائے تو تمہارے اصنام تمہارے لیے سفارشی بنیں گے۔“ اور میں نے بغیر دلیل و

حجت تمہیں اپنی اتباع کی دعوت دی تھی تو تم نے قبول کر لیا تھا، اور رسولوں نے اپنی اور اپنی دعوت کی صداقت پر دلائل پیش کیے تھے، لیکن تم نے ان کی بات ٹھکرا دی تھی، اس لیے آج جو کچھ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے اس پر مجھے نہیں بلکہ اچھے آپ کو ملامت کرو، میں تمہیں نجات نہیں دلا سکتا ہوں، اور نہ تم میرے کام آ سکتے ہو، آج میں اس بات کا قطعی طور پر انکار کرتا ہوں کہ کسی بھی حیثیت سے میں اللہ کا شریک ہوں اور تم سے ہر طرح براءت کا اعلان کرتا ہوں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ظالموں کو اس دن بڑا دردناک عذاب دیا جائے گا۔

﴿وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَعَدْتُكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِي عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي فَلَا تَلُمُونِي وَلَوْلَا أَنْفُسُكُمْ مَا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنْتُمْ بِمُصْرِخِي إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِنْ قَبْلُ إِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (ابراہیم: ۲۲)

”اور جب فیصلہ ہو چکے گا تو شیطان کہے گا کہ اللہ نے تم سے پختہ وعدہ کیا تھا، اور میں نے بھی تم سے (جھوٹا) وعدہ کیا تھا جس کی آج میں تم سے خلاف ورزی کر رہا ہوں، اور میرا تم پر کوئی اختیار نہ تھا، میں نے تو تمہیں اپنی طرف بلایا تھا تو تم نے میری بات مان لی تھی، اس لیے تم لوگ مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔ میں تمہارے کام نہیں آ سکتا اور نہ تم میرے کام آؤ گے، تم نے اس سے قبل (دنیا میں) مجھے جو اللہ کا شریک ٹھہرایا تھا تو آج میں اس کا انکار کرتا ہوں۔ بے شک ظالموں کو بڑا دردناک عذاب دیا جائے گا۔“

علامہ زبیری اس آیت کریمہ کی تفسیر میں رقم طراز ہیں: ”قیامت کے دن شیطان جو کچھ کہے گا، اللہ تعالیٰ نے اس لیے نقل کیا ہے، تاکہ سامعین قیامت کے دن اپنے انجام کے بارے میں غور کریں اور ابھی سے اپنی نجات کے لیے تیاری کریں جب شیطان اپنے تمام پیرو

کاروں سے اپنی براءت کا اعلان کر دے گا۔“ [تفسیر الکشاف: ۲/۵۵۲]

گمراہی کا دوسرا سبب، دنیا:

انسان کی گمراہی کا دوسرا سبب دنیا ہے۔ کیونکہ دنیا کی حرص رکھنے والوں نے صرف یہ سمجھ رکھا ہے کہ جو کچھ بھی ہے وہ صرف اور صرف یہ دنیا ہے۔ اس لیے اس دنیا میں جو کچھ ہو سکتا ہے کر لو، جو کمایا جاسکتا ہے کما لو، جہاں سے اور جیسے ملتا ہے لے لو، حلال و حرام میں فرق کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور کئی لوگوں کا دعویٰ یہ تھا کہ سب کچھ حوادثِ زمانہ کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُم بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴿٢٤﴾﴾

(الحاثیہ: ۲۴)

”انھوں نے کہا: ہماری زندگی تو صرف دنیا کی زندگی ہی ہے۔ ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں صرف زمانہ ہی مارتا ہے۔ دراصل انھیں اس کی کچھ خبر ہی نہیں۔

یہ تو صرف قیاس اور اُکل سے ہی کام لے رہے ہیں۔“

یہ ان لوگوں کا تذکرہ ہے، جو کہ دوبارہ جی اُٹھنے اور حساب و کتاب کے قائل نہیں تھے۔

بلکہ اپنے غلط خیالات کے پیروکار تھے، انہی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهُوٌّ وَلَعِبٌ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِیَ الْحَيَاةُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٦٤﴾﴾ (العنکبوت: ۶۴)

”اور دنیا کی زندگی تو محض کھیل تماشا ہے، البتہ سچی زندگی تو آخرت کا گھر ہے،

اگر یہ جانتے ہوتے۔“

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں دنیا کی حقارت اور اس کی بے ثباتی بیان کی گئی ہے، کہ جیسے

بچے کھلونوں کے گرد جمع ہوتے ہیں، چند گھڑی ان سے جی بہلاتے ہیں، پھر انہیں وہیں چھوڑ

کراپے گھروں کو چل دیتے ہیں، اور سوائے تھکن کے انہیں کچھ بھی ہاتھ نہیں آتا، یہی حال اس دنیائے فانی کا ہے، یہاں کی ہر چیز فانی اور آنی جانی ہے۔ اس کے بجائے آخرت کی زندگی ہمیشہ رہنے والی ہے۔ وہ زندگی زوال پذیر نہیں ہوگی، جنتی کو نہ بیماری اور نہ موت لاحق ہوگی، اور نہ وہ کسی درد و الم سے دوچار ہوگا۔ جنت لازوال خوشیوں کا نام ہے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر مشرکین کی سمجھ میں یہ بات آ جاتی تو دنیا کی اس حقیر زندگی کو آخرت کی لازوال اور بے پایاں نعمتوں اور خوشیوں پر ترجیح نہ دیتے۔“ [تیسیر الرحمن، ص: ۱۱۳۴]

مردمومن نے دعوت و تبلیغ کے لیے اپنی کوشش جاری رکھتے ہوئے کہا: ”اے میری قوم! کے لوگو! یہ دنیاوی زندگی چند روزہ ہے، جسے بہر حال ختم ہو جانا ہے، اور آخرت کی زندگی جو اس زندگی کے بعد آنے والی ہے، وہی درحقیقت ابدی امن و استقرار اور سکون و راحت کی زندگی ہے، اس لیے تمہیں اس ابدی راحت و سکون والی زندگی کو کامیاب بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

﴿يَقُومِ إِنَّمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ۝﴾

(المؤمن: ۳۹)

”اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی تو بس چند روزہ ہے۔ اور ہمیشہ کے قیام کا گھر آخرت ہی ہے۔“

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ دنیا ہی سب کچھ ہے، حقیقت میں یہ تو چند روزہ ہے۔ تنگی ترشی میں گزرے تو بھی گزر رہی جائے گی، فکر تو اخروی زندگی کی کرنی چاہیے، جو دائمی اور لازوال زندگی ہے۔ ایمان والے اور اللہ کا خوف رکھنے والے اس زندگی سے بھرپور فائدہ حاصل کرتے ہیں، اور زیادہ سے زیادہ وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں صرف کرتے ہیں، اور آخرت کی تیاری کرتے ہیں، تو ہمارے سامنے حقیقت آ گئی ہے کہ جس دنیا کو حاصل کرنے کے لیے ہم حلال و حرام، جائز و ناجائز ہر طرح کے ذرائع و اسباب بروئے کار لاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ہم شیطان کی پیروی کرتے ہوئے گمراہی کا راستہ اختیار کرتے ہیں، وہ تو عارضی اور ختم

ہو جانے والی ہے۔ اور عارضی چیز کو حاصل کرنے کے لیے دائمی چیز کے حصول کو ترک کرنا کتنا نادانی کا کام ہے۔ اس لیے دائمی چیز آخرت ہے، نہ کہ دنیا۔ تو اس آخرت کو حاصل کرنے کے لیے کوشش کرنی چاہیے نہ کہ دنیاوی زیب و زینت کو حاصل کرنے میں اپنی زندگیاں ضائع کرنی چاہئیں۔

انسان کی گمراہی کا تیسرا سبب، خواہشاتِ نفسانی:

انسانی آرزوئیں، تمنائیں اور خواہشات یہ بھی انسان کی گمراہی کا سبب بنتی ہیں۔ اگر خواہشات نیک ہوں تو ہدایت و نجات کا ذریعہ بنتی ہیں، لیکن انسانی خواہشات اکثر منفی پہلو میں ہی ہوتی ہیں۔ کیوں کہ گمراہی کے سبب انسان اپنی خواہشات کو ہی اپنا معبود مان لیتا ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَصْلَهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ فَمَنْ يَبْعُدِ اللَّهَ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ٢٣ ﴾ (الحاشیہ: ۲۳)

”کیا آپ نے اسے بھی دیکھا؟ جس نے اپنی خواہشاتِ نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے، اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے، اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے، اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے۔ اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے؟“

آج انسان اس قدر اپنی خواہشاتِ نفس کا پجاری بن گیا ہے کہ اس نے اپنے اصل خالق والہ کو بھلا کر اپنی خواہشاتِ نفس کو اپنا الہ مان لیا ہے، یعنی کہ بات تو اللہ رب العزت کی ماننی چاہیے تھی، لیکن وہ ہر معاملہ میں اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے، اور اسی کو مقدم رکھتا ہے۔ ایسا آدمی ہی سب سے بڑا گمراہ ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ

مَنْ اتَّبَعَ هُوَ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٥٠﴾

(القصص: ۵۰)

”پس اگر یہ تیری نہ مانیں تو تو یقین کر لے کہ یہ صرف اپنی خواہش کی پیروی کر رہے ہیں، اور اس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہے؟ جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہو بغیر اللہ کی رہنمائی کے، بے شک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

اس آیت میں خواہش کی پیروی کرنے والے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مزید وضاحت فرمادی ہے کہ وہ سب سے زیادہ گمراہ ہے، جو کہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور ایسے شخص کو جو اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت بھی نصیب نہیں فرماتا۔ جیسا کہ مذکورہ آیات سے واضح ہے۔

ایسے لوگ اپنے انہی شکوک و شبہات اور گمراہی والے راستے پر اور اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے ہی، اس دنیائے فانی سے کوچ کر جاتے ہیں، اور موت سے پہلے ان کو ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان عظیم ہے:

﴿يُنَادُوا لَهُمْ أَلَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ قَالُوا بَلَىٰ وَلَكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ أَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِي حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ وَغَرَّكُمْ بِاللَّهِ الْغُرُورُ ﴿٥١﴾﴾ (الحديد: ۱۴)

”یہ چلا چلا کر ان سے کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے: ہاں تھے تو سہی، لیکن تم نے اپنے آپ کو گمراہی میں پھنسا رکھا تھا، اور انتظار میں ہی رہے، اور شک شبہ کرتے رہے، اور تمہیں تمہاری فضول تمناؤں نے دھوکے میں ہی رکھا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آپہنچا، اور تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکہ دینے والے نے دھوکے میں ہی رکھا۔“

﴿الْأَمَانِي﴾ کا معنی خواہشات ہے، اور ان خواہشات سے مراد دنیاوی خواہشات

ہیں۔ جس کی وضاحت اس آیت کی تفسیر میں امام شوکانی رحمہ اللہ نے ”فتح القدیر“ میں بیان کی ہے کہ ﴿الْأَمَانِيُّ﴾ سے مراد دنیا ہے، یعنی کہ دنیاوی خواہشات اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر میں ﴿الْأَمَانِيُّ﴾ سے: ((الباطیل والتمنی))..... یعنی ”لغو و بیہودہ خواہشات اور آرزو۔“ مزید ﴿وَعَزَّوْكُمْ بِاللَّهِ الْعَزَّوْرُ﴾ کی تفسیر یہ کہ شیطان نے جو انسان کو دھوکہ دے رکھا ہے، وہ دنیا کا دھوکہ ہے، یعنی دنیاوی خواہشات وغیرہ۔

تو مندرجہ بالا آیات سے واضح ہو گیا کہ نفس کی پوجا کرنے والا، اور خواہشات کو مقدم کرنے والا سب سے زیادہ گمراہ ہے۔ حتیٰ کہ نفسانی خواہشات اس کو جہنم میں پہنچا دیتی ہیں، جیسا کہ مذکورہ بالا آیت سے واضح ہے۔

گمراہی کا چوتھا سبب، اللہ تعالیٰ کی آیات سے بے پرواہی:

اللہ کی آیات سے غفلت کے سبب بھی انسان اللہ تعالیٰ کے عذاب اور غصے کی لپیٹ میں آ جاتا ہے، اور انسان کو اس غفلت کا احساس اس وقت ہوگا جبکہ وہ اللہ کے سامنے جوابدہی کے لیے آئے گا۔ غافل انسان کے سامنے جتنی بھی قرآنی آیات، احادیث، قبر و حشر کا ذکر اور جہنم وغیرہ کا بیان کیا جائے، اسے جتنا بھی سمجھایا جائے، وہ بات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ الٹا کہتا ہے کہ میرے سامنے ایسی باتیں مت کیا کرو۔ میں جو کر رہا ہوں، ٹھیک کر رہا ہوں۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنَّنُوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غٰفِلُونَ ۝ أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝﴾ (یونس: ۷-۸)

”جن لوگوں کو ہمارے پاس آنے کا یقین نہیں ہے، اور وہ دنیاوی زندگی پر راضی ہو گئے ہیں، اور اس میں جی لگا بیٹھے ہیں، اور جو لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں، ایسے لوگوں کا ٹھکانا، ان کے اعمال کی وجہ سے دوزخ ہے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کا ذکر کیا ہے جو کہ اپنے کاروبار میں مگن رہے، اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی بجا آوری سے بے خبر رہے، اور ان پر عمل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانے، اللہ سے ملاقات کرنے، اور اپنی زندگی کا حساب و کتاب دینے سے غفلت میں ہے۔ اور دنیاوی زندگی کو ہی کافی سمجھ لیا اور اس کی رعنائیوں سے متاثر ہو کر فکر آخرت کو بھلا دیا تو ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ وَ شَهِيدٌ ۚ لَقَدْ كُنْتُمْ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ۝﴾

(ق: ۲۱-۲۲)

”اور ہر شخص اس طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک ہمراہ لانے والا ہوگا، اور ایک گواہی دینے والا۔ یقیناً تو اس سے غفلت میں تھا، لیکن ہم نے تیرے سامنے سے پردہ ہٹا دیا، پس آج تیری نگاہ بہت تیز ہے۔“

جب وہ فرشتے جو کہ اللہ تعالیٰ نے مقرر کیے تھے، وہ اس کو ہانکتے ہوئے لائیں گے۔ اور اس کا گواہ بھی ساتھ ہوگا، اور اس وقت اللہ تعالیٰ غفلت کے پردے الٹا دے گا۔ پھر اس کو احساس ہوگا کہ واقعی میرے سامنے جو وعظ کیا جاتا تھا اور جو مجھے سمجھایا جاتا تھا، وہ سب ٹھیک تھا، لیکن میں غلط تھا۔ اور اس وقت سب باتوں کو وہ جلدی سمجھ لے گا، جن کو دنیا میں بار بار سمجھانے کے باوجود نہیں سمجھتا تھا۔ بلکہ مستحکم خیز باتیں کرتا تھا۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ بہت شفقت اور پیار کرتا ہے، اور چاہتا ہے کہ کسی نہ کسی طریقے سے میرے بندے جہنم سے بچ جائیں۔

﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَ هُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ۝﴾

(الانبیاء: ۱)

”لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ گیا، پھر بھی وہ بے خبری میں منہ پھیرے

ہوئے ہیں۔“

نیز دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَأَنذَرَهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ (مریم: ۳۹)

”تو انھیں اس رنج و افسوس کے دن کا ڈر سنا دے جب کہ کام انجام کو پہنچا دیا جائے، اور یہ لوگ غفلت میں ہیں، اور بے ایمان ہیں۔“

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ يُحْصِرُنِي عَلَىٰ مَا فَرَّطْتُ فِي جَنْبِ اللَّهِ وَإِنْ كُنْتُ لَمِنَ الشَّاعِرِينَ﴾ (الزمر: ۵۶)

”ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص کہے: ہائے افسوس! اس بات پر کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حق میں کوتاہی کی، بلکہ میں تو مذاق اڑانے والوں میں ہی رہا۔“

ان مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے کسی قسم کی کوئی کمی باقی نہیں چھوڑی کہ جس کی وجہ سے کل کو انسان اللہ پر عذر بیان کرے کہ ہمیں کسی نے خبر نہ دی تھی۔ لیکن اگر پھر بھی کوئی نہ سمجھے تو ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔

اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنی آیات سے غفلت برتنے والوں کا حشر بیان کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَعْمَى﴾ (۱۳) قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا (۱۴) قَالَ كَذَلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَى (۱۵) وَكَذَلِكَ نُجَزِّي مَنْ أَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِآيَاتِ رَبِّهِ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَدُّ وَأَبْقَى﴾ (۱۶)

(طہ: ۱۲۴-۱۲۷)

”ہاں! جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگی میں رہے گی اور ہم اسے بروز قیامت اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا کہ الہی! مجھے تو نے اندھا بنا کر کیوں اٹھایا؟ حالانکہ کہ میں تو دیکھتا بھاتا تھا۔ (جواب ملے گا) کہ جس طرح ہونا چاہیے تھا تو میری آئی ہوئی آیتوں کو بھول چکا تھا، اور اس طرح آج تجھے بھی بھلا دیا جائے گا۔ ہم ایسا ہی بدلہ ہر اس شخص کو دیا کرتے ہیں جو حد سے گزر جائے، اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے۔ اور بے شک آخرت کا عذاب نہایت ہی سخت اور بہت دیرپا ہے۔“

یعنی جس نے احکاماتِ الہی سے منہ پھیرا، قرآن پر عمل نہ کیا، نماز نہ پڑھی، تلاوت نہ کی اور ایسے اعمال جن سے انسان ذکرِ الہی میں مگن ہونہ کیے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کی زندگی تنگی میں گزرے گی۔

امام شوکانی رحمہ اللہ ”فتح القدیر“ میں اور امام ابن کثیر ”تفسیر ابن کثیر“ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿مَعِيشَةً ضَنْكًا﴾ کی وضاحت میں یوں رقمطراز ہیں:

”دنیا کی زندگی بھی اس آدمی کی تنگی و پریشانی میں گزرے گی، اور آخرت کی زندگی و قبر کی زندگی بھی انتہائی تنگی و تکلیف میں گزرے گی، اور اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کو قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ سے کہے گا: اے اللہ! دنیا میں تو میں بصارت والا تھا۔ آج مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا گیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جس طرح تو نے دنیا میں میری آیات کو بھلا دیا تھا اور مجھے بھول گیا تھا۔ آج میں نے بھی تجھ کو بھلا دیا ہے۔“

اندازہ کریں کہ جس کو اللہ تعالیٰ قیامت والے دن بھلا دے گا اس کا کیا حشر ہوگا۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے سرکش اور باغی لوگوں کو جو اللہ کی آیات سے منہ پھرتے ہیں، اللہ انہیں جہنم رسید کرے گا۔

جو شخص قرآن سے اعراض کرتا ہے، اس کے بارے میں امام ایشی نے ایک روایت نقل کی ہے:

((وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ شَافِعٌ مُشَفِّعٌ مَنِ اتَّبَعَهُ قَادَهُ إِلَى الْجَنَّةِ، وَمَنْ تَرَكَهُ أَوْ أَعْرَضَ عَنْهُ، أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا، رُخَّ فِي قَفَاهُ إِلَى النَّارِ.)) ❶

”سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، کہتے ہیں: بے شک یہ قرآن سفارشی بھی ہے، (سفارشی بھی کرے گا) اور اس کی سفارش قبول بھی کی جائے گی، جو اس کی پیروی کرے گا تو قرآن اس کی جنت کی طرف رہنمائی کرے گا، اور جو اسے چھوڑ دے گا یا اس سے اعراض کرے گا یا اس جیسی باتیں کرے گا، تو ایسا شخص گردن سے پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔“

تو اب اندازہ لگائیں کہ جو بڑے فخر سے اپنے مال و دولت اور اپنے جاہ و جلال پر ناز کرتے ہوئے قرآن سے اعراض کرتا ہے، اس کو نہ پڑھتا ہے، نہ سمجھتا ہے اور نہ سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو اسے قیامت کے دن گردن سے پکڑ کر جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔

گمراہی کا یا نچواں سبب، گناہ پر اصرار کرنا:

انسان کی گمراہی کا ایک سبب گناہ پر اصرار بھی ہے۔ جب انسان گناہ کر کے شرمندہ نہ ہو۔ اور اپنے کیے پر نادم نہ ہو تو پھر گمراہی اس کا مقدر بن جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ بھی ایسے شخص کی لگام ڈھیلی کر دیتا ہے کہ جہاں تک یہ بھاگ سکتا ہے، بھاگ لے۔ اپنی سرکشی اور معصیت و نافرمانی میں بڑھ جائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو وقت مقررہ تک کے لیے ڈھیل دے رکھی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے:

(وَلَوْ يُوَازِجِدُ اللَّهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَابَّةٍ وَلَكِنْ

❶ مجمع الزوائد، کتاب العلم، باب فی العمل بالکتاب والسنة، رقم: ۷۹۱، ۷۹۲.

يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ لَا يَسْتَأْذِنُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿٦١﴾ (النحل: ٦١)

”اگر اللہ لوگوں کے ظلم کی وجہ سے ان کی گرفت کرتا تو زمین پر کسی چوپائے کو نہ چھوڑتا، لیکن وہ تو انہیں ایک وقت مقررہ تک کے لیے مہلت دیتا ہے۔ پس جب ان کا وقت آ جائے گا، تو وہ ایک گھڑی بھی نہ پیچھے ہو سکیں گے نہ آگے۔“

کافروں اور مسلمانوں میں سے بھی اکثر گناہ کرنے کے بعد جبکہ ان کو اس بات کا علم بھی ہو کہ یہ کام غلط ہے، پھر بھی وہ اس پر کار بند رہتے ہیں۔ کفار اور فجار کہتے ہیں کہ اگر ہم نے غلط کیا ہے تو اللہ نے ہمیں تباہ و برباد کیوں نہیں کر دیا، ہم پر عذاب کیوں نہیں آ جاتا۔ تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر میں پکڑنے پر آ جاتا تو اس زمین پر ایک جانور بھی باقی نہ بچتا، لیکن یہ دنیا دار الامتحان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا وقت مقرر کیا ہے۔ ہر نافرمان اور خطا کار کو مہلت دی ہے۔ فوری مواخذہ نہیں کیا تاکہ وہ سمجھ جائے۔ مان جائے، اور لیکن جب اللہ تعالیٰ کا مقررہ وقت آئے گا تو اس وقت یہ مقررہ وقت سے آگے پیچھے ہرگز نہیں ہو سکیں گے۔ مزید اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرُوا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۖ وَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا أُمِّلَ لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ ۖ إِنَّمَا أُمِّلَ لَهُمْ لِيَذُوَّا اإِيمَانًا ۖ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝﴾

(ال عمران: ۱۷۷-۱۷۸)

”بے شک وہ لوگ جنہوں نے ایمان کے بدلے میں کفر و کفر خرید لیا، وہ اللہ کو ہرگز کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ اور کفر کرنے والے یہ نہ سمجھیں کہ ہم جو انہیں ذلیل دے رہے ہیں، ان کے لیے بہتر ہے، ہم تو انہیں اس لیے ذلیل دے رہے ہیں، تاکہ ان کے گناہ اور بڑھ جائیں

اور ان کے لیے رسوا کن عذاب ہوگا۔“

اس آیت سے یہ بات آشکارہ ہوگئی کہ کفار جو کہ دن بدن سرکشی اور معصیتِ الہی میں بڑھتے جا رہے ہیں۔ اس سے ان کو کوئی فائدہ نہیں ہو رہا، جس کو وہ فائدہ سمجھ رہے ہیں یا اپنے لیے اچھا جانتے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ ان کا مواخذہ نہ کر کے ان کے عذاب کو بڑھا رہا ہے، تاکہ جس قدر یہ سرکشی میں بڑھیں گے، اسی قدر ان کی سزا و عذاب سخت ہوگا۔ اس لیے کفار کی طرف دیکھ کر کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بہت دولت دے رکھی ہے، عیش و عشرت دی ہے۔ دھوکہ نہیں کھانا چاہیے، یہ سب اس لیے ہے تاکہ عذاب میں یہ لوگ مزید بڑھ جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّهُ لَقَوْلُ فَصْلٍ ۚ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۚ إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۚ
وَأَكِيدُ كَيْدًا ۚ فَمِثْلُ الْكَافِرِينَ أَمْهَلُهُمْ رُويْدًا ۚ﴾

(الطارق: ۱۳-۱۷)

”بے شک یہ قرآن دونوں فیصلہ کرنے والا کلام ہے۔ یہ ہنسی کی اور بے فائدہ بات نہیں، البتہ کافر داؤ گھات میں ہیں، اور میں بھی داؤ کر رہا ہوں۔ تو کافروں کو مہلت دے انھیں تھوڑے دنوں کے لیے چھوڑ دے۔“

اس آیت میں کفار کی طرف اشارہ ہے، جو کہ قرآن کی تکذیب کرتے ہیں، اور رسول کریم ﷺ کی دعوت کی مخالفت کرتے ہیں۔ اللہ کے دین کے چراغ کو بجھانے کی کوششیں اور سازشیں کرتے ہیں تو وہ جان لیں کہ اللہ بھی ان کے خلاف تدبیر کر رہا ہے، اور ان کو جہنم واصل کرنے کے لیے ڈھیل دے رہا ہے، تاکہ یہ کفر و معصیت کی آخری حدوں کو پہنچ جائیں، ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿مَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَيَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝﴾

(الاعراف: ۱۸۶)

”اللہ جسے گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اور وہ انہیں ان کی سرکشی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتا ہے۔“

گناہ پر اصرار کی وجہ سے انسان کو ہدایت نہیں ملتی، اور اللہ تعالیٰ مزید اس کو اس کی گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے، تاکہ یہ مزید گمراہی اور سرکشی میں بڑھ جائے، اور اس فعل سے اللہ کی توفیق کے بغیر کوئی بھی انسان نہیں بچ سکتا۔

گمراہی کا چھٹا سبب، انسانی خیالاتِ باطلہ:

انسان باطل خیالات کی وجہ سے صراطِ مستقیم سے ہٹ جاتا ہے، وہ باطل خیالات یہ ہیں کہ انسان اللہ کے سوا پیروں، درویشوں اور عالموں کو اپنا سب کچھ مان کر ان کی ہر بات کو تسلیم کر لیتا ہے، اگر انھوں نے حلال کو حرام کہہ دیا تو بھی مان لیا، اور اگر حرام کو حلال کہہ دیا تو بھی سر تسلیم خم کر دیا، جس کی وجہ سے وہ دور کی سرکشی میں غرق ہو جاتا ہے، کچھ ایسے ہی لوگوں کا حال اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے:

﴿إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوْا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ۖ وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّا كُنَّا نَدْرَأُ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّأُوا مِنَّا كَذَلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ ۝﴾ (البقرة: ۱۶۶-۱۶۷)

”جب پیشوا لوگ اپنی اتباع کرنے والوں سے اظہارِ برأت کریں گے، اور عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے، اور تمام اسباب و وسائل ختم ہو جائیں گے۔ اور پیروی کرنے والے لوگ کہیں گے کہ اے کاش! ہم ایک بار دنیا میں لوٹ کر جاسکتے، تاکہ ان پیشواؤں سے ویسا ہی اظہارِ برأت کرتے، جیسا کہ انھوں نے آج ہم سے برأت کا اظہار کیا ہے۔ اس طرح اللہ انھیں دکھائے گا کہ ان کے اعمال ان کے لیے باعثِ حسرت و ندامت بن گئے، اور وہ لوگ عذاب

نار سے کبھی بھی نہ نکل سکیں گے۔“

دنیا میں انسان اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے کوئی نہ کوئی نرمی کا راستہ اختیار کرتا ہے، اسی طرح ہمارے اکثر ایسے بھائی ہیں، جنہوں نے قرآن و حدیث سے بڑھ کر ایسے لوگوں کو ترجیح دی ہے، جو کہ حقیقتاً قرآن و حدیث سے کورے ہوتے ہیں، ان کی ہر بات کو قرآن کی جگہ اور نبی کریم ﷺ کی حدیث کی جگہ مانتے ہیں، مثلاً جاؤ جو چاہو سو کرو میں تمہیں اللہ سے بچاؤں گا، نماز پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں اور حلال و حرام میں فرق کرنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ غرضیکہ وہ باطل پیر اور درویش جن کو وہ حقیقتاً اپنا اللہ مان لیتے ہیں اور دنیا کی ہر چیز سے بے خبر ہو کر ان کی بات کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے ان خیالات باطلہ کا نقشہ اور نتیجہ اس مذکورہ بالا آیت میں بیان کر دیا ہے کہ قیامت والے دن یہ پیر درویش اپنے دعوؤں سے بری ہو جائیں گے، تو یہ افسوس کریں گے کہ کاش! اللہ ہمارے لیے دنیا میں دوبارہ جانے کا سبب پیدا کر دے تو ہم بھی ان سے بالکل اسی طرح بری ہو جائیں گے جس طرح یہ آج برأت کا اظہار کر رہے ہیں اور صرف اللہ کے ہو جائیں گے، لیکن اب تو جہنم ان کا دائمی ٹھکانہ ہے۔

اب پچھتائے کیا ہوت

جب چڑیا چک گئیں کھیت

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ اسی بات کو بیان فرماتا ہے:

﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمُورُهُمْ إِلَّا لِيُعْبَدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا ۚ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ٣١﴾ (التوبة: ٣١)

”ان لوگوں نے اپنے عالموں اور اپنے عابدوں کو اللہ کی بجائے معبود بنالیا، اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ انہیں تو صرف ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا

جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہ مشرکوں کے شرک سے پاک ہے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بہت وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیا ہے کہ جو اپنے عالموں، عابدوں، پیروں اور درویشوں کو اللہ کا مقام دے، ان کا حشر کیا ہوگا؟ ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ذَلِكَ جَزَاءُ أَعْدَاءِ اللَّهِ النَّارُ لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ جَزَاءُ بِمَا كَانُوا بِآيِنِنَا يَجْعَدُونَ﴾^(۸) وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَا أَرَنَا الَّذِينَ أَضَلَّنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ نَجْعَلُهُمَا تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُونَا مِنَ الْأَسْفَلِينَ^(۲۹)

(حکم السجدہ: ۲۸-۲۹)

”اللہ کے دشمنوں کا یہی بدلہ ہے، یعنی جہنم کی آگ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ جو اس بات کا بدلہ ہوگی کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے، اور اہل کفر کہیں گے: اے ہمارے رب! ذرا ہمیں ان جنوں اور انسانوں کو دکھلا دے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا، تاکہ ہم انہیں اپنے قدموں تلے روندیں، تاکہ وہ خوب ذلیل و رسوا ہوں۔“

وہ شیاطین جن و انس جن کی بات مان کر یہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتے رہے، انہیں جب وہ جہنم کی آگ میں جلتا دیکھیں گے تو اپنے غیظ و غضب کا اظہار ان کے خلاف کریں گے جن کی باتیں مان کر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بغاوت کرتے تھے۔ ان کو طلب کرنے کی فرمائش کریں گے کہ اے اللہ! ان کو ذرا ہمارے سامنے لا تاکہ ہم ان کو اپنے پاؤں تلے روندیں اور ان کو جہنم کی سب سے گہری کھائی میں پھینک دیں۔ اللہ ہمیں ایسے باطل خیالات سے محفوظ فرمائے۔ آمین!



باب نمبر 4

دنیا کیا ہے؟

(1) دنیا کی زندگی ایک دھوکہ ہے:

دنیا کی زندگی ایک دھوکہ ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زندگی دے کر دھوکے میں مبتلا کر دیا ہے اور پھر اس دنیا کے دھوکے میں وہ اللہ کا نافرمان بن کر اللہ کے عذاب کا مستحق ہو جائے اور اللہ اسے عذاب دے۔ بلکہ انسان نے خود اس سے دھوکہ کھا گیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُمْ وِزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۚ وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَمْتَاعٌ الْغُرُورِ ۝﴾
(الحديد: ۲۰)

”تم سب جان لو کہ بے شک دنیا کی زندگی کھیل، تماشہ، زیب و زینت، آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرنا، اور مال و دولت اور اولاد میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا ہے۔ اس کی مثال اس بارش کی ہے جس سے اُگنے والا پودا کافروں کو خوش کر دیتا ہے، پھر وہ خشک ہو جاتا ہے، پھر زرد ہو جاتا ہے، پھر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ اور آخرت میں (بُرے لوگوں کے لیے) سخت عذاب ہے، اور (اچھے لوگوں کے لیے) اللہ کی مغفرت اور خوشنودی ہے۔ اور دنیا کی زندگی محض دھوکے کا سامان ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بہت احسن انداز میں سمجھایا ہے کہ یہ دنیا لہو و لعب ہے، لیکن اس کے حصول میں لوگوں کے قلوب و ابدان بھی مشغول ہو جاتے ہیں۔ پوری زندگی گُذار دیتے ہیں، لیکن ان کے دل اللہ کی یاد اور روز قیامت کے وعدہ و وعید سے غافل ہوتے ہیں۔ اور زیب و زینت، لباس، کھانے پینے کی اشیاء، عالی شان مکانات، عمدہ سواریوں اور دنیاوی جاہ و حشمت کے نشے میں آ کر آخرت کے بارے میں انھیں سوچنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی، اور آپس میں کثرتِ مال کی حرص میں مشغول رہتے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مثال دے کر دنیا کی حقیقت کو عیاں کیا ہے۔ بارش کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جس کی وجہ سے زمین کے پودے لہلہا اُٹھتے ہیں، اور ان پودوں کو دیکھ کر کاشتکار خوب خوش ہوتے ہیں، بالکل اس طرح کفار دنیا کی زیب و زینت سے خوش ہوتے ہیں۔ پھر وہ پودے خشک ہو کر زرد ہو جاتے ہیں، پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بھس بن جاتے ہیں اور زمین ایسی ویران ہو جاتی ہے کہ جیسے وہاں کبھی ہر اُپودا تھا ہی نہیں۔ یہی حال دنیا کا ہے۔ یہاں کی ہر چیز آبی جانی ہے، اور ہر نعمت فانی ہے۔ اور جو چیز باقی رہنے والی ہے وہ نیک اعمال ہیں، جو بندے کے ساتھ آخرت تک جائیں گے، اور عذابِ جہنم سے اس کی نجات کا سبب بنیں گے۔

آیت کے دوسرے حصے میں دنیا کے دھوکے میں آنے والے اور آخرت کو فراموش کر کے دنیا کے لہو و لعب میں مشغول ہونے والے کا انجام یہ بتایا ہے کہ قیامت کے دن ایسے نافرمانوں کو اللہ عذابِ شدید میں مبتلا کرے گا۔ اور جو لوگ آخرت کی فکر کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کریں گے، ان کے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور ان کا رب ان سے راضی ہو جائے گا۔ اور آیت کے آخر میں فرمایا: ﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعٌ الْغُورُ﴾ ”اور دنیا کی زندگی محض دھوکے کا سامان ہے۔“ یہ جملہ مذکورہ بالا مضمون کی تاکید مزید ہے۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ ”دنیا دھوکے کی ٹٹی ان کے لیے ہے جو فکر آخرت سے غافل ہوتے ہیں، اور جو لوگ فکر آخرت میں مشغول رہتے ہیں، اُن کے لیے یہ دنیا ایسی متاع ہے جو اُسے اس

سے بہترین نعمت یعنی جنت تک پہنچانے میں مدد کرتی ہے۔ [فتح القدیر، للشوکانی: ۲/۷۸۸]

مزید اللہ فرماتا ہے:

﴿وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا وَعَزَاهُمْ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهِ أَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ وَإِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا أُولَئِكَ الَّذِينَ أُبْسِلُوا بِمَا كَسَبُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿٧٠﴾﴾

(الانعام: ۷۰)

”اور ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کش رہیں، جنہوں نے اپنے دین کو لہو و لعب بنا رکھا ہے۔ اور دنیاوی زندگی نے انہیں دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔ اور اس قرآن کے ذریعہ سے نصیحت بھی کرتے رہیں، تاکہ کوئی شخص اپنے کردار کے سبب (اس طرح) نہ پھنس جائے کیونکہ کوئی اللہ کے علاوہ اس کا مددگار اور سفارشی نہ ہوگا، اور یہ کیفیت ہو کہ اگر دنیا بھر کا معاوضہ بھی دے ڈالے، تب بھی اس سے نہ لیا جائے، ایسے ہی ہیں کہ اپنے کردار کے سبب پھنس گئے۔ ان کے لیے نہایت گرم پانی پینے کے لیے ہوگا، اور اپنے کفر کے سبب دردناک سزا ہوگی۔“

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ جو لوگ دین اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں، آپ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیجیے، انہیں تو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ اس زندگی کے بعد کوئی زندگی نہیں۔ اور مزید اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے اخروی حالات کا تذکرہ فرمایا ہے کہ اللہ کے دین کا مذاق اڑانے والے، برے اعمال کرنے والے اور حرام شہوتوں میں ڈوبنے والے لوگوں کے لیے آخرت میں سخت عذاب ہے کہ اس دن پینے کے لیے انہیں گرم پانی دیا جائے گا، جو ان کے پیٹ میں موجود تمام آنتوں کو کاٹ کر باہر نکال دے گا اور ان کے جسموں پر ہمیشہ کے لیے آگ مشتعل رہے گی۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کا تذکرہ ایک اور مقام پر کیا ہے جس میں ان کے اخروی حالات کا نقشہ کھینچا ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَنَادَىٰ أَصْحَابُ النَّارِ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنِ افْضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَهَا عَلَى الْكَافِرِينَ ۚ﴾ (الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَهْوًا وَلَعِبًا وَغَرَّتْهُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ نَنسِفُهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هَذَا وَمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿٥١﴾)

(الاعراف: ۵۰-۵۱)

”اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہمارے اوپر تھوڑا پانی ڈال دو یا اور ہی کچھ دے دو جو اللہ نے تمہیں دے رکھا ہے۔ جنت والے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں کی کافروں کے لیے بندش کر دی ہے۔ جنہوں نے دنیا میں اپنے دین کو لہو و لعب بنا رکھا تھا، اور جن کو دنیاوی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا، سو ہم (بھی) آج کے روز ان کا نام بھول جائیں گے جیسا کہ وہ اس دن کو بھول گئے اور یہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب حساب کتاب ہو جائے گا، اور جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے تو دوزخی جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہم پر کچھ پانی ڈال دو، تاکہ ہماری تکلیف میں کمی ہو یا کچھ اور ہی دے دو جو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کر رکھا ہے، تو وہ جواب دیں گے کہ آج ان چیزوں کو اللہ نے تم پر حرام کر دیا ہے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے اور دنیا نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھول جائے گا، جس طرح دنیا میں انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تھا اور وہ چیخ و پکار کریں گے۔ لیکن انہوں نے جس طرح دنیا میں تکذیب کی اور بے رخی کی، اسی طرح اس دن اللہ تعالیٰ بھی ان سے بے رخی فرمائے گا، ان کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا، ان کے لیے دردناک عذاب اور روح

فرسائزائیں ہوں گی کہ جب کھانے کو مانگیں گے تو وہ کھانا خاردار گھاس، زقوم درخت جو کہ پچھلے ہوئے تانبے کی مانند ہوگا، جس سے نہ تو آرام میسر ہوگا نہ بھوک مٹے گی، اور جب پانی مانگیں گے، تو ان کے جسموں کی پیپ، گنداخون اور کھولتا ہوا جسم کو جلادینے والا پانی ہوگا۔ اس لیے دنیا ان کے لیے ہے جو اس کے دھوکے میں آ جاتے ہیں۔ اور اس کی بوقلمونیوں اور دلفریبیوں سے متاثر ہو کر آخرت کو یکسر فراموش کر دیتے ہیں۔ ان کے لیے یہ اخروی ناکامیوں اور دردناک عذاب کا پیش خیمہ ہے۔ اس کے برعکس وہ بندگانِ رب العالمین جو ہمہ وقت اللہ کی رضا جوئی کے لیے کوشاں ہیں، ان کے لیے آخرت میں اللہ تعالیٰ کے بے پایاں انعامات ہیں۔

(2) دنیا ایک آزمائش:

دنیا انسان کے لیے ایک آزمائش اور امتحان ہے، اور ایسی آزمائش ہے کہ جس سے نجات وہی حاصل کر سکتا ہے جس کے ساتھ اللہ کی نصرت ہو۔ ورنہ ان آزمائشوں سے بچنا بہت مشکل ہے۔ اور جب تک انسان کی زندگی ہے، اس وقت تک انسان ان آزمائشوں سے بچ نہیں سکتا اور اس آزمائش میں عام و خاص، اعلیٰ و ادنیٰ، امیر و غریب، عالم و جاہل، الغرضیکہ سب انسان شامل ہیں۔ اب ہم قرآن و حدیث کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ یہ آزمائش انسان کو کس کس طریقے سے گھیرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلْتَبْلُوْا نَفْسَكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ

الْاَنْفُسِ وَ الشَّمْرِیَّتِ وَ بَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ ۝۱۵۵﴾ (البقرة: ۱۵۵)

”اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے، دشمن کے ڈر سے بھوک و پیاس سے، مال و جان اور پھلوں کی کمی سے اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجیے۔“

دنیا کی زندگی انسان کے لیے آزمائش ہے، اور اس آزمائش میں گونا گوں طریقوں سے مبتلا کیا جاتا ہے۔ کبھی بھوک کے ساتھ، کبھی خوف کے ساتھ، کبھی مال میں کمی زیادتی کے ساتھ،

کبھی جانوروں میں کمی زیادتی کے ساتھ، اپنوں اور غیروں، عزیز و اقارب، دوست احباب میں سے کسی کی موت کے ساتھ، اور کبھی پھلوں اور پیداوار میں کمی اور زیادتی کے ساتھ ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ انسان کو آزماتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی اس آزمائش سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَ نَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ۝۲۵﴾ (الانبیاء: ۳۵)

”ہر جان دار موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔ ہم بطریق امتحان تم میں سے ہر ایک کو برائی اور بھلائی میں مبتلا کرتے ہیں، اور تم سب ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“

موت بھی ایک آزمائش کا وقت ہے، جس سے کوئی بھی اعلیٰ و ادنیٰ، وزیر، بادشاہ، عام و خاص، نبی، ولی غرضیکہ کوئی بھی اس آزمائش سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ انسان کو بھلائی برائی سے، سکھ اور دکھ سے، مٹھاس و کڑواہٹ سے اور کشادگی و تنگی سے آزماتا ہے، تاکہ شکر گزار اور ناشکرا، صابر اور ناامید کھل کر سامنے آجائے۔ اسی طرح صحت و بیماری، تو نگری و فقیری، سختی و نرمی، حلال و حرام، ہدایت و گمراہی، اطاعت و معصیت، یہ سب آزمائشیں ہیں، پھر اس امتحان و آزمائش میں ہر ایک برابر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿اَحْسِبِ النَّاسَ اَنْ يُّتْرَكُوْا اَنْ يَقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝﴾ (العنکبوت: ۲)

”کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ان کے صرف اس دعوے پر کہ ہم ایمان لائے ہیں ہم انہیں بغیر آزمائے ہوئے ہی چھوڑ دیں گے۔“

اس بات کو مزید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے سمجھا جاسکتا ہے۔

﴿وَ اِذْ اٰتٰنَا رَبُّهُ بِكَلِمَتٍ فَاَتَتْهُنَّ ۚ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ

إِمَامًا قَالُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَتَأَلَّ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ﴿١٢٤﴾

(البقرة: ۱۲۴)

”جب ابراہیم کو ان کے رب نے چند باتوں کے ذریعے آزمایا، تو انھوں نے ان سب کو پورا کر دکھلایا، اللہ تعالیٰ نے کہا: میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں، کہا: اور میری اولاد میں سے بھی۔ تو اللہ نے فرمایا: ظالم لوگ میرے اس وعدے میں داخل نہیں ہوں گے۔“

گذشتہ دونوں آیات کی روشنی میں یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گئی ہے کہ اس آزمائش سے انبیاء علیہم السلام بھی مستثنیٰ نہیں، جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا آگ میں ڈالا جانا، بیٹے کو ذبح کرنا، اور اللہ کے راستے میں ہجرت کر جانا، اللہ کے راستے میں جانی و مالی مصیبت برداشت کرنا، حتیٰ کہ چاند، ستاروں اور سورج کے ذریعے بھی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش کی گئی۔ اسی مناسبت سے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر، ہادی کائنات سیدنا محمد ﷺ کی حدیث ہے، جس کو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

((قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: الدُّنْيَا سَجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ.)) ❶

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دنیا مومن کے لیے قید خانہ، اور کافر کے لیے جنت ہے۔“

مومن آدمی کے لیے اس دنیا میں اس کے ایمان کی پختگی کے مطابق آزمائش آتی ہے

اور اس پر صبر کرنا کامیابی ہے، ورنہ ناکامی۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَإِذَا مَنَّ الْإِنْسَانُ ضَرَّ دَعَاؤًا: ثُمَّ إِذَا حَوْلُنُهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ إِنَّمَا أُوتِيْتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَلَكِنَّا أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٩﴾﴾

(الزمر: ۴۹)

❶ صحیح مسلم، کتاب الزہد، الدنيا سجن المؤمن، رقم: ۷۴۱۷.

”انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارنے لگتا ہے، پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرمادیں تو کہنے لگتا ہے کہ یہ تو مجھے میری دانائی کی وجہ سے عطا کی گئی ہے، بلکہ یہ آزمائش ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر لوگ بے علم ہیں۔“

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے انسان کی آزمائش کا ذکر فرمایا ہے کہ جب اس کو کوئی تکلیف پہنچے، کوئی دکھ آئے یا کوئی غم ہو تو اللہ تعالیٰ کو بار بار پکارتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اس کو نعمت عطا کر دیتا ہے تو کفرانِ نعمت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ تو میری قابلیت اور تجربہ کاری کی وجہ سے مجھے یہ رتبہ حاصل ہوا ہے، تو اللہ فرماتا ہے کہ ہمیں اس بات کا بھی علم تھا کہ یہ نعمت کے مل جانے کے بعد اس طرح اکڑ جائے گا، لیکن اس کا ظہور کرنے کے لیے ہم نے اس کے ساتھ یہ معاملہ کیا۔ اور یہ نعمت کامل جانا بھی ایک آزمائش ہے جس کی وجہ سے سمجھ بوجھ رکھنے والا تو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بن جاتا ہے۔ اور نافرمان اور اکڑنے والا نافرمانی میں بڑھ جاتا ہے۔ اور اکثر لوگ اس بات کو نہیں سمجھ پاتے۔ اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق یہ بھی آزمائش ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَلَئِنْ قُلْتُمْ إِنَّكُمْ مَعْبُودُونَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ﴿٥﴾﴾

(ہود: ۷)

”اللہ ہی وہ ہے جس نے چھ دن میں آسمان و زمین کو پیدا کیا، اور اس کا عرش پانی پر تھا، تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے عمل والا کون ہے، اگر آپ ان سے کہیں کہ تم لوگ مرنے کے بعد اٹھا کر کھڑے کیے جاؤ گے تو کافر لوگ پلٹ کر جواب دیں گے یہ تو نرا جادو ہے۔“

معلوم ہوا کہ اتنے بڑے نظام کا وجود صرف انسان کی آزمائش کے لیے ہے کہ وہ نیکیوں میں بڑھتا ہے یا برائیوں میں، انسان کی آزمائش کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ﴾ (طہ: ۱۳۱)

”اور نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھو دنیاوی زندگی کی اس شان و شوکت کو جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہے۔ وہ تو ہم نے انھیں آزمائش میں ڈالنے کے لیے دی ہے، اور تیرے رب کا دیا ہوا رزق حلال ہی بہتر اور پائندہ تر ہے۔“

اس آیت میں اللہ کے آخری پیغمبر ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تاکید فرمائی ہے کہ ان کفار کے مال و منال، ان کی عزت ظاہری، قوت اور جائیداد وغیرہ کی طرف مت دیکھئے۔ یہ صرف اس لیے ہے کہ ہم ان کو اس کے ذریعے سے آزمائیں۔ گویا کہ اللہ کے پیغمبر بھی اس آزمائش سے بری نہیں تھے۔ اور اللہ کے نبی ﷺ پر آزمائشوں کے پہاڑ برسے، دانت مبارک کا شہید ہو جانا، کفار کا آپ کی مخالفت کرنا، شعب ابی طالب میں بھوک کا برداشت کرنا، طائف والوں کا لہو لہان کر دینا، بیٹے کا فوت ہو جانا، والدہ ماجدہ اور والد گرامی کا سایہ شفقت اٹھ جانا، لہذا ہمیں غور و فکر سے کام لیتے ہوئے اس آزمائش کو سمجھنا چاہیے، تاکہ ہم فرمانبرداروں میں سے ہوں نہ کہ نافرمانوں میں شامل۔ جائیں۔ اللہ سے دُعا ہے کہ ہمیں دنیا اور آخرت میں صالحین کا ساتھ نصیب فرمائے۔ آمین

(3) دنیا مصائب کی گھاٹی:

انسان پر دنیا میں مصائب کیوں آتے ہیں۔ کس وجہ سے آتے ہیں اور انسان کو ان مصائب میں کیا کرنا چاہیے۔ ان تمام مصائب کا حل کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت اپنے اس فرمان میں بیان فرمائی ہے:

﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فِيمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ۝﴾

(الشوری: ۳۰)

”تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرمات کا بدلہ ہے، اور وہ تو بہت سی باتوں سے درگزر فرما لیتا ہے۔“

دنیا میں انسان کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے، وہ اس کے اپنے گناہوں کی وجہ سے پہنچتی ہے۔ جو بھی سختیاں، بلائیں، آفتیں اور بیماریاں آتی ہیں۔ وہ سب اس کی غلطیوں کی وجہ سے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝﴾ (الروم: ۴۱)

”خشکی اور تری میں فساد پھیل گیا ہے ان گناہوں کی وجہ سے جو لوگوں نے کیے ہیں، تاکہ ان کو ان کے بعض بد اعمالیوں کا مزا چکھائے، شاید کہ وہ (اپنے رب کی طرف) رجوع کریں۔“

ڈاکٹر لقمان سلفی لکھتے ہیں: ”بحر و بر میں سب سے بڑا شر و فساد یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ غیروں کو شریک بنایا جائے، اس کی شریعت کو بالائے طاق رکھ کر زندگی گزاری جائے، حلال و حرام کی تمیز اٹھادی جائے جس کے نتیجے میں لوگوں کی جان، مال اور عزت محفوظ نہیں رہتی اور ان کے شامت اعمال کے طور پر اللہ تعالیٰ ان پر قحط سالی، مہنگائی، جنگ و جدال اور فتنہ و فساد کو مسلط کر دیتا ہے، اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ شاید ان دنیاوی سزاؤں سے متاثر ہو کر لوگ اللہ کی طرف رجوع کریں اور اپنے گناہوں سے ثابت ہوں، گویا اس میں بھی اللہ کی رحمت ہی مضمر ہوتی ہے۔“ [تیسیر الرحمن: ۱۱۴۶/۲-۱۱۴۷]

یہودی ایک بستی والوں نے بھی بد عہدی اور حیلہ سازی کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ سزا دی کہ ان کی صورتوں کو بندر کی صورت میں بدل دیا۔ چنانچہ فرمایا:

﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدُوا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُتُوبُوا
فِرْدَۃً خُسَيْنٍ﴾ (البقرة: ۶۵)

”اور یقیناً تمہیں ان لوگوں کا علم بھی ہے جو تم میں سے ہفتہ کے بارے میں حد سے بڑھ گئے، اور ہم نے بھی کہہ دیا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ۔“

”اس آیت میں بہت بڑا سبق اور نصیحت ہے، لیکن ان کے لیے جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں، تو یہاں بنی اسرائیل کی قوم کا تذکرہ ہے کہ جب ان کو منع کیا گیا کہ اللہ کا حکم ہے کہ ہفتہ کے دن شکار نہیں کرنا تو انھوں نے تاویلاتِ فاسدہ سے اور سرکشی میں بڑھ کر اللہ کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ کو اتنا زبردست غصہ آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس دنیا میں سزا دے دی، اور ان کو ذلیل ترین بندر بنادیا۔ یہ کس وجہ سے مصیبت ان پر آن پڑی؟ صرف ان کی اپنی غلطی اور کوتاہی کی وجہ سے اور تین دن بعد اس ساری قوم کا جو کہ بندر بن گئی تھی، خاتمہ ہو گیا اور ان کا اس روئے زمین پر وجود بھی باقی نہ رہا۔“ (تفسیر ابن کثیر)

اس نافرمانی اور سرکشی کی بدولت بدترین درجے کے گمراہ بن گئے۔ اللہ نے فرمایا:

﴿أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَآوًا وَأَضَلُّ سَبِيلًا﴾ (الفرقان: ۳۴)

”وہ لوگ بدترین درجہ میں ہیں، اور سیدھے راستے سے سب سے زیادہ گمراہ ہیں۔“

یہ آیت گذشتہ آیت کی مزید وضاحت کر رہی ہے کہ اللہ کی نافرمانی کے سبب ان پر پہلی مصیبت یہ آئی کہ بندر اور خنزیر بن گئے۔ اور پھر اللہ نے ان کو راہِ راست سے بھٹکا دیا۔

نا فرمان اور سرکش آدمی کو جب تکلیف پہنچتی ہے تو وہ واویلا کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ پر مختلف بہتان بازیاں باندھتا اور کفریہ باتیں کہتا ہے کہ اس مصیبت کے لیے کیا صرف میں ہی رہ گیا تھا؟ کیا اللہ کو اور کوئی دوسرا آدمی نظر نہیں آیا تھا؟ لیکن اس کے برعکس اللہ کی تابعداری کرنے والا، جب اس کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے، تو وہ اس پر صبر کرتا ہے۔ اور اس صبر کا اللہ تعالیٰ اس کو بہتر اجر دیتا ہے۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے

ارشاد فرمایا:

((مَا مِنْ شَيْءٍ يُصِيبُ الْمُؤْمِنَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا حَزَنٍ وَلَا وَصَبٍ، حَتَّىٰ أَلْهَمَ بِهِمُ، إِلَّا يَكْفُرُ اللَّهُ بِهِ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ.)) ❶

”مومن کو جب بھی کوئی مصیبت، غم یا دکھ پہنچتا ہے حتیٰ کہ کوئی فکر جو اسے پریشان کرے، اس کے سبب اللہ تعالیٰ مومن کے گناہ مٹا دیتا ہے۔“

مومن آدمی کو جب بھی کوئی تکلیف، غم، فکر، پریشانی اور مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ ان مصائب کے بدلے معاف کر دیتا ہے۔ اس لیے تکالیف و مصائب میں اللہ کو یاد رکھنا چاہیے، اور یاد رکھنے کا طریقہ کیا ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا أَصَابَ أَحَدُكُمْ مُصِيبَةٌ فَلْيَقُلْ: إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ: أَللَّهُمَّ عِنْدَكَ أَحْتَسِبُ مُصِيبَتِي فَأَجْرُنِي فِيهَا وَابْدِلْنِي مِنْهَا خَيْرًا.)) ❷

جب تم میں سے کسی کو کوئی مصیبت پہنچے تو اس کو چاہیے کہ وہ یہ کلمات کہے: ((إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ: أَللَّهُمَّ عِنْدَكَ أَحْتَسِبُ مُصِيبَتِي فَأَجْرُنِي فِيهَا وَابْدِلْنِي مِنْهَا خَيْرًا.))

”ہم اللہ کے لیے ہیں، اور یقیناً ہم نے اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اے اللہ! میری یہ مصیبت تیری طرف سے ہے، اور تو ہی مجھے اس سے نجات عطا فرما، اور اس مصیبت کے بدلے بہتر بدلہ عطا فرما۔“

❶ سنن ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماء فی ثواب المريض، رقم: ۹۶۶۔ سلسلة الصحيحة، رقم:

❷ سنن ترمذی، ابواب التفسیر، رقم: ۳۳۵۱۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

قیامت والے دن وہ لوگ جو دنیاوی مصائب و آلام میں مبتلا رہے، اور اس پر صبر کرتے رہے وہ مزید حرص کریں گے کہ ہمیں دنیا میں اس سے بھی زیادہ مصیبت دی جاتی، تاکہ وہ اجر و ثواب میں مزید بڑھ جاتے، جیسا کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

((يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِينَ يُعْطَى أَهْلُ الْبَلَاءِ الثَّوَابَ

لَوْ أَنَّ جُلُودَهُمْ كَانَتْ قُرْصَتٍ فِي الدُّنْيَا بِالْمَقَارِضِ .)) ❶

”عافیت پانے والے قیامت کے دن مصائب و آلام کا ثواب دیکھ کر خواہش کریں گے؛ کاش! دنیا میں ان کی کھالیں قینچی سے کاٹ دی جاتیں۔“

تو ہر صاحب عقل کو یہ چاہیے کہ ان احادیث کی روشنی میں وہ طریقہ اختیار کرے جو کہ اللہ کے نبی ﷺ نے بتایا ہے اور جس میں انسان کی نجات ہے۔ اسی طرح سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی معظم ﷺ نے فرمایا:

((مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ

وَلَا أَذًى وَلَا غَمٍّ حَتَّى الشُّوْكَةِ يُشَاكُهَا إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا مِنْ

خَطَايَاهُ .)) ❷

”مسلمان کو جب بھی کوئی دکھ، تکلیف، غم، فکر، حتیٰ کہ وہ کاٹا جو کہ اس کو لگتا ہے،

اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس کی خطاؤں کو معاف فرما دیتا ہے۔“

اس لیے اگر آخرت میں اجر و ثواب کے حریص ہو تو مصائب پر صبر کرو۔ اللہ تعالیٰ عمل کی

توفیق عطا فرمائے۔ آمین!



❶ سنن ترمذی، ابواب الزہد، رقم: ۲۴۰۲۔ سلسلۃ الصحیحۃ، رقم: ۲۲۰۶۔

❷ صحیح بخاری، کتاب المرضی، رقم: ۵۶۴۲۔

باب نمبر 5

دنیاوی مصائب کا حل

عقیدہ توحید مضبوط کرنا:

دنیا آخرت کی کھیتی ہے جو اعمال انسان اس دنیا کے اندر کرے گا ویسی ہی اس کو جزاء دی جائے گی۔ مثل مشہور ہے:

((الدُّنْيَا مَزْرَعَةٌ الْآخِرَةُ))

”دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔“

بالفاظ دیگر: جیسا کرو گے، ویسا بھر و گے
اور جیسا بوؤ گے، ویسا کاٹو گے

یہ دنیا دار العمل ہے، یہاں انسان کو اس لیے بھیجا گیا ہے تاکہ آخرت کی کامیابی کے لیے کوشش کرے، لہذا سب سے پہلے انسان کے کرنے کا کام یہ ہے کہ اس کا عقیدہ توحید پختہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ اگر عقیدہ توحید نہیں تو کچھ بھی نہیں، عقیدہ توحید کے بغیر اس کے دنیا میں زندہ رہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ عمل کی قبولیت کی شرائط میں سے پہلی شرط عقیدہ توحید ہے۔ اگر آدمی مسلمان ہے، لیکن عقیدہ توحید والا نہیں، شرک کی ملاوٹ ہے تو پھر اس کی زندگی کی تمام نیکیاں، صدقہ و خیرات، نمازیں، نوافل، تہجد پڑھنا، قرآن پڑھنا پڑھانا اور علم سیکھنا سکھانا سب بے کار ہے۔ کیونکہ اسلام نام ہی اصل میں توحید کا ہے۔ جیسا کہ نبی معظم ﷺ کی حدیث سے واضح ہے:

((قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا الْإِسْلَامُ؟ قَالَ: الْإِسْلَامُ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ

وَلَا تُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا.)) ❶

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۹۷.

”سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے کہا: اے اللہ کے رسول! اسلام کیا ہے؟ فرمایا: اسلام

یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔“

سیدنا سفیان بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! قُلْ لِي فِي الْإِسْلَامِ قَوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا بَعْدَكَ؟ وَفِي حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ غَيْرُكَ. قَالَ: قُلْ آمَنْتُ بِاللَّهِ ثُمَّ اسْتَقِمَّ.)) ❶

”میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے اسلام کے بارہ میں ایک بات بتا دیجیے کہ پھر میں آپ کے بعد کسی سے نہ پوچھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہو! میں اللہ پر ایمان لایا، پھر اس پر جم جاؤ۔“

مزید اللہ کے پیارے پیغمبر کی حدیث ہے، جس کو پڑھنے کے بعد دل و دماغ تروتازہ، اور توحید پرستی کی ترغیب دیتی ہے:

((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: إِنَّ اللَّهَ سَيَخْلِصُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي عَلَى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَنْشُرُ عَلَيْهِ تِسْعَةَ وَتِسْعِينَ سَجَلًا كُلُّ سَجَلٍ مِثْلُ مِدِّ الْبَصَرِ، ثُمَّ يَقُولُ: أَتَنْكِرُ مِنْ هَذَا شَيْئًا؟ أَظْلَمَكَ كَتَبَتِي الْحَافِظُونَ؟ فَيَقُولُ: لَا يَا رَبِّ! فَيَقُولُ: أَفَلَاكَ عُذْرٌ؟ فَيَقُولُ: لَا يَا رَبِّ! فَيَقُولُ: بَلَى إِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً، فَإِنَّهُ لَا ظُلْمَ عَيْنًا الْيَوْمَ، فَتَخْرُجُ بِطَاقَةٍ فِيهَا: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، فَيَقُولُ: احْضُرْ وَزَنَّاكَ، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ مَا هَذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هَذِهِ السَّجَلَاتِ؟

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب جامع اوصاف الاسلام، رقم: ۱۵۹.

فَقَالَ: إِنَّكَ لَا تُظْلَمُ، قَالَ فَتَوَضَّعُ السَّجَّالَاتُ فِي كَفَّةٍ، وَالْبِطَاقَةُ فِي كَفَّةٍ فَطَاشَتْ السَّجَّالَاتُ وَتَقَلَّتْ الْبِطَاقَةُ، فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اسْمِ اللَّهِ شَيْءٌ. ((❶

”سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ساری مخلوق کے سامنے (حساب کتاب کے لیے) الگ کرے گا۔ اس شخص کے (اعمال کے) ننانوے رجسٹر اس کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے۔ ان میں سے ہر رجسٹر تاحد نگاہ طویل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس سے دریافت فرمائے گا: کیا تم اپنے ان گناہوں سے انکار کرتے ہو؟ کہیں میرے فرشتوں نے تجھ پر ظلم تو نہیں کیا؟ بندہ عرض کرے گا: نہیں، یا رب! پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: اچھا ٹھہرو! ہمارے پاس تمہاری ایک نیکی ہے۔ آج تم پر کسی قسم کا ظلم نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ ایک کاغذ کا ٹکڑا نکالا جائے گا جس میں ((أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ)) لکھا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اپنے وزن کے لیے چلا جا۔ بندہ عرض کرے گا: اے میرے رب! ان ننانوے رجسٹروں کے مقابلے میں اس کاغذ کے ٹکڑے سے کیا بنے گا؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کے بعد اس کے سارے (گناہ کے) رجسٹر ایک پلڑے میں رکھے جائیں گے اور وہ کاغذ کا ایک ٹکڑا دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا۔ (گناہوں کے) ننانوے رجسٹر ہلکے ہو جائیں گے اور وہ کاغذ کا ٹکڑا بھاری ہو جائے گا، اور اللہ تعالیٰ کے نام سے بھاری واقعی کوئی چیز نہیں۔“

❶ سنن ترمذی، کتاب الایمان، رقم: ۲۶۳۹۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

اندازہ لگائیے! اس سے بڑھ کر اور کیا خوشی ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت کا داخلہ نصیب فرمادے۔ لیکن یہ معاملہ ایسے آدمی کا ہے جو موحد ہے، توحید کا ماننے والا ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں غیر موحد لوگوں کے لیے بہت اچھا سبق ہے کہ وہ توحید کا اقرار کر لیں، اور اللہ کی الوہیت، ربوبیت اور اس کی دیگر صفات میں شرک چھوڑ دیں، کیونکہ یہ ایسا گناہ ہے کہ جس کی وجہ سے انسان دائمی طور پر جہنمی ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ۝﴾ (النساء: ۱۱۶)

”اے اللہ قطعاً نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، ہاں شرک کے علاوہ گناہ جس کے چاہے صاف فرما دیتا ہے۔ اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔“

تو مشرک آدمی کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کہا ہے، اور واضح کر دیا ہے کہ مشرک کو اللہ تعالیٰ کبھی بھی معاف نہیں کرے گا۔ باقی دنیا کا ہر ایک گناہ معاف ہو سکتا ہے لیکن کفر و شرک سے جب تک توبہ نہ کی جائے اس وقت تک دنیا میں یہ معاف نہیں ہو سکتا، لیکن مرنے کے بعد توبہ کا تصور ہی نہیں ہے، اور مشرک آدمی پر اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لیے جنت حرام کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝﴾ (المائدة: ۷۲)

”جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے۔ اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے، اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے۔ اور گنہگاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا ہے کہ مشرک پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے، جس آدمی نے شرک نہ کیا ہوگا اور اس کے علاوہ جتنے بھی گناہ کیے ہوئے ہوں گے، ان کی

سزا پوری ہونے کے بعد بالآخر وہ جنت میں چلا جائے گا، لیکن مشرک نہیں جائے گا۔
 دیکھیں نبی کریم ﷺ کی زبانی کفار مکہ سے کہا جا رہا ہے کہ تم لوگ زمین میں گھوم کر
 ان قوموں کا انجام اپنی آنکھوں سے کیوں نہیں دیکھ لیتے جو تمہاری طرح مشرکین تھے، اور
 اپنے انبیاء کی دعوت توحید کا انکار کر دیا تھا، تو اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا تھا، اور ان کی بستیوں
 کے کھنڈرات اب تک ان کی ذلت و رسوائی کی گواہی دے رہے ہیں:

﴿قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ
 كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ۖ فَلَقَمُوا وُجُوهَ الَّذِينَ الَّذِينَ الْفَقِيمِ مِنْ قَبْلِ أَنْ
 يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ يُصَدِّقُونَ ۖ (۳۲) مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ
 كُفْرُهُ ۖ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلَا نَفْسَ لَهُ يَمْهَدُونَ ۖ (۳۳) لِيَجْزِيَ الَّذِينَ
 آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ۖ (۳۴)﴾

(الروم: ۴۲ تا ۴۵)

”اے میرے نبی! آپ کہہ دیجیے کہ تم لوگ زمین میں چلو اور جا کر دیکھو کہ تم سے
 پہلے جو لوگ گزرے ہیں، ان کا کیا انجام ہوا، اُن میں سے اکثر لوگ مشرک
 تھے۔ پس اے نبی! آپ درست دین (دین اسلام) پر قائم ہو جائیے، اُس دن
 کے آنے سے پہلے جسے اللہ کی طرف سے کوئی ٹال نہیں سکتا ہے، جس دن لوگ
 جدا جدا ہو جائیں گے، جو آدمی کفر کرے گا اس کے کفر کا وبال اسی پر آئے گا، اور
 جو لوگ نیک عمل کریں گے وہ اپنے ہی لیے بھلائی کی راہ ہموار کریں گے۔ تاکہ
 اللہ ایمان اور عمل صالح والوں کو اپنے فضل سے اچھا بدلہ دے، وہ یقیناً کافروں کو
 پسند نہیں کرتا ہے۔“

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ رقم طراز ہیں: ”کفر و شرک کی تباہ کاریوں کے بیان کرنے کے
 بعد نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کی راہ نجات یعنی دین اسلام کی طرف رہنمائی کی گئی ہے، اور

انہیں نصیحت کی گئی ہے کہ دنیا و آخرت کی بربادیوں سے بچنے کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ وہ اسلام کو دین و شریعت کی حیثیت سے قبول کر لیں اور اپنی زندگی میں اس کے احکام کو جاری و ساری کر لیں، اس روزِ قیامت کے آنے سے پہلے جب فرصتِ عمل ختم ہو جائے گی، اور لوگ دو جماعتوں میں بٹ جائیں گے، ایک جماعت جنت میں بھیج دی جائے گی اور دوسری جہنم کے شعلوں کے حوالے کر دی جائے گی، جیسا کہ اسی سورت کی آیت (۱۴) میں آیا ہے: ﴿وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُومِنُ يَتَفَرَّقُونَ﴾ ”جس دن وہ ساعت برپا ہوگی، اس دن سب انسان گروہوں میں بٹ جائیں گے۔“

یہ دنیا دارِ العمل ہے، یہاں انسان کو اس لیے بھیجا گیا ہے تاکہ آخرت کی کامیابی کے لیے کوشش کرے، تو جو شخص دین اسلام کو چھوڑ کر کفر کی راہ اختیار کرے گا، قیامت کے دن اُسے اپنے کفر کا مزا چکھنا ہوگا، اس لیے کہ اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا ہے۔ اور جو لوگ نیک عمل کریں گے وہ اپنے لیے جنت میں گھر بنائیں گے، تاکہ قیامت کے دن اللہ انہیں اپنے فضل و کرم سے وہاں بھیج کر ان کے ایمان و عمل صالح کا اچھا بدلہ دے۔ [تیسیر الرحمن: ۱۱۴۷/۲]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر، محسنِ انسانیت، سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنَ الْإِيمَانِ)) ❶

”جس آدمی کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا اس کو جہنم سے نکال دیا جائے گا۔“

”ابوسعید خدری فرماتے ہیں: جس کو شک گزرے تو وہ قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کی

تلاوت کر لے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكَ حَسَنَةً يُّضَعِفْهَا وَيُؤْتِ

مِنْ لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ (النساء: ۴۰)

❶ سنن ترمذی، باب ماجاء ان للنار نفسین، رقم: ۲۵۹۸۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

”بے شک اللہ ایک ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا، اور اگر کوئی نیکی ہوتی ہے، تو اُسے کئی گنا بڑھاتا ہے، اور اپنے پاس سے اجر عظیم عطا کرتا ہے۔“
لیکن کافروں کو ان کی نیکیوں کا بدلہ دنیا ہی میں مل جائے گا، آخرت میں ان کی کوئی نیکی ان کے کام نہیں آئے گی۔“^①

ایمان تو توحید ہی کی بناء پر ہوتا ہے لہذا اندازہ لگائیے کہ شرک کس قدر بڑا گناہ ہے۔
اللہ کے پیغمبر کی ایک اور حدیث اس کی وضاحت فرما رہی ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((يُعَذَّبُ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ التَّوْحِيدِ فِي النَّارِ حَتَّى يَكُونُوا فِيهَا حُمَمًا ثُمَّ تُدْرِكُهُمُ الرَّحْمَةُ فَيُخْرَجُونَ وَيُطْرَحُونَ عَلَى أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، قَالَ فَيَرْسُ عَلَيْهِمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْمَاءَ فَيَنْبَتُونَ كَمَا يَنْبَتُ الْعُثَاءُ فِي حُمَالَةِ السَّيْلِ ثُمَّ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ.))^②

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب اہل توحید میں سے لوگوں کو سزا دی جائے گی حتیٰ کہ وہ جل کر کوند بن جائیں گے تو اللہ کی رحمت خاص ان پر آئے گی۔ وہ جہنم سے نکال کر جنت کے دروازے پر لائے جائیں گے، پھر جنت والے ان پر پانی پھینکیں گے، تو وہ اس انگوری کی طرح اُگ پڑیں گے کہ جو سیلابی پانی میں اُگتی ہے، پھر وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔“
توحید پرست ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ توحید پرست گناہ نہیں کرتا، یا اگر گناہ کرتا ہے تو اس پر باز پرس نہ ہوگی، بلکہ اگر گناہ گار ہے تو اپنے گناہوں کے مطابق سزا پانے کے بعد جنت میں داخل ہو جائے گا۔ تو ایسے ہی توحید پرست لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

① صحیح مسلم، کتاب الإیمان، رقم: ۳۰۲۔

② سنن ترمذی، باب ایضاً، رقم: ۲۵۹۷۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۲۴۵۱۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (الاحقاف: ۱۳)

”بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پالنہار اللہ ہے، پھر اس پر جے رہے تو ان پر نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“

تو دنیا میں سب سے پہلا کام جو کہ انسان کو کرنا چاہیے وہ عقیدہ کی اصلاح یعنی توحید پرست ہونا ہے۔ اگر عقیدہ توحید کا ہے تو پھر آخرت میں کامیابی ہے، ورنہ جہنم ایسے لوگوں کا انتظار کر رہی ہے جن کا عقیدہ قرآن و سنت اور فہم و عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے منہج کے مطابق نہیں ہے۔ اللہ ہم سب کو عقیدہ توحید عطا فرمائے۔ آمین!

سنت رسول ﷺ کے ساتھ تمسک:

دنیاوی مصائب اور فتنوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کا ایک ذریعہ تمسک بالسنة النبوية الصحيحة بھی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((وَسَتَرُونَ مِنْ بَعْدِي اخْتِلَافًا شَدِيدًا ، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ ، عَصُوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَالْأُمُورَ الْمُحْدَثَاتِ ، فَإِنْ كُلَّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.)) ❶

”میرے بعد عنقریب تم سخت قسم کے اختلافات کا سامنا کرو گے، پس ان حالات میں تم میری سنت کو، اور میرے خلفائے راشدین جو کہ ہدایت یافتہ ہیں، کی سنت کو لازم پکڑو۔ بلکہ اپنی داڑھوں سے اسے مضبوط کر کے پکڑ لینا، اور بدعات سے بچنا، کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔“

کیونکہ آپ ﷺ کی سنت میں خیر ہے، آپ علیہ السلام اپنے ہر خطبہ میں یہ بات ارشاد

❶ سنن ابن ماجہ، المقدمة، رقم: ۴۲۔ سنن ترمذی، رقم: ۲۶۷۶۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

فرمایا کرتے تھے:

((أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ خَيْرَ الْأُمُورِ كِتَابُ اللَّهِ، وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ.)) ❶

”اما بعد! یقیناً بہترین اور خیر کے اُمور میں سے اللہ کی کتاب ہے، اور پھر محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور سنت کا خیر ہے۔“

تقویٰ اختیار کرنا:

تقویٰ یعنی اللہ کا ڈر، یہ ایک ایسا عمل ہے کہ آج تک جس انسان نے بھی اس عمل کو اختیار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو دنیا اور آخرت کی بھلائیوں اور کامرانیوں سے نوازا ہے، کیونکہ انسان کو نجات دلانے والی چیز نیک اعمال ہیں، اور نیک اعمال تقویٰ ہی کی بناء پر انسان کر سکتا ہے۔ اور تقویٰ کی وجہ سے ہی انسان گناہوں سے بچ سکتا ہے۔ آئیے قرآن و حدیث کی روشنی میں سمجھتے ہیں کہ تقویٰ کیا ہے؟ اور اس کے ثمرات کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت میں تقویٰ اور اس کے ثمرات کچھ اس طرح بیان فرمائے ہیں:

﴿فَمَنِ اتَّقَىٰ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ ❷

(الاعراف: ۳۵)

”تو جو کوئی تقویٰ (خوف الہی) کی راہ اختیار کرے گا، اور عمل صالح کرے گا، اسے نہ مستقبل کا کوئی ڈر ہے، اور نہ ماضی کا کوئی غم۔“

تقویٰ کیا ہے؟ چنانچہ

((هِيَ امْتِنَالٌ أَوْ امْرَمٌ تَعَالَى، وَاجْتِنَابٌ نَوَاهِيهِ بِفِعْلِ كُلِّ مَأْمُورٍ بِهِ تَرْكُ كُلِّ مَنَهَى عَنْهُ حَسَبَ الطَّاقَةِ.)) ❸

❶ سنن ابن ماجہ، المقدمة، رقم: ۴۵۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

❷ فتح القدیر، للشوکانی: ۸۳۹/۲۔

”تقویٰ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی فرماں برداری کرنے اور اس کے منع کیے

ہوئے کاموں سے حسب طاقت اجتناب کرنے کا نام ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے متعلق اپنی مخلوق کو حکم دیا کہ:

﴿وَاتَّقُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْأُولِينَ﴾ (الشعراء: ۱۸۴)

”اور اس اللہ سے ڈرو جس نے تم کو پیدا کیا اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا۔“

اللہ کے نبی ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وصیت فرما رہے ہیں:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَسَافِرَ فَأَوْصِيْنِي. قَالَ: عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللَّهِ، وَالتَّكْوِيرِ عَلَى كُلِّ شَرَفٍ، فَلَمَّا وَلَّى الرَّجُلُ، قَالَ: اللَّهُمَّ اطْوِلْهُ الْبُعْدَ وَهَوِّنْ عَلَيْهِ السَّفَرَ.)) ❶

”سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے

رسول! میں سفر پر جانا چاہتا ہوں تو آپ مجھے وصیت کریں۔ آپ ﷺ نے

فرمایا: اللہ کے ڈر کو لازم پکڑ، اور بلندی پر چڑھتے ہوئے ”اللہ اکبر“ کہو۔ جب وہ

آدمی جانے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! اس کے سفر کی دوری کو لپیٹ

دے (کم کر دے) اور امن کے سفر کو اس پر آسان کر دے۔“

اللہ کے نبی ﷺ نے سب سے پہلے اللہ سے ڈرنے کی وصیت فرمائی ہے۔ کیونکہ اللہ

کا ڈر انسان کو دنیاوی ضلالتوں سے نکال کر اخروی عزتوں کا راہی بنا دیتا ہے۔ سیدنا ابو ذر رضی اللہ

سے مروی ہے کہ نبی محسن ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنِّقِ اللَّهَ حَيْثُ مَا كُنْتَ، وَاتَّبِعِ السَّبِيلَةَ الْحَسَنَةَ تَمَحُّهَا،

وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ.)) ❷

❶ سنن ترمذی، کتاب الدعوات، رقم: ۳۴۴۵۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”حسن“ کہا ہے۔

❷ سنن ترمذی، کتاب البر والصلة، رقم: ۱۹۸۷۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”حسن“ قرار دیا ہے۔

”تم جہاں کہیں بھی ہو، اللہ سے ڈر کر رہو، اور برائی کے پیچھے نیکی کرو، تیری نیکی

اس گناہ کو ختم کر دے گی، اور لوگوں کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آؤ۔“

اس حدیث میں بھی اللہ کے نبی ﷺ تقویٰ کے بارے میں ارشاد فرما رہے ہیں کہ انسان جہاں کہیں بھی ہو، اکیلا ہو یا لوگوں میں ہو، سفر میں ہو یا حضر میں، ہر جگہ اللہ سے ڈر کر رہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ وَاتَّقُونِ يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ﴾

(البقرة: ۱۹۷)

”اور زادِ راہ (سفر کا خرچ) لے لیا کرو، بے شک سب سے اچھا زادِ راہ سوال

سے پچنا ہے، اور اے عقل والو! مجھ سے ڈرتے رہو۔“

”اہل یمن جب حج کے لیے آتے تو اپنے ساتھ زادِ راہ نہ لاتے، اور کہتے کہ ہم نے اللہ پر توکل کیا ہوا ہے، اور جب مکہ پہنچتے تو لوگوں سے بھیک مانگتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، کہ تم لوگ جب حج کے لیے نکلو تو اپنا زادِ راہ لے کر چلو تا کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی نوبت نہ آئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عقل و خرد والو! میرے عتاب و عذاب سے ڈرو، اور میرے اوامر و نواہی کی مخالفت نہ کرو۔“ [تیسیر الرحمن: ۱۱۰، ۱۰۹، ۱]

اللہ تعالیٰ نے حج کے لیے جب زادِ راہ لے کر چلنے کی نصیحت کی، تو تقویٰ کا حکم دیا۔ اور بتھاضائے بشریت اگر کوئی غلطی اور خطا ہو بھی جائے تو فوراً نیکی کرو، اللہ اس نیکی کے بدلے گناہ کو ختم فرما دیتا ہے، اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک بھی نیکی ہے۔ اور یہ تقویٰ (اللہ کا ڈر) ایسا عمل ہے کہ جس کی وجہ سے انسان جنت کا مہمان بن جاتا ہے، اور اللہ کا محبوب ترین انسان بن جاتا ہے۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حسن انسانیت ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ، الْغَنِيَّ، الْخَفِيَّ.)) ❶

”بے شک اللہ تعالیٰ متقی، مال دار جو پوشیدہ مال خرچ کرتا ہے۔ جیسے بندوں سے محبت کرتا ہے۔“

اللہ کے نبی ﷺ اللہ سے تقویٰ کی دعا کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الْهُدٰی وَالتَّقٰی ، وَالعِفَافَ وَ الْغِنٰی .)) ❶

”اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت کا، تقویٰ (پرہیزگاری) کا اور غنی ہونے کا سوال کرتا ہوں۔“

تقویٰ دل میں ہوتا ہے، زبان کے ساتھ اقرار کرنے سے آدمی متقی نہیں بنتا، بلکہ جب تک دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا نہ ہو جائے۔ آدمی متقی نہیں بنتا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((التَّقْوٰی هٰهٰنَا [وَيُشِيرُ اِلٰی صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ] .)) ❷

”تقویٰ انسان کے دل میں ہوتا ہے۔ نبی ﷺ نے تین مرتبہ اپنے دل کی طرف اشارہ فرمایا۔“

تو معلوم ہوا کہ کسی انسان کے ظاہری حلیہ کو دیکھ کر، اس کی صوفیانہ رنگت و لباس کو دیکھ کر، اس کے ظاہری الفاظ کو دیکھ کر، اس کے ظاہری کردار کو دیکھ کر یہ فیصلہ کرنا کہ یہ بہت نیکو کار اور پرہیزگار ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ اصل تقویٰ، اللہ کا خوف، دل میں ہوتا ہے۔ اسی طرح کسی کے ظاہری برے اعمال کو دیکھ کر اسے حقیر نہیں جاننا چاہیے، کیونکہ دل کے حالات کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے دل میں کوئی وصف محمود ہو، جس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اسی بات کی مزید وضاحت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی نبی ﷺ کی اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔

❶ صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، رقم: ۲۷۲۱۔

❷ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، رقم: ۲۵۶۴۔

((إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ)) ❶

”بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال کی طرف نہیں دیکھتا، بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔“

قاضی عیاض رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”اللہ تمہاری صورتوں اور مالوں پر ثواب نہیں دیتا، بلکہ تمہارے دلوں میں جو نیکی کی نیت ہے، اس کو دیکھ کر جزاء اور ثواب دیتا ہے۔“

تقویٰ دل میں ہوتا ہے، اگر دل میں تقویٰ، اور اللہ کا ڈر نہیں تو ہم کبھی بھی گناہ سے نہیں بچ سکتے۔ جیسا کہ درج ذیل حدیث مبارکہ سے واضح ہے۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: الْإِمَامُ الْعَادِلُ. وَشَابُّ نَشَأَ بِعِبَادَةِ اللَّهِ. وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ. وَرَجُلَانِ تَحَابَّبَا فِي اللَّهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ. وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالَ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ يَمِينُهُ مَا تُنْفِقُ شِمَالُهُ. وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا ففَاضَتْ عَيْنَاهُ.)) ❷

”قیامت والے دن اللہ سات آدمیوں کو اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے گا، جس دن کوئی سایہ نہیں ہوگا، صرف اللہ کے عرش کا سایہ ہوگا، عادل حکمران۔ وہ نوجوان جو کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتا ہے۔ وہ آدمی جس کا دل مسجد کے ساتھ

❶ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، رقم: ۲۵۶۴۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، رقم: ۱۵۳۱۔

انکا ہوا ہے۔ اور وہ دو آدمی جو کہ اللہ کی رضا کے لیے آپس میں ملتے ہیں، اور اللہ کے لیے ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں۔ اور وہ آدمی جسے کوئی حسب و نسب والی حسین عورت برائی کی دعوت دے اور وہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اور وہ آدمی جو کہ چھپا کر صدقہ کرے۔ حتیٰ کہ اس کے دائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو کہ اس کے بائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔ اور وہ آدمی جو کہ علیحدگی میں اللہ کو یاد کرتا ہے، تو اس کی آنکھوں میں اللہ کے ڈر سے آنسو بہہ نکلتے ہیں۔“

اس حدیث مبارکہ میں ہمارا محل استشہاد دو مقام ہیں ایک وہ آدمی جس کو کوئی حسین و جمیل عورت دعوت گناہ دیتی ہے۔ تو وہ اللہ کے ڈر کی وجہ سے انکار کر دیتا ہے کہ میں اللہ کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ اور دوسرا وہ آدمی جو کہ اللہ کو تنہائی میں یاد کرتا ہے اور اللہ کے ڈر کی وجہ سے رو پڑتا ہے کہ اے اللہ! ہم گنہگار ہیں! ہم میں اتنی طاقت نہیں کہ تیرے غضب و غصے کا مقابلہ کر سکیں، ہمیں معاف فرما۔ تو دیکھئے! اب یہ دونوں کام وہی آدمی کر سکتا ہے کہ جس کے دل میں اللہ کا ڈر اور خوف ہے، ورنہ جو اللہ کا نافرمان اور سرکش ہے، وہ یہ کام نہیں کر سکتا۔

اللہ کے پیغمبر ﷺ اللہ کا خوف رکھنے والے انسانوں کا تذکرہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے کیا کرتے تھے۔ چنانچہ سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں:

((أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا فِيمَنْ سَلَفَ أَوْ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ ، قَالَ - كَلِمَةً : يَعْنِي - أَعْطَاهُ اللَّهُ مَالًا وَوَلَدًا ، فَلَمَّا حَضَرَتِ الْوَفَاةُ قَالَ لِبَنِيهِ : أَيُّ أَبِ كُنْتُمْ لَكُمْ ؟ قَالُوا خَيْرٌ أَب ، قَالَ فَإِنَّهُ لَمْ يَتَّبِعْ - أَوْ لَمْ يَتَّبِعْ - عِنْدَ اللَّهِ خَيْرًا وَإِنْ يَقْدِرَ اللَّهُ عَلَيْهِ يَعَذِّبُهُ ، فَانْظُرُوا إِذَا مِتُّ فَأَحْرِقُونِي حَتَّى إِذَا صِرْتُ فَحْمًا فَاسْحَقُونِي - أَوْ قَالَ : فَاسْبَحْكُونِي فَإِذَا كَانَ يَوْمُ رِيحٍ عَاصِفٍ فَأَذْرُونِي فِيهَا فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ : فَاخْذُ مَوَائِقَهُمْ عَلَى ذَلِكَ وَرَبِّي فَفَعَلُوا ثُمَّ أَذْرَوْهُ فِي

يَوْمَ عَاصِفٍ ، فَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ : كُنْ فَإِذَا هُوَ رَجُلٌ قَائِمٌ قَالَ
اللَّهُ أَيُّ عَبْدِي مَا حَمَلَكَ عَلَيَّ أَنْ فَعَلْتَ مَا فَعَلْتَ قَالَ
مَخَافَتُكَ أَوْ فَرَقٌ مِنْكَ - قَالَ : فَمَا تَلَا فَاهُ أَنْ رَحِمَهُ عِنْدَهَا ،
وَقَالَ مَرَّةً أُخْرَى ، فَمَا تَلَا فَاهُ غَيْرُهَا .)) ❶

”نبی کریم ﷺ نے پچھلی اُمتوں میں سے ایک شخص کا ذکر کیا۔ اس کے متعلق
آپ نے ایک کلمہ فرمایا: یعنی اللہ نے اسے مال و اولاد سب کچھ دیا تھا۔ جب اس
کے مرنے کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے لڑکوں سے پوچھا کہ میں تمہارے
لیے کیسا باپ ثابت ہوا، انھوں نے کہا کہ بہترین باپ، اس پر اس نے کہا کہ
لیکن تمہارے باپ نے اللہ کے ہاں کوئی نیکی نہیں بھیجی اور اگر کہیں اللہ نے مجھے
پکڑ لیا تو سخت عذاب دے گا تو دیکھو جب میں مرجاؤں تو مجھے جلا دینا، یہاں
تک کہ جب میں کوئلہ ہو جاؤں تو اسے خوب پیس لینا اور جس دن تیز آندھی
آئے، اس میں میری یہ راکھ اڑا دینا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس پر اس
نے اپنے بیٹوں سے پختہ وعدہ لیا۔ اور اللہ کی قسم کہ ان لڑکوں نے ایسا ہی کیا۔
اُسے جلا کر راکھ کر ڈالا، پھر انھوں نے اس کی راکھ کو تیز ہوا کے دن اڑا دیا۔ پھر
اللہ تعالیٰ نے کُنْ کا لفظ فرمایا کہ ہو جا، تو وہ فوراً ایک مرد بن گیا، جو کھڑا ہوا تھا۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے بندے! تجھے کس بات نے اس پر آمادہ کیا کہ تو
نے یہ کام کرایا۔ اس نے کہا: تیرے خوف نے، بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو
کوئی سزا نہیں دی، بلکہ اس پر رحم فرمایا۔“

اور اسی طرح جو لوگ اللہ سے ڈر کر گناہ نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے انعام
تیار کر رکھے ہیں۔ چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

❶ صحیح بخاری، کتاب التوحید، رقم: ۷۵۰۸.

﴿لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَعَدَ اللَّهُ لَا يَخْلِفُ اللَّهُ الْوَعَادَ ۝﴾

(الزمر: ۲۰)

”ہاں وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈر گئے، ان کے لیے بالا خانے ہیں، جن کے اوپر بھی بالا خانے بنے ہوئے ہیں اور ان کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں۔ اللہ کا وعدہ ہے، اور اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔“

ایسے لوگوں کے لیے جو اللہ سے ڈرتے ہیں، ان کے لیے جنت ہے، اور جنت میں بلند و بالا، عالی شان اور کئی منزلوں پر مشتمل محل ہوں گے، جن کے نیچے نہریں ہوں گی۔ اور اس تقویٰ کی بناء پر اللہ تعالیٰ انسان کو اس کے دشمنوں سے محفوظ کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِنْ تَصْبِرُوا وَاتَّقُوا لَا يَصُدُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۝﴾ (آل عمران: ۱۲۰)

”اور اگر تم صبر کرو گے، اور اللہ سے ڈرتے رہو گے تو ان کا مکر و فریب تمہیں کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ بے شک اللہ ان کے کرتوتوں کا اچھی طرح احاطہ کرنے والا ہے۔“

مسلمانوں کو اللہ کی آزمائش پر صبر کی عادت ڈالنی چاہیے۔ ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ اور تقویٰ و بندگی کی راہ اختیار کرنی چاہیے۔ اگر مسلمان ایسا کریں گے تو ان کے دشمنوں کا مکر و فریب، ان کی دھوکہ بازی مسلمانوں کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ اس لیے جو اللہ سے ڈرتا ہے، اس پر بھروسہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ان کے مقاصد میں کامیاب کرتا ہے۔ اور اگر آج بھی ہمارے مسلمان بھائی اس نسخہ کو استعمال کریں۔ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کے آگے ہاتھ نہ پھیلائیں تو کامیابی ان کے قدم چومے گی، اور عزت و سیادت ان کے سر کا تاج ہوگی۔ جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۝﴾ (الطلاق : ۲)

”اور جو اللہ سے ڈر گیا، اللہ اس کے لیے نئی و تکلیف سے نکلنے کا راستہ میسر کرتا ہے۔“

امام شوکانی رحمہ اللہ نے فتح القدیر میں اس آیت کی تفسیر میں ایک حدیث نقل کی ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((جَاءَ عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ ابْنِي أَسْرَهُ الْعَدُوِّ وَجَزَعَتْ أُمُّهُ، فَمَا تَأْمُرُنِي؟ قَالَ: أَمْرُكَ وَإِيَّاهَا أَنْ تَسْتَكْثِرَا مِنْ قَوْلٍ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، فَقَالَتِ الْمَرْأَةُ نَعَمْ مَا أَمَرَكَ. فَجَعَلَا يَكْثِرَانِ مِنْهَا: فَتَغَقَّلَ عَنْهُ الْعَدُوُّ، فَاسْتَأَقَ عَنْهُمْ، فَجَاءَ بِهَا إِلَى أَبِيهِ، فَتَنَزَّلَتْ: ﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا﴾.))

سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے:

”اے اللہ کے رسول! میرے بیٹے کو دشمن قیدی بنا کر لے گئے ہیں اور اس کی ماں اس کے غم میں بہت زیادہ غمگین ہے۔ تو آپ کا ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم دونوں ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ“ اس کو کثرت کے ساتھ پڑھو۔ تو اس نے اپنی بیوی کو بتایا تو اس نے کہا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے تجھے بہت اچھا حکم دیا ہے۔ پس وہ دونوں کثرت کے ساتھ ان الفاظ کو پڑھتے رہے، حتیٰ کہ دشمن کی قید سے ان کا بیٹا رہا ہو گیا، اور اپنے ساتھ دشمنوں کے جانوروں کے ریوڑ کو بھی اپنے باپ کے پاس لے آیا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔“

معلوم ہوا جو آدمی اللہ سے ڈرتا ہے، اس کے اس ڈرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے کاموں کو آسان کر دیتا ہے، اللہ اسے اپنی مدد اور نصرت سے نوازتا ہے، دنیاوی و اخروی

عذاب سے نجات عطا کرتا ہے، سچائی کی توفیق دیتا ہے، اپنی معیت کی خوشخبری دیتا ہے، غموں، دکھوں اور پریشانیوں سے نجات دیتا ہے، جنت کی بشارت دیتا ہے، مغفرت کا وعدہ کرتا ہے اور ہر ڈرنے والے (مقتی) کو ساری مخلوق سے فوقیت دیتا ہے اور اپنے ہاں بھی عزت عنایت کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝۱۳﴾

(الحجرات: ۱۳)

”بے شک اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہے۔ یقیناً اللہ کی ذات ہر بات کو جاننے والی ہے اور ہر بات سے باخبر ہے۔“

معلوم ہوا کہ اللہ کا خوف، انسان کو پستی سے اٹھا کر بلندی پر، مصیبت سے نکال کر سہولت پر، تنگی سے نکال کر کشادگی پر، رزق کی کمی کو ختم کر کے کثرت پر اور دنیا میں سے ہر شخص پر افضلیت اور فوقیت کے مقام پر پہنچا دیتا ہے، اور آخرت میں نجات کا پروانہ عطا کرتا ہے۔

اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچانے کی تدبیر:

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر فرض کر دیا ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ سے بچائیں۔ خود بھی نیک عمل کریں اور اہل و عیال سے بھی نیک عمل کروائیں۔ ایمان والوں کے لیے صرف یہی کافی نہیں کہ خود صالح بن جائیں اور اہل و عیال کی فکر نہ کریں، وہ جو کچھ چاہے کرتے رہیں، اور ایمان والوں کو ان کی بد اعمالی کی پرواہ نہ ہو۔ اگر ایمان والے اپنے آپ کو صالح بنا کر ایک فرض سے سبکدوش ہو جائیں تو وہ یہ نہ سمجھیں کہ ان کی ذمہ داری ختم ہوگئی۔ بلکہ اہل و عیال کی اصلاح و تربیت بھی ان کے ذمہ ہے۔ جس طرح خود جہنم کی آگ سے بچنے کے لیے کوشش کرتے ہیں، نیک اعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح ان پر اپنے اہل و عیال کی بھی اصلاح ضروری ہے، ورنہ اصلاح نہ کرنے کی باز پرس ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا

فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ
وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ
وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ①﴾ (التحریم: ۶)

”اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ،
جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، اس پر ایسے فرشتے مقرر ہیں، جو بڑے تند خو اور
سخت مزاج ہیں اللہ جو بھی ان کو حکم دے، وہ اس کی تعمیل کرتے ہیں، نافرمانی نہیں
کرتے ہیں، بلکہ وہی کرتے ہیں جس کا ان کو حکم ملتا ہے۔“

اس آیت مبارکہ میں اس کی وضاحت فرمادی گئی ہے کہ جہاں اپنے آپ کو آگ سے
بچانے کے لیے نیک اعمال کرنے ہیں، وہاں اپنے اہل و عیال کو بھی بچانے کی کوشش کرنی
چاہیے، کیونکہ مرد کو اللہ تعالیٰ نے حکمرانی دی ہے، اور بیوی، بچے اس کے ماتحت ہوتے ہیں، تو
اسی لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے فرمایا کہ پہلے اپنے آپ کو بچانے کے لیے کوشش کرو اور پھر اپنے
اہل و عیال یعنی اپنے بیوی، بچوں اور رشتے داروں کو بھی بچانے کی کوشش کرو، جیسا کہ رسول
اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((أَلَا كُتِبَ لَكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ فَلَا مِيرَ الَّذِي
عَلَى النَّاسِ رَاعٍ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى
أَهْلِ بَيْتِهِ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا
وَوَلَدِهِ، وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ
مَسْئُولٌ عَنْهُ أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ. ②))
”خبردار ہو جاؤ، تم میں سے ہر شخص حکمران ہے اور تم میں ہر شخص سے اس کی

① صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، رقم: ۴۷۲۴.

رعیت کے متعلق باز پرس ہوگی۔ امام جو لوگوں پر حکمران ہوتا ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔ مرد اپنے گھر والوں پر حکمران ہوتا ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر والوں اور اس کی اولاد پر حکمران ہوتی ہے اور اس سے ان کی متعلق باز پرس ہوگی۔ اور آدمی کا غلام اپنے آقا کے مال پر حکمران ہوتا ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق باز پرس ہوگی۔ الغرض تم میں سے ہر شخص حکمران ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔“

لہذا معلوم ہوا کہ جہاں اپنی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے، وہاں اپنے بیوی بچوں کے لیے بھی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر ہم خود نماز پڑھتے ہیں تو اپنی بیوی بچوں کو بھی اس کا حکم دیں، اگر خود نفل و نوافل پڑھتے ہیں، تلاوت قرآن مجید کرتے ہیں تو اپنے اہل و عیال کو بھی اس کی ترغیب دیں اور انھیں حکماً کہیں۔ اور گھر میں ایسا ماحول پیدا کریں کہ گھر والوں کا تزکیہ نفس ہوتا رہے۔ نبی کائنات ﷺ نے فرمایا:

((مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ)) ❶

”جب تمہاری اولاد سات سال کی ہو جائے تو اسے نماز کا حکم دو، اور جب وہ دس سال کی ہو جائے تو نماز (نہ پڑھنے) پر اسے مارو اور علیحدہ بستر پر سلاؤ۔“

اور سختی بھی ایسی کرنی ہے، جس طرح کہ اللہ کے پیغمبر ﷺ نے کرنے کی اجازت دی ہے۔ جیسا کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

((نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الضَّرْبِ فِي الْوَجْهِ)) ❷

❶ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ رقم: ۴۹۵۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”حسن صحیح“ قرار دیا ہے۔

❷ صحیح مسلم، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۵۰۔

”رسول اللہ ﷺ نے چہرے پر مارنے سے منع فرمایا۔“

ایسے ہی نبی مکرم ﷺ اپنے اہل و عیال کو جہنم سے بچنے کی ترغیب دلا رہے ہیں، اور اس بات کا اعلان کر رہے ہیں کہ میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ اس لیے اپنے لیے نیک اعمال کر لو حتیٰ کہ اپنی پیاری بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بھی فرمایا کہ اے بیٹی! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔ جیسا کہ نبی ﷺ سے منقول درج ذیل حدیث ہے:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ (الشعرا: ۲۱۴) دَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قُرَيْشًا، فَاجْتَمَعُوا، فَعَمَّ وَخَصَّ. فَقَالَ: يَا بَنِي كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِي مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ، أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ، أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ، أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِي هَاشِمٍ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا فَاطِمَةُ! أَنْقِذِي نَفْسَكَ مِنَ النَّارِ فَإِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا.)) ❶

”سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ تو رسول اللہ ﷺ قریش والوں کو جمع کر کے، فرمانے لگے: اے بنی کعب بن لوی! اپنے نفسوں کو آگ سے بچالو۔ اے بنی مرہ بن کعب بن کعب! اپنے نفسوں کو آگ سے بچالو۔ اے بنی عبد شمس! اپنے نفسوں کو جہنم کی آگ سے بچالو۔ اے بنی عبد مناف! اپنے نفسوں کو جہنم کی آگ سے بچالو۔ اے بنی ہاشم! اپنے نفسوں کو جہنم کی آگ سے بچالو۔ اے فاطمہ! اپنی جان کو جہنم کی

آگ سے بچالو۔ میں اللہ کے ہاں تمہیں کسی چیز سے نہیں بچا سکتا۔“

اندازہ لگائیے کہ سب قریش والوں کو اکٹھا کیا، پھر ہر قبیلے کا نام لے کر فردا فردا اعلان کیا اور آخر میں اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی کہہ دیا۔ تاکہ لوگوں پر یہ واضح ہو جائے کہ پیغمبر کے اہل میں سے بھی اس وقت تک کوئی نجات نہیں پاسکتا، جب تک کہ وہ خود بھی نیک اعمال نہ کرے۔

تو جو لوگ دوسروں کو گارنٹی دیتے ہیں کہ جو چاہو سو کرو، جو چاہو سو کھاؤ، جو چاہو سو پیو۔ حلال کھاؤ، حرام کھاؤ، نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں، تو پھر ایسے لوگوں کو اللہ کے پیغمبر کی یہ حدیث پڑھ کر اصلاح کرنی چاہیے۔ ایک حدیث میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

((يَا فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ سَلِّينِي مَا شِئْتُ لَا أَعْنِي عَنْكَ مِنْ اللَّهِ شَيْئًا)) ❶

”اے میری بیٹی! دنیا کے مال سے جو میرے پاس ہے جو مانگنا چاہتی ہے، مانگ لے لیکن میں اللہ کے دربار میں تجھ کو نہیں بچا سکوں گا۔“

اس لیے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ نیک اعمال میں بڑھ چڑھ کر کوشش کرے، اور ہر طرح کی بڑائی سے خواہ مالی ہو یا بدنی، زبان سے ہونے والی ہو یا ہاتھ سے ہونے والی، کسی کے حق میں ہو یا اپنے حق میں اس سے بچنا چاہیے۔ جیسا کہ درج ذیل حدیث مبارکہ میں اس کی وضاحت ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ إِذَا أَتَانِي رَجُلَانِ فَأَخَذَ بِضَبْعِي فَأَتِيَا بِي جَبَلًا وَعُرًا فَقَالَ: اِصْعَدْ. فَقُلْتُ إِنِّي لَا أَطِيقُ فَقَالَ: إِنَّا سَنَسْهَلُهُ لَكَ فَصَعِدْتُ حَتَّى كُنْتُ فِي سَوَاءِ الْجَبَلِ إِذَا بِأَصْوَاتٍ شَدِيدَةٍ

قُلْتُ، مَا هَذِهِ الْأَصْوَاتُ؟ قَالُوا هَذَا عَوَاءُ أَهْلِ النَّارِ، ثُمَّ انْطَلَقَ بِي فَإِذَا أَنَا بِقَوْمٍ مُعَلَّقِينَ بِعَرَاقِيهِمْ مُشَقَّقَةً أَشَدَّ أَهْلَهُمْ تَسِيلُ أَشَدَّ أَهْلَهُمْ دَمًا، فَقُلْتُ: مَنْ هَؤُلَاءِ؟ قَالَ: هَؤُلَاءِ الَّذِينَ يُفْطِرُونَ قَبْلَ تَحَلِّيهِ صَوْمِهِمْ فَقَالَ: نَقَرِ ثُمَّ انْطَلَقَ بِي أَشَدَّ شَيْءٍ إِنِّي تَقَاحًا وَأَنْتَنُهُ رِيحًا وَأَسْوَأُهُ مَنْظَرًا فَقُلْتُ: مَنْ هَؤُلَاءِ؟ فَقَالَ هَؤُلَاءِ الْبَانَهُنَّ، الزَّانُونَ وَالزَّوَانِي، ثُمَّ انْطَلَقَ بِي فَإِذَا أَنَا بِنِسَاءٍ تَنْهَشُ ثَدْيَهُنَّ الْحَيَاتُ قُلْتُ مَا بَالُ هَؤُلَاءِ؟ قَالَ: هَؤُلَاءِ يَمْنَعْنَ أَوْلَادَهُنَّ الْبَانَهُنَّ ثُمَّ انْطَلَقَ بِي فَإِذَا أَنَا بِعِلْمَانٍ يَلْعَبُونَ بَيْنَ نَصْرَيْنِ. قُلْتُ: مَنْ هَؤُلَاءِ؟ قَالَ: هَؤُلَاءِ ذُرَارِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ثُمَّ شَرَفَ لِي شَرَفٌ فَإِذَا أَنَا بِثَلَاثِ شُرْبُونٍ مِنْ خَمْرِ لَهُمْ. قُلْتُ مَنْ هَؤُلَاءِ؟ قَالَ: هَؤُلَاءِ جَعْفَرُ وَزَيْدُ وَابْنُ رَوَاحَةَ ثُمَّ شَرَفَنِي شَرَفًا آخَرَ فَإِذَا أَنَا بِتَفْرِ ثَلَاثَةٍ قُلْتُ: مَنْ هَؤُلَاءِ؟ قَالَ: هَذَا إِبْرَاهِيمُ وَمُوسَى وَعِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُمْ يَنْظُرُونَكَ. ((❶

”اس حال میں کہ میں سو رہا تھا میرے پاس دو آدمی آئے۔ انھوں نے میرے بازو کو پکڑا، پھر مجھے ایک دشوار گزار پہاڑ کے پاس لے گئے۔ انھوں نے مجھ سے کہا: چڑھیے۔ میں نے کہا: میں اس پر نہیں چڑھ سکتا۔ انھوں نے کہا: ہم اس کو آپ کے لیے آسان کر دیں گے۔ میں پہاڑ پر چڑھا حتیٰ کہ جب میں پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا تو مجھے شدید آوازیں سنائی دیں۔ میں نے کہا: یہ آوازیں کیسی ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ دوزخیوں کا شور و غل ہے۔ (وہ درد و کرب سے چیخ رہے ہیں) پھر وہ مجھے آگے لے گئے۔ میں ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں کچھ لوگ ایڑیوں کے بل

❶ مستدرک حاکم، رقم: ۲۸۹۱۔ ابن خزیمہ، رقم: ۱۹۸۶، نے اس کو ”صحیح“ کہا ہے۔

لٹکے ہوئے تھے، ان کے جڑے چیرے جارہے تھے، جڑوں سے خون بہہ رہا تھا۔ میں نے کہا: یہ کون لوگ ہیں۔ انھوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ وقت سے پہلے کھول لیا کرتے تھے۔ پھر میں آگے چلا تو میں ایسے لوگوں پر پہنچا جو بہت پھولے ہوئے تھے، اور جن کے (جسموں) سے بہت بدبو آ رہی تھی، اور جن کا منظر بہت ہی برا تھا۔ میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ کفار کے مقتولین ہیں۔ اور پھر وہ مجھے آگے لے چلے اور چلتے چلتے میں ایسے لوگوں پر پہنچا جو بہت پھولے ہوئے تھے، اور ان کے جسموں سے بدبو آ رہی تھی گویا کہ ان کی بدبو پاخانوں کی بدبو تھی۔ میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ زنا کرنے والے مرد اور زنا کرنے والی عورتیں ہیں۔ پھر وہ مجھے آگے لے کر چلے۔ چلتے چلتے میں ایسی عورتوں پر پہنچا جن کے پستانوں کو سانپ نوچ رہے تھے۔ میں نے کہا: یہ عورتیں کون ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنی اولاد کو اپنے دودھ سے روکتی تھیں (ان کو اپنا دودھ نہیں پلاتی تھیں) پھر وہ آگے چلے۔ چلتے چلتے میں چند لڑکوں کے پاس پہنچا جو دو دریاؤں کے درمیان کھیل رہے تھے۔ میں نے کہا: یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ مؤمنین کے بچے ہیں۔ پھر میں ایک اور بلند مقام پر چڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ تین آدمی اپنی شراب پی رہے ہیں۔ میں نے کہا: یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ جعفر بن ابی طالب، زید بن حارثہ اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ پھر انھوں نے مجھے ایک بلند مقام پر چڑھایا۔ میں نے وہاں تین آدمیوں کو دیکھا۔ میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام ہیں، اور وہ (تینوں) مجھے دیکھ رہے تھے۔“

ہر صاحب شعور آدمی کا فرض ہے کہ ان آیات اور احادیث رسول ﷺ کو پڑھ کر اپنی اور

اپنے اہل و عیال کی اصلاح کرے، تاکہ اسے دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی اور کامرانی حاصل ہو۔ اس حدیث مبارکہ کی رُو سے ہر لحاظ سے انسان کی اصلاح کی جاسکتی ہے۔ مرد ہو یا عورت، عام ہو یا خاص ہر ایک کو چاہیے کہ گناہوں سے خود بھی بچے اور اپنے اہل و عیال کو بھی بچائے۔

جب ہم گذشتہ فرمودات پر خود عمل کریں گے اور عمل کروانے کی کوشش کریں گے تو پھر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ایسے لوگوں پر صادق آتا ہے جو اس پر عمل کرتے اور کرواتے ہیں۔

﴿ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَآزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ ۝ فِيهَا مَا تَشْتَهُيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ ۝ وَأَنْتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝﴾ (الزحرف : ۷۰-۷۱)

”تم اور تمہارے جوڑے کے لوگ ہشاش بشاش جنت میں چلے جاؤ۔ ان کے چاروں طرف سے سونے کی رکابیاں اور سونے کے گلاسوں کا دور لگا دیا جائے گا، ان کے جی جس چیز کی خواہش کریں اور جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں، سب وہاں ہوگا، اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔“

☆.....☆.....☆

باب نمبر 6

دنیا کی حیثیت

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی کیا قدر و منزلت ہے، اور اس کو حاصل کرنے والے اور اس کی حرص رکھنے والے کے بارے میں شرعی احکام کیا ہیں؟ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَلَا إِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ مَلْعُونٌ مَا فِيهَا، إِلَّا ذِكْرُ اللَّهِ وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمٌ أَوْ مُتَعَلِّمٌ)) ❶

”خبردار! بے شک دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے، وہ ملعون (اللہ کی رحمت و بخشش سے دُور) ہے مگر عالم دین، یا طالب علم اور اللہ کا ذکر، اور جو شخص ان چیزوں پر کاربند ہے۔“

تو معلوم ہوا کہ اس دنیا اور اس میں موجود اشیاء کی حیثیت اور ان کی قدر اللہ کے ہاں کچھ بھی نہیں ہے مگر صرف تین چیزوں کی قدر و منزلت ہے۔ ایک عالم دین، دوسرے نمبر پر اللہ کا ذکر اور تیسرے نمبر پر وہ شخص جو ان دونوں چیزوں پر کاربند ہے۔

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللَّهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ مَا سَقَى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةً مَاءً)) ❷

”اگر اللہ کے نزدیک اس دنیا کی حیثیت ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ کسی کافر کو اس دنیا سے پانی کا ایک گھونٹ بھی نصیب نہ کرتا۔“

❶ مجمع الزوائد، باب فی فضل العالم والمتعلم، رقم الحديث: ۴۹۲۔ سنن ترمذی، رقم: ۲۳۲۲۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”حسن“ کہا ہے۔

❷ سنن ترمذی، باب ماجاء فی هوان الدنيا رقم: ۲۳۲۰۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۹۴۰۔

اسی طرح نبی محسن ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ ہے جس کے راوی سیدنا مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ ہیں، وہ کہتے ہیں:

((كُنْتُ مَعَ الرُّكْبِ الَّذِينَ وَقَفُوا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَلَى السَّخْلَةِ الْمَيْتَةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَتَرَوْنَ هَذِهِ هَانَتْ عَلَى أَهْلِهَا حِينَ أَلْقَوْهَا. قَالُوا: مِنْ هَوَانِهَا أَلْقَوْهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: فَالذُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللَّهِ مِنْ هَذِهِ عَلَى أَهْلِهَا.)) ❶

”میں ان لوگوں کے ساتھ تھا جو کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک مردہ بکری کے بچے پر کھڑے تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس مردہ بکری کے بچے کو دیکھ رہے ہو۔ کہ یہ اپنے مالک کے نزدیک کس قدر حقیر ہوگا، جب اس نے اس کو پھینکا ہوگا۔ انھوں نے کہا: اس نے اس کو حقیر سمجھ کر ہی پھینکا ہے اے اللہ کے رسول! نبی معظم ﷺ نے فرمایا: دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس مردہ بکری کے بچے سے بھی زیادہ حقیر ہے۔“

مردہ جانور کو کس قدر حقیر سمجھا جاتا ہے، اگر کہیں پڑا ہوا ہو تو ہم ناک پر ہاتھ یا کپڑا رکھ کر گزرتے ہیں۔ اس سے بے حد نفرت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ حقیر اور ذلیل ہے۔ اس لیے ہمیں دنیا کی نہیں، آخرت کی فکر کرنی چاہیے، کیوں کہ دنیا آخرت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے یہ تو صرف ایک ”دارالامتحان“ ہے۔ یہ صرف اسی شخص کو اچھی لگتی ہے جو شیطان کا دوست ہے، اور جو اللہ کا دوست ہے۔ وہ اس دنیا فانی میں ہر وقت اللہ کو راضی کرنے میں مصروف نظر آتا ہے، تو دنیا آخرت کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتی ہے۔ چنانچہ نبی مکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ مُسْتَوْرِدًا أَخَا بَنِي

❶ سنن الترمذی، باب البضأ۔ رقم: ۲۳۲۱۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

فَهَرٍ . قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَاذَا يَرْجِعُ . ❶

”قیس بن ابی حازم بیان کرتے ہیں کہ میں نے مستورد جو کہ بنی فہر کا بھائی تھا، سے سنا۔ اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا آخرت کے مقابلہ میں اس طرح ہے کہ جب کوئی آدمی اپنی انگلی کو دریا میں ڈالتا ہے تو دیکھے کہ اس کی انگلی نے اس دریا سے کتنا حصہ لیا ہے۔“

جب سمندر یا دریا میں انگلی ڈالیں تو اتنے بڑے سمندر یا دریا میں کیا کمی واقع ہوگی، اور اس انگلی ڈالنے والے نے اس سمندر سے کیا حاصل کیا؟ کچھ بھی نہیں۔ بالکل اسی طرح یہ دنیا آخرت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے تو اس لیے آخرت کے لیے کوشش کرنی چاہیے نہ کہ دنیا کے لیے۔



❶ سنن ترمذی، باب ایضاً، رقم: ۲۳۲۳۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

باب نمبر 7

دنیا کی زندگی محبوب اور دل پسند

کفار اور مشرکین کے لیے دنیا کی زندگی کو خوش رنگ اور دل پسند بنا دیا گیا ہے، اس پر وہ خوش اور مطمئن ہیں، مال و دولت جمع کرتے ہیں اور اسے فی سبیل اللہ خرچ کرنے سے گریز کرتے ہیں، اور مسلمانوں سے مذاق کرتے ہیں کہ وہ فقیر ہیں، ان کا زعم باطل یہ ہے کہ دنیاوی مال و متاع ہی حقیقی سعادت ہے، پس جو اس سے محروم رہا وہ بد بخت ہے، لیکن مؤمنین دنیا سے بے رغبتی برتتے ہیں، اور جو مال حاصل کرتے ہیں، اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو سعادت کا باعث سمجھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ روزِ قیامت ان کا ٹھکانہ علیین ہوگا، اور کفار ”اسفل السافلین“ میں ہوں گے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿زَيْنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَيَسْعُرُونَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (٢١٢)

(البقرہ: ۲۱۲)

”اہل کفر کے لیے دنیا کی زندگی خوشنما بنا دی گئی ہے، اور وہ اہل ایمان کا مذاق اڑاتے ہیں، اور اہل تقویٰ کو قیامت کے دن کافروں پر فوقیت حاصل ہوگی، اور اللہ جسے چاہتا ہے، بے حساب روزی دیتا ہے۔“

اور سورۃ ال عمران میں ارشاد فرمایا:

﴿زَيْنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ النَّهَايَةِ﴾ (آل عمران: ۱۴)

”لوگوں کے لیے خواہشات کی محبت خوبصورت بنا دی گئی ہے، یعنی عورتوں کی محبت، بیٹوں کی محبت، سونے اور چاندی کے خزانوں کی محبت، پلے ہوئے گھوڑوں، چوپایوں اور کھیتی کی محبت، یہ ساری چیزیں دنیاوی زندگی کا سامان ہیں، اور اچھا ٹھکانا تو اللہ کے پاس ہے۔“

ڈاکٹر لقمان سلفی لکھتے ہیں:

”((حُبُّ الشَّهَوَاتِ)) میں اس طرف اشارہ ہے کہ آدمی اپنی شہوتوں سے اندھی محبت کرتا ہے، حالانکہ یہ شہوتیں جب حد اعتدال سے بڑھ جاتی ہیں تو اصحابِ حکمت و دانائی کے نزدیک قابلِ حقارت ہو جاتی ہیں، اور اُن کا غلام بہائم سے قریب ہو جاتا ہے۔ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ نقصان دہ کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔ اور اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

﴿إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ﴾ (التغابن: ۱۴)
یعنی ”تمہاری بعض بیویاں اور اولاد تمہارے دشمن ہیں، تم ان سے بچ کر رہو۔“
اور فرمایا:

﴿كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنَافٍ ۚ إِنَّ رَأَاهُ اسْتَغْنَى ۚ﴾ (العلق: ۶-۷)
یعنی ”انسان اپنے آپ سے باہر ہو جاتا ہے، جب وہ اپنے آپ کو دولت میں گھرا ہوا دیکھ لیتا ہے۔“ [تیسیر الرحمن: ۱/۲۸۸]

دنیا میٹھی اور سرسبز ہے:

رسول کریم ﷺ نے اس دنیا کو میٹھی اور سرسبز قرار دیا ہے، سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ هَذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلُوَّةٌ فَمَنْ أَخَذَهُ بِحَقِّهِ وَوَضَعَهُ فِي حَقِّهِ

فَنِعْمَ الْمَعُونَةُ هُوَ بَعِيرٌ حَقَّهُ كَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ. ❶

”یقیناً یہ مال بیٹھا اور سر سبز ہے، پس جس شخص نے اسے اس کے حق کے ساتھ لیا اور جائز طریقوں سے اسے استعمال کیا تو یہ بڑی اچھی مدد ہے۔ اور جس نے اسے ناحق طریقے سے کمایا اور ناجائز مقامات پر اسے صرف کیا تو ایسے ہی جیسے کوئی شخص کھاتا ہے اور شکم سیر نہیں ہوتا۔“

☆.....☆.....☆

باب نمبر 8

دنیا سے محبت اور موت سے نفرت

فی زمانہ ملتِ اسلامیہ زندگی کے ہر شعبے میں ذلت، انتشار، فرقہ بندی، بد اخلاقی، ذہنی آوارگی اور فکر و نظریاتی الحاد میں مبتلا ہے۔

یہ امر واقع ہے کہ کافر قوموں نے ہماری تہذیب و تمدن اور ہمارے نظریات پر بھرپور طریقے سے ڈاکہ زنی کی ہے، اہل مغرب کے سفید ہاتھی اور کیمونسٹ بلاک کے سرخ دیونے اسلام سے ایسا خوفناک انتقام لیا ہے کہ اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی، کڑوڑ ہا مسلمان قوتِ کردار سے محروم ہو کر، کافرانہ اور باطلانہ طاغوتی نظام کی نظر ہو کر تنکوں کی طرح بہتے ہی چلے جا رہے ہیں۔ اِلَا مَنْ رَحِمَ رَبِّی۔

سچ فرمایا رسولِ مکرم، خاتم الانبیاء، صادق و صدوق پیغمبر ﷺ نے کہ،
 ((يُوشِكُ الْأَمَمُ أَنْ تَدَاعَىٰ فَعَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَىٰ قَصْعَتِهَا، فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ، وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزَعَنَّ اللَّهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمْ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ، وَلَيَقْذِفَنَّ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ: حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ.)) ❶

”عنقریب غیر مسلم مسلح قومیں تمہاری سرکوبی کیلئے ایک دوسرے کو بائیں کی، اور پھر سب مل جل کر تم پر دھاوا بول دیں گی، جیسا کہ بہت کھانے والے افراد ایک

❶ سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، رقم: ۴۲۹۷۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ، رقم: ۹۵۶۔

دوسرے کو بلا کر دسترخوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ ایک صحابی نے عرض کیا! حضور! کیا اس وقت ہماری تعداد بہت تھوڑی ہوگی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ اس وقت تم تعداد میں بہت زیادہ ہو گے، لیکن تمہاری حیثیت سیلاب کے جھاگ اور خس و خاشاک سے زیادہ نہ ہوگی۔ اس وقت اللہ عز و جل کا فیصلہ یہ ہوگا کہ دشمن قوموں کے دل میں تمہارا رعب ختم ہو جائے گا، اور تمہارے دل ”وہن“ کا شکار ہو جائیں گے، کسی اور صحابی نے پوچھا: یا رسول اللہ! ”وہن“ سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دنیا سے محبت اور موت سے نفرت۔“

﴿بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْآخِرَةَ خَيْرٌ ۝ وَأَبْقَى ۝﴾

(الاعلیٰ: ۱۶، ۱۷)

”بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت زیادہ بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔“

”اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لیکن اے بنی نوع انسان! تم وہ نہیں کرتے جو آخرت میں تمہاری کامیابی و کامرانی کا سبب بنے، بلکہ دنیا کی فانی لذتوں کے لیے سرگرداں رہتے ہو، حالانکہ آخرت دنیا سے کہیں بہتر ہے، اس کی نعمتیں لازوال ہیں اور دنیا دیر فانی ہے۔ مالک بن دینار کا قول ہے کہ اگر دنیا فنا ہو جانے والے سونے کی بنی ہوئی، اور آخرت لازوال ٹھیکرے کی، تو لازوال ٹھیکرے کو فانی سونے پر ترجیح دینا واجب ہوتا، چہ جائیکہ آخرت لازوال سونے کی بنی ہوئی ہے، اور دنیا فانی ٹھیکرے کی۔“ [تیسیر الرحمن: ۱۷۲۹/۲]

☆.....☆.....☆

باب نمبر 9

طالب دنیا کا انجام

اعمالِ صالحہ کے بدلے میں جس کا مطمع نظر صرف دنیا کی زندگی اور اس کا عیش و آرام اور ریاست و قیادت کا حصول ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے ان اعمال کا بدلہ اس کی نیت اور ارادہ کے مطابق دیتا ہے، اس میں کوئی کمی نہیں ہوتی، لیکن آخرت میں اسے ان اعمالِ صالحہ کا کوئی اچھا بدلہ نہیں ملے گا، بلکہ نفاق اور ریاکاری کی وجہ سے جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزَيَّنَّتْهَا نُوْفٍ إِلَيْهِمْ أَعْمَالُهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُنْعَسُونَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبِطُلٍّ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝﴾

(ہود: ۱۵-۱۶)

”جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی خوش رنگیاں چاہتا ہے، تو ہم دنیا ہی میں اس کے اعمال کا پورا بدلہ دیتے ہیں، اور اس میں ان کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی جاتی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں آخرت میں عذابِ نار کے سوا کچھ نہیں ملے گا، اور جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا ہوگا ضائع ہو جائے گا، اور جو کچھ وہاں کرتے رہے تھے (ایمان کے بغیر) بیکار ہی تھا۔“

قرآن کریم اور فرقانِ حمید نے اس مضمون کو ”سورة الاسراء“ میں بیان کیا ہے کہ جو آدمی اعمالِ صالحہ کے ذریعے دنیاوی مال و متاع اور فائدوں کا طلبگار ہوتا ہے، اللہ اسے اس کی نیت کے مطابق اس کا بدلہ دنیا میں چکا دیتا ہے، لیکن آخرت میں اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا، اور جو آدمی

آخرت کا طلبگار ہوتا ہے، اللہ اسے جنت عطا کرے گا، ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ لُّرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلُهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا ۝۱۸ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ۝۱۹ كُلًّا مُّجِدًّا

(الاسراء: ۱۸-۱۹-۲۰)

”جو کوئی دنیا چاہتا ہے، تو ہم ان میں سے جس کو جتنا چاہتے ہیں اس دنیا میں سے دے دیتے ہیں، پھر اس کا ٹھکانا جہنم مقرر کر دیتے ہیں، جس میں وہ ذلیل و رسوا ہو کر داخل ہوگا، اور جو کوئی آخرت چاہتا ہے، اور اسی کے لیے اس جیسی کوشش کرتا ہے، اس حالت میں کہ وہ مومن ہوتا ہے، تو ان کی کوششوں کا انہیں پورا بدلہ چکایا جائے گا۔ (اے میرے نبی!) آپ کے رب کی بخششوں سے ہم ہر ایک کو دیتے ہیں، اور آپ کے رب کی بخشش رکی ہوئی نہیں ہے۔“

اللہ رب العزت کے لطف و کرم کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ اس کے جو نیک بندے ہیں وہ اپنے اعمالِ صالحہ کے بدلے اس کی رضا اور خوشنودی اور حصولِ جنت کا ارادہ کرتے ہیں، اور اللہ ان کے ہر عملِ صالح کا دس سے سات سو گنا تک ثواب دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے اس سے بھی زیادہ دیتا ہے، اور جن کا مقصد دنیا اور اس کی عارضی لذتوں کا حصول ہوتا ہے، وہ انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دنیا میں ہی دے دیتا ہے، اور آخرت میں کوئی خوشی اور مسرت ان کا مقدر نہ ہوگی، وہاں ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَّصِيبٍ ۝۲۰﴾

(الشوری: ۲۰)

”جو شخص آخرت کی کھیتی (یعنی اجر و ثواب) کا خواہاں ہوتا ہے، ہم اس کی کھیتی

میں اضافہ کرتے ہیں، اور جو شخص دنیا کی کھیتی (یعنی فائدہ) چاہتا ہے تو ہم اسے اس کا کچھ حصہ دے دیتے ہیں، اور آخرت میں اجر و ثواب کا اسے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔“

یہ آیات کریمہ اُن لوگوں کے لیے عبرت ہیں جو اعمالِ صالحہ تو کرتے ہیں لیکن ان میں اخلاص اور اللہیت نہیں ہے، تو وہ اعمالِ قیامت کے دن ان کے لیے وبالِ جان بن جائیں گے، اور جہنم ان کا ٹھکانہ ہوگا، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”روزِ قیامت جب حساب شروع ہوگا تو اللہ تعالیٰ سب سے پہلے ایک ایسے آدمی کو بلائے گا جو بظاہر اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے قتل ہوا تھا۔ اس سے پوچھے گا کہ تو نے کیا عمل کیا تھا؟ تو وہ کہے گا کہ اے اللہ! میں نے تیری راہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا، تو اللہ تعالیٰ کہے گا کہ تو نے جہاد اس لیے کیا تھا کہ لوگ تجھے مجاہد کہیں، سو یہ بدلہ تجھے دنیا میں مل گیا، پھر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اسی طرح ریاکار مالدار اور ریاکار عالم کو گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔“^①

دنیا کے بندے کے لیے ہلاکت:

سرورِ کونین، نبی اکرم ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے:

((تَعَسَّ عَبْدُ الدِّينَارِ وَالِدَرَّهْمَ وَالْقَطِيفَةَ وَالْخَمِيصَةَ))^②

”دینار اور درہم کا بندہ، چادر کا بندہ، اور کمبل کا بندہ ہلاک ہو۔“

مال اور اولاد صرف دنیاوی زندگی کی زینت ہیں:

دینار و درہم اور اولاد دنیاوی زندگی کی زیب و زینت ہیں، ان سے محبت کرنے والا

درحقیقت دنیا کا بندہ ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَةُ الصَّالِحَةُ خَيْرٌ

① صحیح مسلم، رقم: ۱۹۰۵.

② صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسير، رقم: ۲۸۸۶.

عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرًا مِّمَّا ۖ (۳۶) ﴿الکھف: ۴۶﴾

”مال اور پیٹے دنیاوی زندگی کی زینت ہیں، اور باقی رہنے والے نیک اعمال آپ کے رب کے نزدیک اجر کے اعتبار سے زیادہ بہتر ہیں اور اللہ سے اچھی امید کے اعتبار سے بھی۔“

مذکورہ بالا آیت کریمہ دنیاوی نعمتوں کی فنایت اور ناپائیداری کو واضح کر رہی ہے، مال و اولاد صرف حیات دنیا کی زیب و زینت ہیں، انسان ان دونوں نعمتوں سے صرف یہاں دنیا کی زندگانی میں فائدہ اٹھاتا ہے، اور قدر و منزلت حاصل کرتا ہے، جبکہ آخرت میں تو صرف اعمال صالحہ انسان کے لیے کارگر ثابت ہوں گے، انہی اعمال کے ذریعے ان کے درجات بلند ہوں گے، اور یہی لوگ سرخرو ہوں گے، اور انہی لوگوں کو جنت میں ابدی نعمت ملے گی۔

☆.....☆.....☆

باب نمبر 10

دنیا میں منہمک نہ ہو جاؤ بلکہ

اس سے بے نیازی برتو

جو شخص دنیا میں منہمک ہو جاتا ہے تو دنیا کی محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے، جب بندہ دنیا کی محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے تو یادِ الہی سے یکسر غافل ہو جاتا ہے، اور دنیا کی دلفریب بہاروں اور رنگینیوں میں کھو جاتا ہے، جوں جوں دولت مند بننے کے شوق میں اس کی رنگین بہاروں میں غرق ہو جاتا ہے، ویسے ویسے اصل مقصد یعنی آخرت سے دور ہوتا چلا جاتا ہے، اور انسانیت کے محسنِ اعظم رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَتَّخِذُوا الضَّعْفَةَ فَتَرْغَبُوا فِي الدُّنْيَا)) ①

”تم دنیا کو اس طرح حاصل نہ کرو، کہ اس میں منہمک ہو جاؤ۔“

مزید برآں آپ نے فرمایا:

((إِيَّاكَ وَالتَّنَعُّمَ فَإِنَّ عِبَادَ اللَّهِ لَيَسُوءَا مِنَ الْمُتَنَعِّمِينَ)) ②

”راحت اور عیش کی زندگی گزارنے سے بچو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سچے بندے وہ

ہیں جو راحت اور عیش کی زندگی نہیں گزارتے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا شانہ پکڑا اور

ارشاد فرمایا:

((كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ))

① صحیح سنن ترمذی، ابواب الزہد، رقم: ۲۳۲۸۔ مسند احمد: ۱/۳۷۷۔ مسند حمیدی، رقم: ۱۲۲۔

② مسند احمد: ۳۴۳/۵۔ مجمع الزوائد: ۱۰/۲۵۰۔ سننسلۃ الأحادیث الصحیحة، رقم: ۳۵۳۔

”دُنیا میں اس طرح رہو جیسے کوئی اجنبی یا مسافر ہو۔“

اس بنا پر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

((إِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تَتَنَظَّرِ الصَّبَاحَ ، وَإِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تَتَنَظَّرِ

الْمَسَاءَ ، وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ .)) ❶

”اگر تمہیں شام تک زندگی ملے تو صبح تک زندگی کی امید مت رکھو۔ اور اگر صبح

تک زندگی ملے تو شام کی امید مت رکھو۔ بیماری سے قبل صحت کو غنیمت جانو اور

موت سے پہلے زندگی کو۔“

مال و جاہ کی محبت انسان کے دین میں تباہی مچاتی ہے:

سیدنا کعب بن اللہؓ اپنے والد گرامی مالک الأنصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول

مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَا ذُبَّانَ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِي غَنَمٍ يَأْفَسِدَ لَهَا مِنْ حَرْصِ الْمَرْءِ

عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِينِهِ .)) ❷

”دو بھوکے بھڑیے جن کو بھڑیوں میں چھوڑ دیا جائے بھڑیوں کے اندر اتنی تباہی

نہیں مچاتے جتنی تباہی مال و جاہ کی محبت انسان کے دین میں مچاتی ہے۔“

زینت و دنیا سے فریب کھانے کی ممانعت:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ”رسول اللہ ﷺ منبر پر رونق افروز تھے،

اور ہم آپ کے گرد بیٹھے تھے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے اپنے بعد تم پر جس چیز کا خطرہ

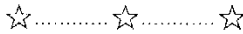
اور خدشہ ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر دنیا کی زینت اور کشادگی کے دروازے کھول دے گا:

ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا خیر کے سبب سے شر بھی آ سکتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ

❶ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، رقم: ۶۴۱۶۔

❷ سنن ترمذی، کتاب الزہد، رقم: ۲۳۷۶۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

اس کے جواب میں خاموش رہے، لوگوں نے اس شخص سے کہا، کیا وجہ ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ سے سوال کر رہے ہو، اور آپ جواب نہیں دے رہے؟ سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر ہم نے دیکھا آپ ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہے، جب آپ ﷺ معمول پر آگئے تو آپ نے پسینہ صاف کیا، پھر فرمایا: وہ سائل کہاں ہے؟ گویا کہ آپ ﷺ نے اس کی تحسین کی، پھر فرمایا: خیر کے سبب سے شر نہیں آتا، فصل بہار جو سبزہ اگاتی ہے تو وہ سبزہ جانوروں کو مار دیتا ہے، یا قریب المرگ کر دیتا ہے سوائے ان جانوروں کے جو سبزہ کھاتے ہیں حتیٰ کہ ان کی کوئیں بھر جاتی ہیں، پھر وہ دھوپ میں لیٹ کر لید اور پیشاب کرتے ہیں، اس کے بعد پھر چرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ مال دنیا سربز اور میٹھا ہے اور مسلمان کا اچھا ساتھی ہے۔ اس مال کا جو حصہ مسکین، یتیم اور مسافر کو دیا، اور جو اس مال کو ناحق لیتا ہے وہ اس جانور کی طرح ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔ اور یہ مال اس کے خلاف روزِ قیامت گواہی دے گا۔“^①



باب نمبر 11

ثواب دنیا

موت کا ایک دن مقرر ہے، نہ اس سے پہلے آسکتی ہے اور نہ اس مقررہ وقت سے مؤخر ہو سکتی ہے، لہذا اپنے نیک اعمال کے ذریعے صرف دنیاوی فوائد و مصالح کے حصول کی نیت نہیں رکھنی چاہئے، کیونکہ جو شخص اپنے اعمالِ صالحہ کے ذریعے دنیاوی فوائد کے حصول کی نیت کرتا ہے تو اس کی چاہت کے مطابق اسے عطا کر دیا جاتا ہے، لیکن آخرت میں اس کا کوئی اجر اسے نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَبْنَا مُوَجَّلًا وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ ﴿١٦٠﴾﴾ (آل عمران: ١٤٥)

”اور کس جان کو اللہ کے حکم کے بغیر موت نہیں آسکتی، اللہ نے ایک وقت مقرر کر دیا ہے، اور جو شخص دنیاوی بدلہ چاہتا ہے تو ہم اسے اس میں سے دیتے ہیں، اور جو اخروی ثواب چاہتا ہے تو ہم اسے اس میں سے دیتے ہیں، اور ہم عنقریب شکر کرنے والوں کو اچھا بدلہ دیں گے۔“

ذرا ساقی کوثر، قدوة الزہاد، امام الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کو دیکھئے، دنیا کے بجائے آخرت کی نعمتوں کو حاصل کرنے میں کس قدر مشغول رہتے ہیں، چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب فرماتے ہیں کہ ”رسول ﷺ چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے اپنا تہبند درست کیا، اس وقت آپ کے پاس صرف یہی کپڑا تھا، آپ کے پہلو پر چٹائی کا نشان پڑا ہوا تھا، پھر میں نے حضور ﷺ کے خزانہ پر نگاہ ڈالی تو

اس میں ایک صاع یعنی تقریباً اڑھائی کلو جو تھے۔ ایک درخت کے پتے بھی کچھ اتنی ہی مقدار کے تھے جن سے چمڑا رنگا جاتا ہے، دیوار پر ایک چمڑا بھی لٹک رہا تھا جو پوری طرح اگا ہوا نہیں تھا (یہ منظر دیکھ کر) میری آنکھیں اشک بار ہو گئیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عمر! کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کیا! حضور کیا اب بھی مجھے رونا نہیں چاہیے کہ چٹائی کے نقوش آپ ﷺ کے پہلو پر ثبت ہو گئے ہیں، آپ کا یہ خزانہ بھی میرے سامنے ہے، حالانکہ آپ اللہ کے برگزیدہ رسول ہیں، ادھر روم اور ایران کے بادشاہوں کو میں عیش و نعمت کی بہاروں میں دیکھتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: عمر! کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ ہمارے لیے آخرت کی نعمتیں ہیں اور انہیں صرف دنیا میں مل رہا ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں، کیوں نہیں۔“ ❶

دنیا و آخرت کی بھلائی مانگنا:

ہر انسان کو دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی اور کامیابی کی دعا کرتے رہنا چاہیے، اور جو لوگ دنیا و آخرت کی بھلائی اور کامیابی کی دعا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ سمیع و مجیب ان کی دعا قبول فرماتا ہے، اور پوری دعا نہیں تو اس کا ایک حصہ ضرور انہیں ملتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿فَمَنْ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا ۗ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝﴾ (البقرة: ۲۰۰-۲۰۲)

”بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دے، اور ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ اور بعض ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں اچھائی نصیب فرما، اور آخرت میں بھی اچھائی نصیب فرما، اور ہم کو عذاب نار سے دور رکھ، ان لوگوں کو اپنی کمائی (دعا)

کا ایک حصہ ضرور ملے گا، اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔“

دعا:

﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

(البقرة: ۲۰۲)

”اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں اچھائی نصیب فرما، اور آخرت میں بھی

اچھائی نصیب فرما، اور ہم کو عذابِ نار سے دور رکھ۔“

مذکورہ بالا دعا میں دنیا و آخرت کی ہر بھلائی اور کامیابی جمع کر دی گئی ہے، اور ہر قسم کے

شر اور برائی سے پناہ مانگی گئی ہے، ”دنیا میں بھلائی“ ہر دنیاوی خیر کو شامل ہے، اور آخرت میں بھلائی کی سب سے اعلیٰ شے رضائے الہی اور دخولِ جنت ہے۔

فضیلت:

احادیثِ مبارکہ میں اس دعا کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

”رسول اللہ ﷺ کثرت سے یہ دعا کرتے تھے۔“^①

سیدنا عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ ”رکنِ یمانی“ اور

”حجرِ اسود“ کے درمیان یہی دعا کرتے تھے۔“^②

اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مریض کی عیادت

کی جو سوکھ کر کاٹنا ہو گیا تھا۔ آپ نے اسے یہی دعا کرنے کی نصیحت کی، اس نے ایسا ہی کیا

اور اس کی بیماری دور ہو گئی۔^③

① صحیح بخاری، کتاب الدعوات، رقم: ۶۳۸۹۔

② سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، رقم: ۱۸۹۲۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”حسن“ قرار دیا ہے۔

③ صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، رقم: ۴۸۳۵۔ مسند احمد، رقم: ۱۹۸۸۔

باب نمبر 12

انبیاء علیہم السلام اور دنیا

تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا درس دنیا سے بے رغبتی اور فکرِ آخرت پر مبنی نظر آتا ہے، سب انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی اقوام کو زہد و تقویٰ کا درس دیتے نظر آتے ہیں۔
سیدنا ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام اور دنیا:

یہ ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام ہیں، لوگوں کو دنیا کی فانی لذتوں کو ترجیح دینے سے ڈراتے ہیں، اور تزکیہ نفس، یادِ الہی اور عملِ صالح کی ترغیب دیتے ہیں، ان پر نازل کردہ صحیفوں میں یہ بات موجود تھی کہ کامیاب و کامران وہی شخص ہے جس نے تزکیہ نفس کیا، اور دنیا پر آخرت کو ترجیح دی، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى ۖ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى ۝۱۵﴾ بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ
الدُّنْيَا ۖ وَالْآخِرَةَ خَيْرٌ ۚ وَأَبْقَى ۖ ۝۱۶ إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَى ۖ ۝۱۷
صُفْحِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى ۖ ۝۱۸﴾ (الاعلیٰ: ۱۴-۱۹)

”یقیناً وہ شخص کامیاب ہوگا جو (کفر و شرک سے) پاک ہو گیا۔ اور اپنے رب کا نام لیتا رہا، پھر اس نے نماز پڑھی، بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، حالانکہ آخرت زیادہ بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ بے شک یہ بات اگلے صحیفوں میں موجود تھی یعنی ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔“

سیدنا سلیمان علیہ السلام اور دنیا:

سیدنا سلیمان علیہ السلام ایک مرتبہ اپنے تخت پر کہیں جا رہے تھے، انسان اور جنات آپ کے دائیں بائیں بیٹھے تھے، بنی اسرائیل کے ایک عابد نے دیکھ کر کہا: اے سلیمان! اللہ کی قسم! آپ کو

عظیم ملک دیا گیا ہے، آپ نے یہ سن کر فرمایا: بندہ مومن کے نامہ اعمال میں درج صرف یہ ایک تسبیح میری تمام سلطنت سے بہتر ہے، کیونکہ یہ سب فانی ہے، مگر تسبیح باقی رہنے والی ہے۔^①

آپ ﷺ لوگوں سے فرمایا کرتے تھے: ”اے دنیا دارو! جہاں تم صدقہ و خیرات کرتے ہو، وہاں مظلوم لوگوں پر رحم بھی کھایا کرو۔“^②

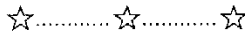
سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا ایک ناصحانہ ارشاد:

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا: ”جس طرح دنیا دار دنیا کی چاہت اور محبت میں معمولی سے دین پر راضی ہیں، تم بھی دین کی سلامتی کے لیے معمولی سی دنیا پر راضی ہو جاؤ۔“^③

آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

يَا طَالِبَ الدُّنْيَا لِيَتَبَرَّ
تَرْكُكَ الدُّنْيَا أَبْرُ

”اے دنیا کو سونے چاندی کے لیے طلب کرنے والے! ترک دنیا بہت عمدہ چیز ہے۔“^④



www.KitaboSunnat.com

① مکاشفۃ القلوب، ص: ۱۴۶.

② کتاب الزهد، لأحمد، باب ذکر سلیمان بن داؤد علیہ السلام، رقم: ۴۶۶.

④ ایضاً.

③ مکاشفۃ القلوب، ص: ۱۵۲.

باب نمبر 13

رسول اللہ ﷺ کی دنیا سے بے نیازی

چھوٹے بڑوں سے اثر لیتے ہیں، یعنی جو کام بڑوں نے کرنا ہے ظاہری بات ہے چھوٹوں نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے وہی کام کرنا ہے، اگر بڑے اچھا کام کریں گے اور اچھے کاموں کی کوشش کریں گے تو چھوٹے بھی ایسا ہی کریں گے، اگر وہ خود اچھے کام نہیں کرتے تو چھوٹوں سے بھی یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اچھا کام کریں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے جو کام کیا وہی ان کے امتی کو کرنا چاہیے، لہذا دنیا کی حیثیت ہم اب پیارے پیغمبر ﷺ کی نظر میں دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے دنیا کو کتنی ترجیح دی، اور اس کے لیے کتنی کوشش کی۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: مَا شَبَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَهْلُهُ ثَلَاثًا تَبَاعًا مِنْ خُبْزِ الْبَرِّ حَتَّى فَارَقَ الدُّنْيَا.)) ①

”سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اہل خانہ نے تین دن تک مسلسل گندم کی روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی، حتیٰ کہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔“

ساری کائنات کے رسول کی یہ حالت ہے کہ تین دن تک مسلسل پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا، حتیٰ کہ اللہ کے پیارے پیغمبر ﷺ دنیا کوئی سے رخصت ہو گئے۔ ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

① سنن ترمذی، باب ماجاء فی معیشتہ النبی ﷺ وأہلہ، رقم: ۲۳۵۸۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

((عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ يَقُولُ: مَا كَانَ

يَفْضُلُ عَنْ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ ﷺ خُبْرُ الشَّعِيرِ.)) ❶

”سليم بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے ابو امامہ سے سنا کہہ رہے تھے کہ نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ کے اہل خانہ کے ہاں کبھی ضرورت سے زائد جو کی ایک روٹی نہیں بچی تھی۔“

((عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ:

الَّتُسْتُمُ فِي طَعَامٍ وَشَرَابٍ مَا شِئْتُمْ لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ ﷺ وَمَا

يَجِدُ مِنَ الدَّقْلِ مَا يَمْلَأُ بِهِ بَطْنَهُ.)) ❷

”سماک بن حرب فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرماتے تھے: کیا تمھیں تمہاری مرضی کا کھانا اور پینا میسر نہیں؟ میں نے تمہارے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ پیٹ بھرنے کے لیے رومی کھجوریں بھی نہیں پاتے تھے۔“

ایک طرف کھانے پینے کی یہ حالت ہے کہ پیٹ بھر کر تین دن لگا تار کھانا کھانے کے لیے میسر نہیں اور نہ ہی اس کی تمنا کی۔ کیا پیغمبر علیہ السلام رب العالمین سے یہ سب کچھ مانگ لیتے تو کیا وہ دینے والا نہیں تھا! کیوں نہیں اللہ ضرور دے دیتا، لیکن اللہ کے پیغمبر ﷺ نے اس دنیا کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ جیسا کہ محسن انسانیت ﷺ کا فرمان ذی شان ہے۔

((إِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ خَيْرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ، فَاخْتَارَ

مَا عِنْدَ اللَّهِ فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقُلْتُ فِي نَفْسِي: مَا

يُكِي هَذَا الشَّيْخُ؟ إِنْ يَكُنِ اللَّهُ خَيْرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا

❶ سنن ترمذی، باب ایضاً، رقم: ۲۳۵۹۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

❷ سنن الترمذی، رقم: ۲۳۷۲۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

عِنْدَهُ، فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللَّهِ، فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هُوَ الْعَبْدُ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَمَنَا! فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ، لَا تَبْكُ، إِنَّ أَمَّنَ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبُو بَكْرٍ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا مِنْ أُمَّتِي لَا تَتَّخِذْتُ أَبَا بَكْرٍ، وَلَكِنْ أَخُوَّةُ الْإِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهُ، لَا يَبْقَيْنَ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا سُدَّ إِلَّا بَابُ أَبِي بَكْرٍ. ((❶

”بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا اور آخرت کے بارے میں اختیار دیا ہے (کہ ان دونوں میں سے جسے چاہتا ہے پسند کر لے) لیکن اس نے اللہ کے پاس جانے کو پسند کیا ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ بات سن کر رونے لگے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے تعجب کیا اور کہنے لگے: اس بوڑھے ابوبکر کو کیا ہو گیا؟ اللہ کے پیغمبر نے تو ایک آدمی کی بات کی ہے اور یہ بوڑھا ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگ گیا ہے؟ تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ آدمی اللہ کے پیغمبر ﷺ ہیں، جن کو اللہ نے یہ اختیار دیا، تو تب آپ ﷺ نے کہا: اے ابوبکر! تو کیوں روتا ہے؟ بے شک لوگوں میں سے سب سے زیادہ مجھ پر تیرے احسان ہیں، اگر میں کسی کو اپنا خلیل (اللہ کے بعد) بناتا تو تجھے بناتا، لیکن اسلامی اخوت و محبت ہے۔ مسجد نبوی میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام دروازے (صحابہ کے گھروں کے) بند کر دیئے جائیں آپ کے دروازے کے علاوہ۔“

پیغمبر ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں رہنے کا اختیار دیا، لیکن اللہ کے پیغمبر ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کو اور سفر آخرت کو پسند کیا۔ کیونکہ یہ دنیا فانی ہے، اس نے ختم ہو جانا ہے اور اس میں موجود ہر چیز فنا ہو جائے گی، اس لیے اللہ کے پیغمبر ﷺ نے دنیا کی چاہت نہیں کی، اور دنیاوی مال و متاع بھی جمع کرنے کی کوشش نہیں کی حتیٰ کہ سونے کے لیے کسی قسم

❶ صحیح بخاری، کتاب الصلاة، رقم: ۴۶۶۔

نبی ﷺ دنیا سے بے نیازی
 کے بستر کا انتظام بھی نہیں کیا، اور بسا اوقات بھوک کا یہ عالم ہوتا کہ تین دن اور تین راتیں
 بھوک کی تنگی میں گذر جاتیں۔ جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے
 فرمایا:

((لَقَدْ أُوذِيتُ فِي اللَّهِ وَمَا يُؤْذَى أَحَدٌ، وَلَقَدْ أُخِفْتُ فِي اللَّهِ
 وَمَا يُخَافُ أَحَدٌ، وَلَقَدْ أَتَتْ عَلَيَّ ثَالِثَةٌ، وَمَا لِي لِبِلَالٍ طَعَامٌ
 يَأْكُلُهُ ذُو كَبِدٍ إِلَّا مَا وَارَىٰ إِبْطُ بِلَالٍ)) ❶

”مجھے اللہ کی راہ میں اس قدر اذیت دی گئی ہے کہ کسی اور کو اتنی اذیت نہیں دی
 گئی۔ اور مجھے اللہ کے راستہ میں اتنا ڈرایا گیا کہ اتنا کسی اور کو خوف زدہ نہیں کیا
 گیا۔ مجھ پر تین دن اور راتیں ایسی گزریں کہ میرے اور بلال کے پاس اتنا کھانا
 بھی نہ تھا کہ جسے کوئی جگر والا کھائے (وہ اتنا کم ہوتا تھا) جسے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ
 بغل میں چھپا لیتے تھے۔“

گھریلو سامان اور بستر کی کیفیت کا اندازہ اس حدیث مبارکہ سے ہوتا ہے جسے سیدنا
 عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((اضْطَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَىٰ حَصِيرِهِ، فَأَثَرُ فِي جِلْدِهِ، فَقُلْتُ:
 يَا أَبَى وَأُمِّ يَا رَسُولَ اللَّهِ! لَوْ كُنْتُ أَذْنَتَنَا فَفَرَسْنَا لَكَ عَلَيْهِ شَيْئًا
 يَقِيكَ مِنْهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا أَنَا وَالْدُّنْيَا؟ إِنَّمَا أَنَا وَالْدُّنْيَا
 كَرَائِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا)) ❷

”رسول اللہ ﷺ ایک چٹائی پر سو کر بیدار ہوئے تو آپ کے پہلو مبارک میں

❶ سنن ابن ماجہ، باب فی فضائل اصحاب النبی ﷺ، رقم: ۱۵۱۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

❷ سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب مثل الدنیا، رقم: ۴۱۰۹۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

نشان پڑے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کے لیے بستر نہ بنادیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرا دنیا سے کیا تعلق ہے، میں تو دنیا میں ایک سوار کی طرح ہوں جو (دوران سفر) کسی درخت کے سایہ میں ٹھہرتا ہے، اور آرام کرنے کے بعد اسے چھوڑ کر (اپنی منزل کی طرف) روانہ ہو جاتا ہے۔“

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اکثر دعا فرمایا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ ارْزُقْ آلَ مُحَمَّدٍ قُوتًا .)) ❶

”اے اللہ! آل محمد (ﷺ) کو قوت لا یموت عطا فرما۔“

لہذا معلوم ہوا کہ دنیا کی کوئی وقعت اور حیثیت نہیں، یہ فنا ہو جانے والی ہے، اور اس میں موجود ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ باقی رہنے والی چیز آخرت ہے جہاں ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔ اللہ ہم سب کو آخرت کے لیے کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆.....☆.....☆

باب نمبر 14

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعین کی نظر میں دنیا کی حیثیت

وہ خوش قسمت شخص جس نے ایمان کی حالت میں نبی معظم ﷺ کو دیکھا اور پھر اسی حالت میں فوت ہوا، اسے صحابی کہتے ہیں، اور پھر جیسا قائد ہو تو اس کی عوام اور فوج بھی ویسی ہی ہوتی ہے۔ اگر قائدین دنیا دار، ہیں تو عوام کے درست ہونے کا تصور بھی محال ہے لیکن یہ قائد بھی بے مثال ہے اور اس کی رعایا بھی بے مثال ہے۔ جہاں ہمارے پیغمبر ﷺ نے دنیا کو ترجیح نہیں دی، وہاں ہمارے پیغمبر کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دنیا کو کوئی ترجیح نہیں دی۔ اگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے فاقہ برداشت کیا تو صرف اس لیے کہ اللہ کی عبادت میں اور پیغمبر کی اطاعت میں اپنا زیادہ وقت صرف کر سکیں۔ چنانچہ نبی معظم کی جماعت میں سے چند صحابہ کرام کی سیرت ملاحظہ فرمائیں:

((عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَنَحْنُ ثَلَاثُ مِائَةٍ نَحْمِلُ زَادَنَا عَلَى رِقَابِنَا فَقُنِيَ زَادَنَا حَتَّىٰ إِنْ كَانَ يَكُونُ لِلرَّجُلِ مِنْ كُلِّ يَوْمٍ تَمْرَةٌ، فَقِيلَ لَهُ: يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ وَأَيْنَ كَانَتْ تَقَعُ التَّمْرَةُ مِنَ الرَّجُلِ؟ فَقَالَ: لَقَدْ وَجَدْنَا فَقَدَهَا حِينَ فَقَدْنَاهَا وَأَتَيْنَا الْبَحْرَ فَإِذَا نَحْنُ بِحُوتٍ قَدْ قَذَفَهُ الْبَحْرُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ يَوْمًا مَا أَحْبَبْنَا.)) ❶

”سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں (قریش کے قافلہ کو

❶ سنن ترمذی، کتاب صفة القيامة والرقائق، رقم: ۲۴۷۵۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

روکنے کے لیے) بھیجا، ہم تین سو افراد تھے اور ہمارے پاس زادِ راہ اتنا کم تھا کہ اس کو ہم نے اپنی گردنوں پر اٹھایا ہوا تھا، تو وہ ختم ہو گیا حتیٰ کہ ہم میں سے ہر شخص کے حصہ میں ہر روز ایک ایک کھجور آتی، جابر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: اے ابو عبد اللہ! (خوراک کے طور پر) ایک کھجور ایک آدمی کو کیسے کفایت کر سکتی ہے؟ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب ہمارا زادِ راہ ختم ہوا تو ہمیں اس ایک کھجور نہ ملنے کا احساس اس وقت ہوا جب ہم نے اس کو بھی نہ پایا (وہ یہ کہ) ہم ساحلِ سمندر پر آئے تو دیکھا کہ سمندر نے ایک مچھلی باہر پھینک دی ہے۔ ہم نے اسے اٹھا رہ دن تک جی بھر کے کھایا۔“

اب اس حدیث مبارکہ سے اللہ کے نبی کے پیارے صحابہ کی اطاعت و فرمانبرداری دیکھئے کہ کھانے کے لیے مکمل کھانا بھی دستیاب نہیں ہے کہ ہم نے اتنے دن سفر کرنا ہے، اتنے دن قیام کرنا ہے۔ تو پھر بھی اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہوئے سفر پر روانہ ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی نہیں دیکھا کہ بیوی بچے پیچھے رہ گئے ہیں، کاروبار اتنے دن نہیں ہوگا، واپس بھی آنا ہے یا کہ نہیں۔ کوئی سوچ اور فکر دل میں لائے بغیر نکل پڑے یہ کس لیے تھا؟ کیا صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنی جانیں عزیز نہیں تھیں؟ کیا وہ دنیاوی کاروبار کر کے دنیاوی آرام و آسائش حاصل نہیں کر سکتے تھے؟ کیا انہیں کاروبار کرنا نہیں آتا تھا؟ نہیں بلکہ سب کچھ کر سکتے تھے، لیکن انھیں اپنے پیغمبر کی بات پر جان قربان کرنا سب سے زیادہ عزیز اور محبوب تھا۔ اپنے پیغمبر ﷺ کی اطاعت زیادہ محبوب تھی اور دنیا کی زندگی سے آخرت کی زندگی زیادہ محبوب تھی۔ اسی طرح سیدنا قیس (بن ابی حازم) فرماتے ہیں:

((سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: إِنِّي أَوَّلُ رَجُلٍ مِنَ الْعَرَبِ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَقَدْ رَأَيْنَا نَعْرُوزَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَمَا لَنَا طَعَامٌ إِلَّا لِحَبْلَةٍ وَهَذَا السَّحَرُ، حَتَّى إِنْ أَحَدَنَا لَيَضَعُ

”میں نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ بلاشبہ میں پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے راستے میں خون بہایا، اور میں پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے راستہ میں تیر چلایا، میں خود کو صحابہ کی ایک جماعت میں جہاد کرتے دیکھ رہا ہوں۔ ان دنوں ہماری خوراک درختوں کے پتے اور جھاڑیوں کے پھل تھے حتیٰ کہ ہم میں سے ہر کوئی اس طرح پاخانہ کرتا تھا۔ جیسا کہ بکری اور اونٹ کی مینگناں ہوتی ہیں۔“

بتائیے آج کون ہے جو کہ دین اسلام کی خاطر اتنی تکالیف برداشت کرتا ہے۔ کون ہے جو کہ آخرت کو حاصل کرنے کے لیے دنیا کی زیب و زینت کو ترک کرتا ہے۔ ہاں یہ سب کچھ ممکن ہے جب ہم دنیا کی ترجیح کو چھوڑیں گے اور آخرت کو حاصل کرنے کے لیے کوشش کریں گے۔ اسی طرح ”اصحاب صفہ“ کی حالت بیان کرتے ہوئے سیدنا فضالہ بن عبید بن النضرؓ فرماتے ہیں:

((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا صَلَّى بِالنَّاسِ يَخْرُجَ رَجُلٌ مِنْ قَامَتِهِمْ فِي الصَّلَاةِ مِنَ الْخِصَاصَةِ وَهُمْ أَصْحَابُ الصُّفَّةِ حَتَّى يَقُولَ الْأَعْرَابُ هَؤُلَاءِ مَجَانِينُ أَوْ مَجَانُونَ فَإِذَا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ انصَرَفَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا لَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ لَا حَبِيبُكُمْ أَنْ تَزِدَادُوا فَاقَةً وَحَاجَةً . قَالَ فَضَالَةٌ وَأَنَا يَوْمِيذٍ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ .)) ②

① منسوخ فرمندی، کتاب التہذبات عن رسول اللہ ﷺ، رقم: ۲۳۲۲۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

② سنن ترمذی، کتاب الشهادات، رقم: ۲۳۶۸۔ علامہ الہانی رافضی نے اسے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

”(بسا اوقات) رسول اللہ ﷺ لوگوں کو نماز پڑھا رہے ہوتے تو اصحاب صفہ میں سے کئی صحابہ بھوک کی وجہ سے کھڑے کھڑے گر پڑتے حتیٰ کہ بدوی لوگ انھیں دیوانہ کہتے۔ رسول اللہ ﷺ (ایک روز) سلام پھیر کر ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے: اگر تمہیں اس کا علم ہو جو اللہ کے پاس ہے تو تم اپنا فاقہ اور حاجت بڑھ جانے کو پسند کرو۔ سیدنا فضالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس دن رسول اللہ ﷺ نے یہ حدیث بیان فرمائی تو میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھوک تکلیف برداشت کرتے تھے۔ صرف اللہ کے راستے میں اور اللہ کی رضا کے لیے تو انھوں نے بھی آخرت میں اللہ سے اس کے اجر کی امید لگا رکھی تھی تو اللہ بھی دنیا میں ان کو تسلیاں دے رہا ہے، اور اپنے پیغمبر ﷺ کے ذریعے لگا رہا ہے ان کی حوصلہ افزائی فرما رہا ہے کہ یہ بھوک جو تم میرے راستے میں برداشت کر رہے ہو، اگر تم کو اجر کے بارے میں علم ہو جائے جو کہ اللہ نے تیار کر رکھا ہے تو تم اسی بھوک اور فاقہ کے بڑھ جانے کی حرص کرو۔

اور اگر اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو دنیا میں کچھ عطا بھی کیا ہے تو انھوں نے اس پر فخر اور ناز نہیں کیا، بلکہ اپنی آخرت کو اس دنیا پر ترجیح دیتے رہے ہیں۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

((عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُمَشَّقَانِ مِنْ كَتَّانٍ، فَتَمَخَّطُ فَقَالَ بَخْ بَخْ، أَبُو هُرَيْرَةَ يَتَمَخَّطُ فِي الْكَتَّانِ لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَإِنِّي لَأَخْرُفُ مِمَّا بَيْنَ مَنبَرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ مَغْشِيًّا عَلَى، فَيَجِيءُ الْجَائِي فَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى عُنُقِي وَيَرَى ابْنِي مَجْنُونًا وَمَا بِي مِنْ جُنُونٍ، مَا بِي إِلَّا الْجُوعُ.)) ❶

”محمد بن سیرین فرماتے ہیں: ہم سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، اور انھوں

❶ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب ما ذكر النبي رقم: ۷۳۲۴.

نے کتان کی دو رنگی ہوئی چادریں اوڑھ رکھی تھیں، انھوں نے ان میں سے ایک کے ساتھ اپنی ناک صاف کی اور فرمایا: ابو ہریرہ کیا بات ہے۔ کتان کپڑے سے ناک صاف کر رہا ہے (میں عالم تخیل میں) مشاہدہ کر رہا ہوں جب میں بھوک کی وجہ سے منبر رسول اللہ ﷺ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرہ کے درمیان نیم بے ہوشی کے عالم میں گرا پڑا ہوتا تو گزرنے والا مجھے دیوانہ سمجھ کر میری گردن کے اوپر سے گزر جاتا، حالانکہ کہ مجھے کسی قسم کی دیوانگی نہ تھی، یہ صرف بھوک کی وجہ سے تھا۔“

ایک وقت وہ تھا کہ جب لوگ دیوانہ اور مجنوں سمجھتے تھے، اور ایک وقت یہ ہے کہ کتان کی دو رنگی چادر سے اپنا ناک صاف کر رہے ہیں۔ الفاظ سے واضح ہے کہ دنیا پر آخرت کو ترجیح دی جا رہی ہے۔ مال کی صورت حال کیا ہے کہ سب کچھ ہی اللہ کے راستے میں قربان کر دیا، جیسا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں زہری سے روایت منقول ہے۔

((أَنَّهُ أَنْفَقَ أَمْوَالَهُ عَلَى النَّبِيِّ (ﷺ) وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ.)) ❶

”سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا ساز و سامان اور مال و دولت سب کچھ اللہ کے راستے میں قربان کر دیا۔“

لہذا معلوم ہوا کہ جب اللہ نے اس دنیا کی کوئی حیثیت نہیں سمجھی تو اللہ کے رسول ﷺ نے بھی اس کو کوئی ترجیح نہیں دی۔ جب اللہ کے رسول ﷺ نے اس کو کوئی ترجیح نہیں دی تو اللہ کے نبی ﷺ کے صحابہ نے بھی اس کو کوئی ترجیح نہیں دی۔ لہذا ہم سب کو بھی یہی چاہیے کہ ہم دنیا کے لیے کوشش کرنے کے بجائے آخرت کے لیے کوشش کریں، کیونکہ اصل چیز تو آخرت ہے۔ اللہ ہم سب کو آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆.....☆.....☆

باب نمبر 15

سلف صالحین رحمہم اللہ کی نظر میں دنیا کی حیثیت

سیدنا لقمان علیہ السلام کا قول:

سیدنا لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا: اے بیٹے! اگر تو نے دنیا سے بے توجہی برتی اور آخرت کی طرف متوجہ رہا تو ایسے گھر کے قریب پہنچ گیا جو اس (دنیا) سے کئی درجے بہتر ہے۔^①

امام ابو حازم رحمہ اللہ کا قول:

ابو حازم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
((يَسِيرُ الدُّنْيَا يُشْغَلُ عَنْ كَثِيرِ الْآخِرَةِ))

”دنیا سے معمولی محبت آخرت سے بہت زیادہ غافل کر دیتی ہے۔“^②

امام فضیل رحمہ اللہ کا قول:

سیدنا فضیل رحمہ اللہ کا قول ہے:
”اگر مجھے ساری دنیا کسبِ حلال کی صورت میں مل جائے، مگر آخرت کی بھلائی اس میں نہ ہو تو اس سے اس طرح دامن بچا کر نکل جاؤں گا، جیسے تم مردار سے دامن بچا کے نکل جاتے ہو۔“^③

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا قول:

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

② ایضاً، ص: ۱۵۹.

① مکاشفة القلوب، ص: ۱۵۸.

③ مکاشفة القلوب، للغزالی، ص: ۱۰۷.

”اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے ایسی قومیں پیدا کیں ہیں، جن کے سامنے یہ دنیا مٹی کی طرح بے وقار تھی، انہیں دنیا کے آنے جانے کی کوئی پرواہ نہ تھی، چاہے وہ اس کے پاس ہو یا اس کے پاس نہ ہو۔“^①

امام مالک بن دینار رحمہ اللہ کا قول:

مالک بن دینار رحمہ اللہ کا قول ہے:
 ”اگر دنیا فنا ہو جانے والے سونے کی بنی ہوتی، اور آخرت لازوال ٹھیکرے کی، تو لازوال ٹھیکرے کو فانی سونے پر ترجیح دینا واجب ہوتا، چہ جائیکہ آخرت لازوال سونے کی بنی ہوئی ہے، اور دنیا فانی ٹھیکرے کی۔“^②

امام بشر رحمہ اللہ کا قول:

امام بشر رحمہ اللہ کا قول ہے کہ:
 ”جو شخص اللہ تعالیٰ سے دنیا مانگتا ہے گویا وہ اللہ کی بارگاہ میں بہت دیر تک حساب کے لیے ٹھہرنے کا سوال کرتا ہے۔“^③

امام ابوسلمان رحمہ اللہ کا قول:

ابوسلمان رحمہ اللہ کا قول ہے کہ:
 ”دنیا کی خواہشات سے وہی شخص رکتا ہے جس کے دل میں آخرت کی فکر ہوتی ہے۔“^④

امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا قول:

امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ:

② بحوالہ تیسیر الرحمن، ص: ۱۷۲۹.

① مکاشفۃ القلوب، ص: ۱۵۷.

④ مکاشفۃ القلوب، ص: ۱۵۹.

③ مکاشفۃ القلوب، ص: ۱۵۹.

”جب دنیا کی محبت اور گناہوں نے دل کو اپنا شکار بنا لیا ہے، اب اس میں

بھلائی کیسے داخل ہو سکتی ہے۔“^①

امام وہب بن منبہ رحمہ اللہ کا قول:

وہب بن منبہ رحمہ اللہ کا قول ہے:

”جس کا دل کسی دنیاوی چیز سے خوش ہو گیا ہو وہ دانائی سے ہٹ گیا، اور جس نے

دنیاوی خواہشات کو اپنے پیروں تلے روند دیا شیطان اس کے سائے سے بھی بھاگتا

ہے، اور جس کا علم خواہشات پر غالب آ گیا حقیقت میں وہی غالب ہے۔“^②

امام یحییٰ بن معاذ الرازی رحمہ اللہ کا قول:

یحییٰ بن معاذ الرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”دانا تین ہیں:

۱۔ وہ شخص کہ جس نے دنیا کو چھوڑ دیا، اس سے پہلے کہ دنیا اس کو چھوڑتی۔

۲۔ قبر میں جانے سے پہلے اپنی قبر بنالی۔

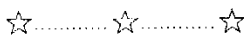
۳۔ وہ شخص جس نے بارگاہ رب العزت میں جانے سے پہلے رب کائنات کا راضی کر لیا۔“^③

امام بندار رحمہ اللہ کا قول:

امام بندار رحمہ اللہ کا قول ہے:

”جب تو دنیا داروں کو دنیا سے کنارہ کش کی باتیں کرتے سنے تو سمجھ لینا کہ یہ شیطان

کے مرید ہیں۔“^④



② مکاشفۃ القلوب، ص: ۱۶۰.

① مکاشفۃ القلوب، ص: ۱۶۰.

⑤ مکاشفۃ القلوب، ص: ۱۶۲.

③ مکاشفۃ القلوب، ص: ۱۶۱.

دوسرا حصہ

باب نمبر 1

موت کو یاد رکھنا

ہر انسان موت کا مزا چکھنے والا ہے، یہاں سے ہر آدمی کو گزر کر جانا ہے، یہ دنیاوی زندگی دھوکے کا سامان ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّقُونَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ١٨٥﴾ (آل عمران: ١٨٥)

”ہر نفس کو موت کو مزا چکھنا ہے، اور قیامت کے دن تمہیں تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، پس قیامت کے دن جو شخص آگ سے دور کر دیا گیا، اور جنت میں داخل کر دیا گیا، وہ فائز المرام ہو جائے گا، اور دنیا کی زندگی دھوکے کا سامان ہے۔“

موت کو یاد کرنے سے انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کے یاد کرنے سے اعمالِ صالحہ کرنے کی دل میں تمنا پیدا ہوتی ہے اور گناہ سے نفرت اور اس سے بچنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اور انسان ہر کام کرنے سے پہلے سوچتا ہے کہ کسی سے کوئی زیادتی تو نہیں ہو رہی، جس کی وجہ سے میں گناہ میں ملوث ہو جاؤں، اور اللہ کے ہاں مجھے اس کا جواب دینا پڑے۔ موت کو یاد کرنے سے انسان دنیا سے دور اور اخروی زندگی کے قریب ہو جاتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی پیارے پیغمبر ﷺ کا فرمان ہے:

((أَكْثَرُ مَا ذَكَرَ هَادِمُ اللَّذَاتِ . يَعْنِي الْمَوْتَ .)) ①

① سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب ذکر الموت، رقم: ۴۲۵۸۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

”لذتوں کو ختم کرنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔“

کیونکہ موت کو یاد کرنے سے انسان کو اپنی حقیقت کا اور اپنے اس دنیا میں آنے کا مقصد یاد رہتا ہے۔ آخرت کے لمحات جب ذہن میں آتے ہیں، تو یہ گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور اللہ کو راضی کرنے کی سعی کرتا ہے۔ ایک اور فرمانِ رسول ﷺ ملاحظہ فرمائیے:

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَجَاءَهُ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الْمُؤْمِنِينَ أَفْضَلُ؟ قَالَ: أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا. قَالَ: فَأَيُّ الْمُؤْمِنِينَ أَكْبَسُ؟ قَالَ: أَكْثَرُهُمْ لِلْمَوْتِ ذِكْرًا وَأَحْسَنُهُمْ لِمَا بَعْدَهُ اسْتِعْدَادًا أُولَئِكَ الْأَكْيَاسُ.)) ❶

”سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا تو ایک انصاری آدمی آیا اور اس نے سلام عرض کیا، پھر کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! مومنوں میں سے افضل کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ انصاری نے عرض کیا: مومنوں میں سب سے زیادہ عقل مند کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو موت کو زیادہ یاد کرتا ہو، اور موت کے بعد آنے والے وقت کے لیے اچھی تیاری کرتا ہو، وہ سب سے زیادہ عقل مند ہے۔“

اس حدیث مبارکہ میں اللہ کے پیارے پیغمبر ﷺ نے اس آدمی کو سب سے زیادہ عقل مند کہا ہے جو موت کو یاد کرتا ہے۔ موت کو یاد کرنے سے مراد یہ نہیں کہ موت کے آنے کی تمنا کرتا ہے بلکہ موت کے وقت کو یاد رکھنا ہے، اس کی سختی کو یاد رکھتا ہے، اور موت کے بعد پیش آنے والے معاملات کے لیے تیاری کرتا ہے، یعنی کہ نیک اعمال کرتا ہے، جس کے ذریعے اس کو نجات ملے گی۔ قبروں کی زیارت بھی موت کی یاد دلاتی ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف ہے:

❶ سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، ایضاً، رقم: ۴۲۵۹۔ علامہ ابوالہادی رحمہ اللہ نے اسے ”حسن“ قرار دیا ہے۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: زَارَ النَّبِيُّ ﷺ قَبْرَ أُمِّهِ فَبَكَى وَأَبَكَى مِنْ حَوْلِهِ، فَقَالَ: اسْتَأْذَنْتُ رَبِّي فِي أَنْ أَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي وَاسْتَأْذَنْتُهُ فِي أَنْ أَزُورَ قَبْرَهَا فَأُذِنَ لِي، فَزُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُكُمْ الْمَوْتَ.))^①

”سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی تو روئے اور اپنے آس پاس سب کو زلادیا، پھر فرمایا: میں نے اپنے رب سے والدہ کی مغفرت کے لیے دعا مانگنے کی اجازت چاہی مگر مجھے اجازت نہیں ملی، پھر میں نے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت چاہی تو مجھے اجازت مل گئی۔ میرے صحابہ، قبروں کی زیارت کیا کرو، کیونکہ یہ تمہیں موت یاد دلاتی ہے۔“

اس لیے قبروں کی زیارت موت کو یاد کرنے کی غرض سے کی جائے تاکہ انسان کو اپنی آخرت یاد رہے اور اس کی تیاری میں ہمہ وقت مصروف رہے۔

زیارتِ قبور کی مسنون دُعا:

جب انسان قبرستان جائے تو یہ مسنون دُعا پڑھے:

((الْسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَلْآحِقُونَ أَسْأَلُ اللَّهَ لَنَا وَلَكُمْ الْعَافِيَةَ.))^②

”اے اس گھر کے رہنے والے مومنو اور مسلمانو! تم پر سلامتی ہو، ہم بھی ان شما اللہ تمہارے پاس آنے والے ہیں۔ میں اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ سے عافیت مانگتا ہوں۔“

① صحیح مسلم، کتاب الجنائز، رقم: ۲۲۵۸

② صحیح مسلم، کتاب الجنائز، رقم: ۲۲۵۷

باب نمبر 2

موت کی تیاری

انسان اس دنیا میں ایک مسافر کی طرح ہے۔ اس کے سفر کی ابتداء زندگی سے ہوتی ہے اور موت کے ساتھ اس کی انتہا ہوتی ہے، تو اس لیے ہر انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے سفر کی انتہا کو دیکھتے ہوئے اس کی تیاری کرے، جیسا کہ کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے:

وَإِنْ كُنْتَ مَشْغُولًا بِشَيْءٍ فَلَا تَكُنْ بِغَيْرِ الَّذِي يَرْضَى بِهِ اللَّهُ تُشْغَلُ
فَلَنْ يَصْحَبَ الْإِنْسَانَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ إِلَّا إِنَّمَا الْإِنْسَانُ ضَيْفٌ لَأَهْلِهِ يُقِيمُ قَلِيلًا عِنْدَهُمْ ثُمَّ يَرْحَلُ ❶

”اور اگر تو کسی ایسی چیز (جس سے آخرت میں فائدہ نہیں) میں مشغول ہے تو

ایسا نہ کر، بلکہ ایسی چیز میں مشغول ہو جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے، انسان کی

موت کے بعد کوئی اس کا ساتھی نہیں ہوتا، مگر وہ اعمال جو کہ اس نے کیے ہوتے

ہیں، خبردار! انسان اپنے اہل کے لیے مہمان ہے، وہ کچھ دیر ان میں ٹھہرتا ہے،

اور پھر ان سے کوچ کر جاتا ہے۔“

دنیا میں رہتے ہوئے ایسے اعمال کرنے چاہیے، جس کے کرنے سے اللہ کی رضا مقصود

ہو، اور ہر عمل اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کیا جائے۔ اور انسان کا سب سے بہترین

ساتھی اس کے نیک اعمال ہیں، اس کے علاوہ سب عارضی ہیں۔

اور انسان جو بھی اعمال کرتا ہے، ان اعمال کا فائدہ اس کی اپنی ذات کے لیے ہے، اس

کا کسی اور کو فائدہ نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ جَاهَدْ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ٥﴾

(العنکبوت: ٦)

”اور جو شخص عمل صالح کے لیے کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے کرتا ہے، بے شک اللہ سارے جہان والوں سے بے نیاز ہے۔“

اس لیے یہ گمان کرنا کہ ہمیں کوئی فائدہ دے دے گا تو یہ باطل خیال ہے۔ اس لیے ان باطل خیالات کو چھوڑ کر خود عمل صالح کی تیاری کریں۔ جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمانِ ذی شان ہے:

((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِمَنْكَبِي فَقَالَ: كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ . وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ: إِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تَتَنَظَّرِ الصَّبَاحَ - وَإِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تَتَنَظَّرِ الْمَسَاءَ . وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ . وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ .)) ❶

”سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے کندھے کو پکڑ کر فرمایا: (اے ابن عمر!) دنیا میں ایک اجنبی یا راہ چلتے مسافر کی طرح رہو، اور ابن عمر کہا کرتے تھے: جب تو شام کرے تو صبح کا انتظار نہ کر اور جب صبح کرے تو شام کا منتظر نہ ہو، اور اپنی تندرستی کے وقت اپنی بیماری کا کچھ سامان کر اور اپنی زندگی میں اپنی موت کی تیاری کر۔“

اور اس حدیث مبارکہ میں فرمایا: ((وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ .)) ”اپنی زندگی میں اپنی موت کی تیاری کر۔“ جس سے معلوم ہوا کہ عقل مندی اور دانش مندی اسی بات میں ہے کہ اس زندگی میں ہم آخرت کے لیے تیاری کریں۔ کیونکہ موت کے مقررہ وقت کا کسی کو علم

❶ صحیح بخاری، باب قول النبی ﷺ کن فی الدنیا ... ، رقم: ۶۴۱۴۔

نہیں ہے۔ اور نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کو بار بار موت کی تیاری کرنے کی ترغیب دی۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ ہے:

((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَرَّ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَنَحْنُ نُعَالِجُ خُصًّا لَنَا، فَقَالَ: مَا هَذَا؟ فَقُلْتُ: خُصٌّ لَنَا وَهِيَ نَحْنُ، نُصْلِحُهُ، فَقَالَ: مَا أَرَى الْأَمْرَ إِلَّا أُعْجِلَ مِنْ ذَلِكَ.)) ❶

”سیدنا عبد اللہ ابن عمرو فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس سے گزرے اور ہم اپنی جھوپڑی درست کر رہے تھے۔ فرمایا: یہ کیا کر رہے ہو؟ ہم نے کہا: یہ خراب ہو چکی ہے اور ہم اس کی مرمت کر رہے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ موت اس سے بھی جلدی آنے والی ہے۔“

نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس کے خراب ہونے کے لیے جتنا وقت درکار ہوگا۔ موت اس سے بھی پہلے آنے والی ہے۔ اس لیے انسان کو ایسے اعمال کرنے چاہئیں جو کہ اس کے لیے فائدہ مند ہیں۔ جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہادی کائنات کا فرمان عالی شان ہے:

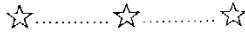
((إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ، صَدَقَةٌ جَارِيَةٌ، وَعِلْمٌ يُنْتَفَعُ بِهِ، وَوَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُو لَهُ.)) ❷

”جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس سے اس کے مرنے کے بعد تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، مگر تین ایسے عمل ہیں جو کہ مرنے کے بعد بھی اس سے منقطع نہیں ہوتے۔ (۱) صدقہ جاریہ، (۲) ایسا علم جس سے لوگ فائدہ حاصل کر رہے ہوں (۳) اور نیک اولاد جو کہ اس کے لیے دعا کرتی ہے۔“

❶ سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب فی البناء والحراب، رقم: ۴۱۶۰۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

❷ سنن ترمذی، کتاب الأحکام، رقم: ۲۱۴۲۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

لہذا دنیا میں رہتے ہوئے، موت کی تیاری کے لیے یہ اعمال سب سے بہترین ہیں، جو کہ انسان کو فائدہ پہنچاتے ہیں، اور اعمالِ صالحہ انسان کے پاس موت کی تیاری کے لیے سب سے بڑا ہتھیار اور سب سے بہترین ساتھی ہیں۔



باب نمبر 3

انسان کے لیے موت کی حقیقت

انسان ہر لمحہ موت کے شکنجے میں:

زندگی کے ختم ہونے کو موت کہتے ہیں، اور یہ ایک ایسا اٹل فیصلہ ہے، جس کو تسلیم کیے بغیر نہیں رہا جاسکتا۔ کیونکہ آج تک نہ کوئی اس فیصلہ سے بچ سکا ہے اور نہ ہی بچ سکے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَا نَفْثَةٍ الْمَوْتُ فَتْمٌ إِلَيْنَا تَرْجَعُونَ ۝﴾ (العنکبوت: ۵۷)

”ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے، اور تم سب ہماری طرف لوٹائے جاؤ گے۔“

انسانوں پر موت واقع ہوگی، اور اس کے بعد اللہ کے حضور ان کے اعمال پیش کیے جائیں گے۔ جو کچھ کیا جو کر دایا، سب کا حساب کتاب ان سے ہوگا۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَدْرِكْكُمْ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشِيدَةٍ ۚ وَ
إِنْ تُصِيبْهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُوا هَذِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۚ وَإِنْ تُصِيبْهُمْ سَيِّئَةٌ
يَقُولُوا هَذِهِ مِنْ عِنْدِكَ ۚ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ ۚ فَتَالِ هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا
يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا ۝﴾ (النساء: ۷۸)

”تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں آ پکڑے گی اگرچہ تم مضبوط برجوں میں ہو، اور اگر انہیں کوئی بھلائی ملتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، اور اگر کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہہ اٹھتے ہیں کہ یہ آپ کی طرف سے ہے۔ انہیں کہہ دو کہ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے، انہیں کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات سمجھنے کے بھی

قریب نہیں۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مزید وضاحت فرمادی ہے کہ میرے حکم سے بچنے کے لیے اگر تم سیکورٹی کا انتظام کرلو، مضبوط ترین محل اور کوٹھیاں بنا کر ان میں بیٹھے رہو، اور یہ خیال کرو کہ ہمیں موت نہیں آئے گی۔ یا ہم موت سے بچ جائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا ہے کہ جب میرا مقررہ وقت آ جائے گا، تو تم جہاں کہیں بھی ہو گے، ہمارا حکم تنہیں پہنچ جائے گا۔ اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ موت واقع کرنے کے مقصد کی طرف بھی اشارہ فرما رہے ہیں۔

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّقُونَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ١٨٥﴾ (آل عمران: ۱۸۵)

”ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔ اور قیامت کے دن تم اپنے بدلے پورے پورے دیئے جاؤ گے۔ پس جو شخص آگ سے ہٹا دیا جائے، اور جنت میں داخل کر دیا جائے، بے شک وہ کامیاب ہو گیا۔ اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔“

موت کے واقع کرنے کا مقصد انسانوں سے ان کے کیے ہوئے اعمال کا حساب کتاب لینا ہے، اور پھر ان کے اعمال کے مطابق ان کو جزاء دے کر جنت میں داخل کرنا یا جہنم رسید کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ موت پیدا ہی اس لیے کی ہے تاکہ انسان موت کے ڈر کو ذہن میں رکھ کر اللہ تعالیٰ سے ڈرے، اس کے احکامات پر عمل کرے۔ ہر ایک کو اس بات کا علم ہے کہ موت واقع ہو کر رہے گی، لیکن اس کے باوجود زیادتی کرنے والے زیادتیاں کر رہے ہیں، گناہ کرنے والے دن بدن گناہ کرنے میں بڑھتے جا رہے ہیں۔ اگر یہ ہوتا کہ موت آنی ہی نہیں ہے، یا حساب کتاب ہونا ہی نہیں ہے تو پھر تو اس دنیا میں ہر بڑا اچھوٹے کو ختم کر دیتا، اس کے مال و عزت پر قبضہ کر لیتا اور انسان اپنی انسانیت کھو بیٹھتا۔

معلوم ہوا کہ موت ایک ایسی اٹل حقیقت ہے کہ جس کا انکار کوئی نہیں کر سکتا کیونکہ ہر کوئی اپنے سامنے لوگوں کو مرتے دیکھتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی ذات کے منکر اور حیات بعد الموت کے انکار کرنے والے اس دنیا میں پائے جاتے ہیں۔

☆.....☆.....☆

باب نمبر 4

موت کی سختی

جس طرح موت کا واقع ہونا یقینی ہے، بالکل اسی طرح موت کی سختیاں بھی یقینی ہیں۔ اور موت کی سختی سے ہر انسان ضرور گزرتا ہے۔ لیکن مومن کے لیے تخفیف ہوتی ہے اور کافر کے لیے یہ سختیاں بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سختیوں کا نقشہ قرآن پاک میں اس طرح کھینچا ہے۔

﴿كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۖ وَقِيلَ لَهَا مَرْحَا رَاقِي ۖ وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ۖ وَالْتَفَتِ إِلَىٰ آلِهَا بِالسَّاقِ ۖ ذَاتَ رِجْلَيْنِ ۖ وَإِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ ۖ﴾

(القیامۃ: ۲۶ تا ۳۰)

”ہرگز نہیں جب جان ہنسی تک پہنچ جائے گی، اور کہا جائے گا کہ ہے کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا، اور بیمار کو یقین ہو جائے گا کہ جدائی کی گھڑی آگئی، اور پنڈلی پنڈلی سے چپک جائے گی، اس دن آپ کے رب کی طرف روانگی ہوگی۔“

جب موت کا وقت آئے گا تو انسان کے عزیز واقارب اس کی تکلیف کو دیکھ کر پکاریں گے کہ کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا ہے کہ جو اس کے ذریعے اس کے کرب واذیت کو دور کر دے۔ اور اس وقت وہ آدمی جان جائے گا کہ کچھ ہی وقت کے بعد وہ اس دافانی سے رخصت ہو جائے گا۔ اور اس کے جسم کو مٹی میں دفن کر دیا جائے گا۔ اور ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُقُومَ ۖ وَأَنْتُمْ حِينِيذٍ تَنْظُرُونَ ۖ وَأَنْتُمْ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ ۖ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ ۖ فَلَوْلَا إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ۖ﴾

تَرَجُّعُوهُمْ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٤﴾ (الواقعة: ۸۳-۸۷)

”پس جب کہ روح زخروے تک پہنچ جائے گی، اور تم اس وقت دیکھ رہے ہو گے ہم اس شخص سے بہ نسبت تمہارے بہت زیادہ قریب ہوتے ہیں، لیکن تم نہیں دیکھ سکتے، پس اگر تم کسی کے زیر فرمان نہیں۔ اور اس قول میں سچے ہو تو ذرا اس روح کو تو لوٹاؤ۔“

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے موت کی سختی اور انسان کی بے بسی بیان فرمائی ہے کہ جب فرشتے آکر اس کی روح نکالتے ہیں تو یہ ان کے سامنے بے بس و لاچار ہو جاتا ہے۔ عزیز و اقارب قریب ہوتے ہیں لیکن بچا نہیں سکتے، اس کی تکلیف کو دیکھ کر دور نہیں کر سکتے۔ اس لیے ہم اگر ان سختیوں سے بچنا چاہتے ہیں تو پھر اللہ کے مومن بندوں میں شامل ہو جائیں۔ ورنہ اللہ کی سختیاں بہت اذیت ناک ہیں۔ اس وقت انسان اگر توبہ کرے بھی تو توبہ قبول نہیں ہوتی۔ پھر مزید اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَلِكُمْ مَّا كُنْتُمْ تُحْيُونَ ﴿١٥﴾﴾

(ق: ۱۹)

”موت کی سختیاں یقیناً پیش آئیں گی، یہی ہے جس سے توبہ کتنا پھرتا تھا۔“
موت کی سختی برحق ہے، کوئی جتنا چاہے بھاگ لے موت کی سختی اس کو آ کر رہے گی۔ اس موت کی سختی کو دیکھتے ہوئے اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کو موت کی تمنا کرنے سے منع فرمایا تھا۔

((عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَا تَمَنَّوْا الْمَوْتَ فَإِنَّ هُوَ الْمَطْلَعُ شَدِيدٌ، وَإِنَّ مِنَ السَّعَادَةِ أَنْ يَطْوَلَ عُمُرُ الْعَبْدِ وَيَرْزُقَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ الْإِنَابَةَ.)) ❶

❶ مسند أحمد: ۳/۳۳۲، رقم: ۱۴۵۶۴۔ شیخ شعیب نے اسے ”حسن الغیرہ“ قرار دیا ہے۔

”سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: موت کی تمنا نہ کرو، جان کنی کی تکلیف بڑی شدید ہے، اور یہ خوش بختی کی علامت ہے کہ اللہ کسی بندے کی عمر لمبی کر دے اور اسے توبہ کی توفیق عطا فرما دے۔“

☆.....☆.....☆

باب نمبر 5

کافر اور نافرمان آدمی کا موت کے بعد حشر

کافر و نافرمان سمجھتا ہے کہ پس یہ دنیا ہی ہے، اس کے بعد کچھ بھی نہیں، لیکن جب یہ کافر اور نافرمان موت کے شکنجے میں آتا ہے تو اسے اس وقت اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ میں کتنے بڑے دھوکے میں تھا۔ لیکن اب پچھتائے کیا ہوت، جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

جب نافرمان کو موت آتی ہے تو فرشتے اس کے ساتھ جو سلوک اختیار کرتے ہیں اُس کا تصور کر کے انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، اور زمین بھی اس کو سزا دیتی ہے۔ جیسا کہ درج ذیل احادیث میں وارد ہوا ہے۔

جب کافر اور نافرمان کی روح کو فرشتے قبض کر کے لے جاتے ہیں تو اس وقت جو اس کے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے اس کا تذکرہ نبی کریم ﷺ نے کچھ یوں بیان کیا ہے:

((قَالَ: وَإِنَّ الْعَبْدَ الْكَافِرَ إِذَا كَانَ فِيلَ انْقِطَاعِ مِنَ الدُّنْيَا وَاقْبَالِ مِنَ الْآخِرَةِ نَزَلَ إِلَيْهِ مِنَ السَّمَاءِ مَلَائِكَةٌ سَوْدُ الْوُجُوهِ، مَعَهُمُ الْمُسُوحُ، فَيَجْلِسُونَ مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ، ثُمَّ يَجِيءُ مَلَكُ الْمَوْتِ حَتَّى يَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَيَقُولُ: آيَتَهَا النَّفْسُ الْحَيِّثُ، أُخْرِجْنِي إِلَى سَخَطٍ مِنَ اللَّهِ وَغَضَبٍ.

قَالَ: فَتَفَرَّقُ فِي جَسَدِهِ، فَيَنْتَزِعُهَا كَمَا يُنْتَزَعُ السُّفُودُ مِنَ الصُّفُوفِ الْمَبْلُولِ، فَيَأْخُذُهَا، فَإِذَا أَخَذَهَا لَمْ يَدْعُوهَا فِي يَدِهِ طَرْفَةً عَيْنٍ حَتَّى يَجْعَلُوهَا فِي ثَلَاثِ الْمُسُوحِ، وَيَخْرِجُ مِنْهَا كَأَنَّ رِيحَ جَفِيَّةٍ وَجَدَتْ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ، فَيَصْعَدُونَ بِهَا،

فَلَا يَمُرُّونَ بِهَا عَلَى مَلَأَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ إِلَّا قَالُوا: مَا هَذَا الرُّوحُ الْحَيِّثُ؟ فَيَقُولُونَ قَلَانُ بْنُ قَلَانٍ، بِاقْبَحِ أَسْمَائِهِ الَّتِي كَانَ يُسَمِّي بِهَا فِي الدُّنْيَا، حَتَّى يَنْتَهَى بِهِ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيُسْتَفْتَحُ لَهُ، فَلَا يَفْتَحُ لَهُ. ثُمَّ قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:

﴿لَا تُفْتَحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَبَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ۝﴾ [الاعراف: ٤٠]

فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: اُكْتُبُوا كِتَابَهُ فِي سَجِّينَ فِي الْأَرْضِ السُّفْلَى فَتُطْرَحُ رُوحُهُ طَرَحًا. ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ ۝﴾ [الحج: ٣١] (۱۰)

”کافر آدمی جب دنیا سے کوچ کرنے لگتا ہے، اور آخرت کی طرف روانہ ہوتا ہے تو اس کی طرف سیاہ چہرے والے فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان کے پاس ٹاٹ (کفن) ہوتے ہیں، اور وہ اس سے حدنگاہ کے فاصلہ پر بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت آتا ہے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے، اور کہتا ہے: اے خبیث روح! نکل (اور چل) اللہ کے غصے اور غضب کی طرف۔ روح جسم کے اندر جاتی ہے اور فرشتے اسے باہر کھینچتے ہیں، جیسے کانٹے دار لوہے کی تیغ گیلی اون سے باہر نکالی جاتی ہے۔ فرشتہ اس کی روح نکال لیتا ہے تو دوسرے فرشتے لمحہ بھر کے لیے اسے ملک الموت کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے، بلکہ اسے ٹاٹ (کفن) میں لپیٹ لیتے ہیں۔ روئے زمین پر کسی مردار سے اٹھنے والی بدترین سڑاند جیسی بدبو اس روح سے آرہی ہوتی ہے۔ فرشتے اسے لے کر اوپر (آسمان کی طرف) لے جاتے ہیں (راستے میں) جہاں کہیں ان کا گزر مقرب فرشتوں

پر ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں یہ کس خبیث (روح) کی بدبو ہے۔ جواب میں فرشتے کہتے ہیں: کہ یہ فلاں ابن فلاں کی روح ہے؟ بدترین نام جو دنیا میں لیا جاتا تھا، یہاں تک کہ فرشتے اسے لے کر آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں۔ فرشتے آسمان کا دروازہ کھولنے کی درخواست کرتے ہیں لیکن دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ پھر رسول اکرم ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ”(کافروں کے لیے) آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے، نہ ہی وہ جنت میں داخل ہوں گے، حتیٰ کہ سوئی کے ناکے سے اونٹ گزر جائے۔“ (الاعراف: ۴۰) پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے، سب سے غلی زمین میں موجود بحیث میں اس کا اندراج کر لو اور کافر کی روح بری طرح زمین پر بیخ دی جاتی ہے۔ اس کے بعد رسول اکرم ﷺ نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی: ”جس نے اللہ سے شرک کیا وہ آسمان سے گر پڑا۔ اب اسے پرندے اچک لیں، یا ہوا اسے کسی دور دراز مقام پر پھینک دے۔“ (الحج: ۳۱)

اس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ کافر و نافرمان کا کیا حشر ہوگا۔ اور ان کافر و نافرمان لوگوں کا جنت میں داخلہ اسی طرح ناممکن ہے کہ جس طرح سوئی کے ناکے سے اونٹ کا گزرنا ناممکن ہے، اور پھر آخر میں مشرکوں کے بارے میں آیت مبارکہ کی تلاوت فرما کر اشارہ کر دیا کہ مشرک لوگوں کی روحوں کے ساتھ بھی ایسا ہی حشر ہوگا، جس کی ایک جھلکی ان الفاظ میں ہے کہ: ”جب فرشتے اس کی روح کو اس طرح کھینچتے ہیں جیسے کانٹے دار لوہے کی میخ (سلاخ) گیلی اون سے باہر نکالی جاتی ہے۔“ گیلی اون سے کانٹے دار لوہے کی میخ کو باہر نکالنے کے منظر کو دیکھا جائے کہ کس قدر تکلیف دہ منظر ہوتا ہے۔ بلکہ اسی طرح کی تکلیف ان کافروں اور مشرکوں کو دی جاتی ہے، جس طرح کہ ان کی روح کو نکالا جاتا ہے۔ اور اس حدیث کے اگلے ٹکڑے میں کافر و نافرمان کی سزا کا تذکرہ ہے۔

((فَتَعَادُ رُوحُهُ فِی جَسَدِهِ، وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ، فَيَجْلِسَانِهِ،

فَيَقُولَان لَهٗ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: هَاهُ هَاهُ لَا أَدْرِي، فَيَقُولَان لَهٗ مَا دِينُكَ؟ فَيَقُولُ: هَاهُ هَاهُ لَا أَدْرِي. فَيَقُولَان لَهٗ: مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ؟ فَيَقُولُ: هَاهُ هَاهُ لَا أَدْرِي، فَيَنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَنْ كَذَبَ فَأَفْرِشُوا لَهُ مِنَ النَّارِ، وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى النَّارِ، فَيَأْتِيهِ مِنْ حَرِّهَا وَسُمُومِهَا، وَيُضَيِّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتَّى تَخْتَلِفَ فِيهِ أَضْلَاعُهُ، وَيَأْتِيهِ رَجُلٌ قَبِيحُ الْوَجْهِ، قَبِيحُ الثِّيَابِ، مُتَتِنُ الرِّيحِ فَيَقُولُ: أَبْشِرْ بِالَّذِي يَسْؤُوكَ، هَذَا يَوْمُكَ الَّذِي كُنْتَ تُوعَدُ، فَيَقُولُ: مَنْ أَنْتَ فَوَجْهَكَ الْوَجْهُ يَجِيءُ بِالشَّرِّ، فَيَقُولُ: أَنَا عَمَلُكَ الْخَبِيثُ: فَيَقُولُ رَبِّ لَا تَقِمِ السَّاعَةَ.)) ①

”(جب روح کو آسمان سے نیچے پھینک دیا جائے گا) تو روح کو دوبارہ جسم میں ڈال دیا جائے گا، اور پھر دوفرشتے آکر اسے اٹھا کر بٹھادیں گے۔ پس وہ دونوں اس سے سوال کریں گے: تیرا رب کون ہے؟ تو وہ کہے گا: ہائے افسوس! ہائے افسوس! میں نہیں جانتا۔ پھر وہ دونوں اس سے کہیں گے تیرا دین کیا ہے؟ تو وہ کہے گا: ہائے افسوس! میں نہیں جانتا۔ پس وہ دونوں اس سے کہیں گے: یہ آدمی جو کہ تم میں بھیجا گیا تھا، کون ہے؟ تو وہ کہے گا: ہائے افسوس! ہائے افسوس! میں نہیں جانتا! تو آسمان سے آواز آئے گی کہ اس نے جھوٹ بولا، اب اس کے لیے جہنم کا بستر بچھا دو، اور اس کے لیے جہنم کی طرف سے ایک دروازہ کھول دو۔ تو وہاں سے (جہنم سے) آگ کی حرارت اور گرم ہوا اس کی طرف آئے گی، اور اس کی قبر کو اس پر تنگ کر دیا جائے گا۔ حتیٰ کہ اس کے دائیں جانب

① مسند احمد: ۴ / ۲۸۷، ۲۸۸، رقم: ۱۸۵۳۴۔ شیخ نے اسے ”صحیح الاسناد“ کہا ہے۔

کی ہڈیاں بائیں جانب اور بائیں جانب کی ہڈیاں دائیں جانب آجائیں گی۔ اور اس کے پاس ایک برے چہرے والا آدمی آئے گا جس کے کپڑے گندے ہوں گے، اور ان سے بدبو آ رہی ہوگی۔ تو وہ اس کو آ کر اس کے برے اعمال کی خوشخبری دے گا اور کہے گا: یہ وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ تو وہ کہے گا: تو کون ہے اس کا چہرہ بھی برا ہوگا؟ تو وہ کہے گا: میں تیرا برا عمل ہوں، تو وہ کہے گا: اے میرے رب! تو قیامت برپا نہ کر۔“

اندازہ لگائیے کہ قبر میں اس کے لیے آگ کا بستر ہوگا، اور جہنم کی طرف سے دروازہ کھول دیا جائے گا، جس کی تپش اور گرم ہوا کی وجہ سے اسے راحت نہ مل سکے گی۔ اور اس کے برے اعمال ایک بدترین شکل کے آدمی کی صورت میں اس کے سامنے آجائیں گے۔ اور قبر اس کو قیامت تک دباتی رہے گی اور اس کی پسلیوں کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا رہے گا۔ اب کون ہے جو کہ ایسے عذاب کو سن کر اللہ کا نافرمان بنے؟ انسانی عقل اور دانشمندی کا تقاضا تو یہی ہے کہ اللہ سے ڈر کر اللہ پر ایمان لایا جائے، اور اس کے احکامات کو تسلیم کیا جائے۔ لیکن ایک انسان ہے کہ اس سے مس نہیں ہوتا۔ ایک روایت میں کافر کے بارے سخت رویے کا ذکر کچھ یوں بیان ہوا ہے۔

((عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ، وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ — إِنَّهُ يَسْمَعُ قَرَعَ نِعَالِهِمْ — أَتَاهُ مَلَكَانِ فَيَقْعِدَانِهِ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ ﷺ؟ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ: فَيَقُولُ: أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ، فَيَقَالُ لَهُ: أَنْظِرْ إِلَى مَقْعِدِكَ مِنَ النَّارِ. قَدْ أَبَدَكَ اللَّهُ بِهِ مَقْعِدًا خَيْرًا مِنْهُ. قَالَ: النَّبِيُّ ﷺ: فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا. وَأَمَّا الْكَافِرُ أَوِ الْمُنَافِقُ: فَيَقَالُ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ؟

فَيَقُولُ: لَا أَدْرِي! كُنْتُ أَقُولُ كَمَا يَقُولُ النَّاسُ! فَيَقَالُ لَهُ: لَا
دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ، ثُمَّ يُضْرَبُ ضَرْبَةً بَيْنَ أُذُنَيْهِ، فَيَصْبِحُ صَنِيعَةً
يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ غَيْرُ الثَّقَلَيْنِ. ((❶

”سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، بے شک نبی ﷺ نے فرمایا: جب انسان کو
اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے، اور اس کے (دوست احباب رشتے دار) ساتھی (اس
کو دفن کر کے واپس) چلے جاتے ہیں۔ تو وہ ان کے قدموں کی آہٹ کو سنتا ہے۔
اسی دوران اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے
کہتے ہیں: تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا ہے: یعنی محمد ﷺ کے بارے
میں؟ تو مومن کہتا ہے: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور
رسول ہیں۔ تو اس کو کہا جاتا ہے: اپنا وہ ٹھکانہ دیکھو جو جہنم میں تھا، اس کو اللہ نے
بدل کر جنت میں ٹھکانہ بنادیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ دونوں
فرشتے اس کو اس کا ٹھکانہ جو جنت میں بنایا گیا ہوگا، دکھائیں گے۔ اور کافریا
منافق آدمی سے جب یہ کہا جائے گا کہ تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا ہے تو
وہ جواب دے گا: میں نہیں جانتا، جس طرح لوگ کہتے تھے میں بھی اسی طرح کہہ
دیتا تھا، تو اس کو کہا جائے گا: نہ تو جان سکا اور نہ ہی تو پڑھ سکا۔ پھر اس کو اس کے
دونوں کانوں کے درمیان (یعنی دماغ میں) فرشتے (لوہے کے گرزوں کے
ساتھ) ماریں گے۔ تو وہ اتنی زور سے چیخ مارتا ہے کہ جس کو جن وانس کے سوا ہر
ایک چیز سنتی ہے۔“

اور اس سے بڑھ کر اور کیا وعید یا عبرت ہو سکتی کہ مرنے کے بعد بستر بھی آگ کا ہو،
ہوا بھی آگ کی ہو اور زمین بھی دبا کر پسلیوں کے رُخ تبدیل کر دے، اور فرشتے دماغ پر

❶ سنن نسائی، کتاب العناثر، رقم: ۲۰۵۱۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

لوہے کے گرزوں سے مار مار کر قیامت تک اس کو اس عذاب میں مبتلا کرتے رہیں۔ اور اس گرز کے بارے میں ایک حدیث میں آتا ہے کہ ”اگر وہ گرز پہاڑ پر مارا جائے تو پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جائے۔“ تو انسانی اعضاء تو پہاڑ کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا کے مصائب، عذاب قبر اور جہنم کی آگ سے محفوظ فرمائے۔

(آمین)

باب نمبر 6

مومن کی موت

کافر، منافق اور نافرمان آدمی کے مقابلے میں مومن آدمی کو جب موت آتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کی موت کی تکلیف کو بھی اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتے ہیں، اور اس کے ساتھ ہی خوشخبریاں مل جاتی ہیں، اور انہی خیالات میں مومن کی روح پرواز کر جاتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٣٢﴾ نَحْنُ أُولَئِكَ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهُنَّ أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿٣٣﴾ نُزُلًا مِنْ غَفُورٍ رَحِيمٍ ﴿٣٤﴾﴾

(حَم السجدة: ۳۰-۳۲)

”بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس (عقیدہ توحید اور عمل صالح) پر جمے رہے۔ ان پر فرشتے اترتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم نہ ڈرو، اور نہ غم کرو، اور اس جنت کی خوشخبری سن لو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم دنیا کی زندگی میں تمہارے دوست اور مددگار ہیں۔ اور آخرت میں بھی رہیں گے۔ اور وہاں تمہیں ہر وہ چیز ملے گی، جس کی تمہارا نفس خواہش کرے گا، اور ہر وہ چیز جس کی تم تمنا کرو گے۔ بڑے معاف کرنے والے، بے حد رحم کرنے والے اللہ کی جانب سے تمہاری میزبانی ہوگی۔“

موت کے وقت فرشتے مومنین کو اطمینان دلاتے ہیں کہ جو زندگی اب آنے والی -

اس کے بارے میں آپ لوگ مطمئن رہیں۔ ہم دنیا میں بھی آپ کی راہنمائی کرتے رہے ہیں اور اللہ کے حکم سے آپ کی حفاظت کرتے رہے ہیں اور قیامت کے دن بھی ہم آپ کے ساتھ ہوں گے، قبر اور صور پھونکنے کے وقت بھی ہم آپ لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔

موت کی تکلیف بھی مومن لوگوں کے لیے گناہوں کا کفارہ بنتی ہے۔ جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی رسول مکرم ﷺ کی حدیث ہے:

((لَا يُصِيبُ الْمُؤْمِنَ شَوْكَةٌ فَمَا فَوْقَهَا ، إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ بِهَا دَرَجَةً ، وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ .)) ❶

”کہ مومن کو جب کاٹنا چھتا ہے، یا اس سے بھی کوئی کم درجہ کی تکلیف پہنچتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند کرتے ہیں، اور ایک گناہ مٹا دیتے ہیں۔“

اسی مفہوم کی ایک اور حدیث سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ شَيْءٍ يُصِيبُ الْمُؤْمِنَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا حَزَنٍ وَلَا وَصَبٍ ، حَتَّىٰ اللَّهُمَّ يَهْمُهُ ، إِلَّا يَكْفِرُ اللَّهُ بِهِ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ .)) ❷

”مومن کو جب بھی کوئی مصیبت، غم یا دکھ پہنچتا ہے، حتیٰ کہ کوئی فکر جو اسے پریشان کرے، اس کے سبب اللہ تعالیٰ مومن کے گناہ مٹا دیتے ہیں۔“

مومن کے لیے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی خوشخبریاں ہیں، تکلیف پہنچے تو درجات بلند، غم آئے تو گناہ کم کر دیئے جاتے ہیں۔

جب مومن موت کی کشمکش میں ہوتا ہے تو اسے فرشتے خوشخبری دے رہے ہوتے ہیں:

﴿الَّذِينَ تَتَوَفَّيْهُمْ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ادْخُلُوا

❶ سنن ترمذی، کتاب الجنائز، رقم: ۹۶۵۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

❷ سنن ترمذی، کتاب الجنائز، رقم: ۹۶۶۔ سلسلۃ الصحیحہ، رقم: ۲۵۰۳۔

الْجَنَّةِ مِمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٣٢﴾ (النحل: ۳۲)

”ان کی روحوں کو فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ خوش ہوتے ہیں، کہتے ہیں کہ تم پر سلام ہو، جو کچھ دنیا میں کرتے رہے تھے، ان کے سبب جنت میں داخل ہو جاؤ۔“

موت کے فرشتے ان مومن لوگوں کو موت کے وقت ان کا احترام کرتے ہوئے سلام کہتے ہیں، اور خوشخبری دیتے ہیں کہ تم لوگ اپنے نیک اعمال کی بدولت جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین کا اکرام کرتے ہوئے ایک آیت میں اس طرح ارشاد فرماتا ہے:

﴿تَحِيَّاتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ ۚ وَاعَدَ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا ۝﴾

(الاحزاب: ۴۴)

”جس دن یہ اللہ سے ملاقات کریں گے ان کا تحفہ سلام ہوگا، ان کے لیے اللہ نے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔“

”رب العالمین آواز دے گا، اور کہے گا کہ اے وہ پاکیزہ روح جس نے دنیا میں اپنے رب کو یاد کیا، اس سے محبت کی، اور اس کی اطاعت و بندگی کے ذریعہ سکون و اطمینان حاصل کیا، تو آج اس کے جوار میں چلی جا، در انحالیکہ تو اس کی عطا کردہ نعمتوں سے راضی رہے، اور وہ اب تجھ سے ہمیشہ کے لیے راضی ہو گیا۔“

﴿يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۖ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۖ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۖ وَادْخُلِي جَنَّتِي ۝﴾ (الفجر: ۲۷ تا ۳۰)

”اے (ایمان کی وجہ سے) مطمئن جان! تو اپنے رب کے پاس لوٹ چل در انحالیکہ تو اس سے راضی ہے، اس کے نزدیک پسندیدہ ہے۔ پس تو میرے مقبول بندوں میں شامل ہو جا۔ اور میری جنت میں داخل ہو جا۔“

مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ بات ان سے موت کے وقت اور قیامت کے دن کہی جائے

گی۔“ [تیسیر الرحمن: ۱۷۳۸/۲]

تو اگر آپ یہ تحائف اور اکرام حاصل کرنا چاہتے ہیں تو مومنین کی صف میں شامل ہو جائیں اور آدمی مومن اسی وقت بن سکتا ہے جب مکمل طور پر اللہ کا ہو جائے، اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کے پیغمبر کے فرامین پر کار بند ہو جائے۔ اور مومن کی پہچان موت کے وقت ہو جاتی ہے:

((اَلْمُؤْمِنُ يَمُوتُ بِعَرَقِ الْجَبِينِ .))^①

”مومن، پیشانی کے پسینے کے ساتھ وفات پاتا ہے۔“

موت کی تکلیف کے سبب مومن کو پیشانی پر پسینہ آ جاتا ہے۔ اللہ ہم سب کو مومنین کے اوصاف اپنانے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہم سب پر موت کی سختیوں کو آسان فرمائے۔ آمین!

☆.....☆.....☆

① سنن ترمذی، کتاب الجنائز، رقم: ۹۸۲۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

باب نمبر 7

مومن کی موت کے بعد کے مراحل

جب مومن آدمی اس دنیائے فانی کو چھوڑ جاتا ہے، اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملتا ہے تو اس کی موت کے بعد ہی سے اس کے لیے خوشخبریاں اور آسانیاں اللہ تعالیٰ پیدا فرما دیتا ہے، اور مومن آدمی دنیا کی مصیبتوں سے نجات پا کر اللہ تعالیٰ کی رحمت میں آرام پاتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((عَنْ أَبِي قَتَادَةَ بْنِ رَبِيعٍ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَرَّ عَلَيْهِ بِجَنَازَةٍ. قَالَ مُسْتَرِيحٌ وَمُسْتَرَاخٌ مِنْهُ. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا الْمُسْتَرِيحُ وَالْمُسْتَرَاخُ مِنْهُ؟ قَالَ: الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ يَسْتَرِيحُ مِنْ نَصَبِ الدُّنْيَا وَأَذَاهَا إِلَى رَحْمَةِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالْعَبْدُ الْفَاجِرُ يَسْتَرِيحُ مِنْهُ الْعِبَادُ وَالْبِلَادُ وَالشَّجَرُ وَالْدَّوَابُّ.)) ❶

”سیدنا ابو قتادہ بن ربیعہ انصاری رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آرام پانے والا ہے یا آرام دینے والا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: آرام پانے والے اور آرام دینے والے سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مومن آدمی مرنے کے بعد دنیا کے مصائب و آلام سے نجات پا کر اللہ کی رحمت میں آرام پاتا ہے۔ اور فاجر آدمی کے مرنے سے لوگ، شہر، درخت اور

❶ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب سكرات الموت، رقم: ۶۵۱۲.

چوپائے سب آرام پاتے ہیں۔“

مومن کی موت کے ساتھ ہی اس کے لیے خوشخبریاں شروع ہو گئی ہیں۔ جیسا کہ اللہ کے پیغمبر ﷺ اپنے صحابہ کو مومن کے بارے میں بتا رہے ہیں کہ مومن موت کے واقع ہوتے ہی اللہ کی رحمت میں آرام پاتا ہے۔

اسی طرح جب مومن کی روح کو قبض کر کے فرشتے لے جاتے ہیں تو اس کے بارے میں نبی مکرم ﷺ کچھ یوں بیان فرما رہے ہیں:

((عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي جَنَازَةٍ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ، وَلَمَّا يَلْحَدُ، فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ، كَأَنَّ عَلَى رُؤُوسِنَا الطَّيْرُ، وَفِي يَدِهِ عُودٌ يَنْكُثُ بِهِ فِي الْأَرْضِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَالَ: اسْتَعِذُوا بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعِ مِنَ الدُّنْيَا وَإِقْبَالِ مِنَ الْآخِرَةِ، نَزَلَ إِلَيْهِ مَلَائِكَةٌ مِنَ السَّمَاءِ بَيضُ الْوُجُوهِ، كَأَنَّ وُجُوهُهُمْ الشَّمْسُ، مَعَهُمْ كَفَنٌ مِنْ أَكْفَانِ الْجَنَّةِ، وَحَنُوطٌ مِنْ حَنُوطِ الْجَنَّةِ، حَتَّى يَجْلِسُوا مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ، ثُمَّ يُجِئُ مَلَكُ الْمَوْتِ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتَّى يَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَيَقُولُ: أَيَّتَهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ. أُخْرِجِي إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ.

قَالَ: فَتَخْرُجُ تَسِيلُ كَمَا تَسِيلُ الْفَطْرَةُ مِنْ فِي السِّقَاءِ فَيَأْخُذُهَا، فَإِذَا أَخَذَهَا لَمْ يَدْعُوهَا فِي يَدِهِ طَرَفَةً عَيْنٍ حَتَّى يَأْخُذُوهَا، فَيَجْعَلُوهَا فِي ذَلِكَ الْكَفَنِ وَفِي ذَلِكَ الْحَنُوطِ، وَيَخْرُجُ مِنْهَا كَأَطِيبٍ نَفْحَةٍ مِنْكَ وَجِدَتْ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ.

قَالَ: فَيَصْعَدُونَ بِهَا، فَلَا يَمْرُونَ - يَعْنِي بِهَا - عَلَى مَلَا مِنْ الْمَلَائِكَةِ إِلَّا قَالُوا: مَا هَذَا الرُّوحُ الطَّيِّبُ! فَيَقُولُونَ: فَلَانُ بْنُ فَلَانٍ، بِأَحْسَنِ أَسْمَائِهِ الَّتِي كَانَ يَسْمُونَهُ بِهَا فِي الدُّنْيَا، حَتَّى يَنْتَهُوا بِهَا إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَسْتَفْتِحُونَ لَهُ، فَيَفْتَحُ لَهُمْ فَيُسَبِّعُهُ مِنْ كُلِّ سَمَاءٍ مُقَرَّبُوهَا إِلَى السَّمَاءِ الَّتِي تَلِيهَا، حَتَّى يَنْتَهَى بِهِ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ، فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: اكْتُبُوا كِتَابَ عَبْدِي فِي عِلِّيِّينَ، وَأَعِيدُوهُ إِلَى الْأَرْضِ فَإِنِّي مِنْهَا خَلَقْتَهُمْ وَفِيهَا أَعِيدُهُمْ، وَمِنْهَا أَخْرِجُهُمْ تَارَةً أُخْرَى.

قَالَ: فَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ فَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيَجْلِسَانِهِ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: رَبِّي اللَّهُ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا دِينُكَ؟ فَيَقُولُ: دِينِي الْإِسْلَامُ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ؟ فَيَقُولُ: هُوَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ؟ فَيَقُولَانِ لَهُ: وَمَا عِلْمُكَ؟ فَيَقُولُ: قَرَأْتُ كِتَابَ اللَّهِ فَأَمَنْتُ بِهِ وَصَدَقْتُ، فَيُنَادِي مُنَادٍ فِي السَّمَاءِ: أَنْ صَدَقَ عَبْدِي، فَأَفْرِشُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَالْبِسُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ.

قَالَ: فَيَأْتِيهِ مِنْ رُوحِهَا وَطِيْهَا، وَيُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ مَدَّ بَصَرِهِ. قَالَ: وَيَأْتِيهِ رَجُلٌ حَسَنُ الْوَجْهِ، حَسَنُ الثِّيَابِ، طَيِّبُ الرِّيحِ، فَيَقُولُ: أَبَشِّرْ بِالَّذِي يَسُرُّكَ، هَذَا يَوْمُكَ الَّذِي كُنْتَ تُوعَدُ. فَيَقُولُ لَهُ: مَنْ أَنْتَ؟ فَوَجْهَكَ الْوَجْهَ يَجِيءُ بِالْخَيْرِ. فَيَقُولُ: أَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ فَيَقُولُ: رَبِّ أَقِمِ السَّاعَةَ حَتَّى أَرْجِعَ إِلَى أَهْلِي وَمَالِي. (۱)

① مسند احمد: ۴ / ۲۸۷، رقم: ۱۸۵۳۴ - شیخ شیب نے اسے ”صحیح الاسناد“ قرار دیا ہے۔

”سیدنا براء بن عازب روایت کرتے ہیں، ہم ایک انصاری کے جنازہ پر نبی ﷺ کے ساتھ نکلے، جب ہم قبر پر پہنچے اور قبر کی تکمیل میں کچھ دیر تھی۔ رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ارد گرد بیٹھ گئے، گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں۔ اور نبی ﷺ کے ہاتھ میں ایک چھتری تھی، جس کے ساتھ آپ زمین کو کرید رہے تھے۔ اچانک آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمانے لگے: اللہ سے قبر کے عذاب کی پناہ مانگو۔ نبی ﷺ نے یہ الفاظ دو یا تین مرتبہ کہے۔ پھر کہا: بے شک جب مومن آدمی دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے اور آخرت کی طرف جاتا ہے، تو آسمان سے ایسے فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ ان کے چہرے سورج کی طرح چمک رہے ہوتے ہیں۔ اور ان کے پاس جنت کے کفنوں میں سے کفن ہوتا ہے، اور جنت کی خوشبوؤں میں سے خوشبو ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ اس کی نظری پہنچ تک بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت آتا ہے، حتیٰ کہ اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے، تو کہتا ہے: اے پاک نفس! اللہ کی رضا مندی اور مغفرت کی طرف نکل۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: تو روح جسم سے اس طرح نکلتی ہے کہ جس طرح مشکیزے کے منہ سے پانی کا قطرہ بہتا ہے، تو فرشتے اس کو پکڑ لیتے ہیں، اور پھر اس کو دیکھتے ہی دیکھتے جنتی کفن میں لپیٹ دیتے ہیں، اور اس خوشبو میں جس سے ایسی مہک نکلتی ہے جیسا کہ زمین میں کستوری کی خوشبو ہوتی ہے۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں: تو وہ فرشتے اس روح کو لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں، تو وہ جب بھی فرشتوں کے گروہ میں سے کسی گروہ کے پاس سے گزرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ پاکیزہ روح کس کی ہے؟ تو وہ کہتے ہیں: فلاں بن فلاں کی ہے۔ تو وہ اس کو اچھے ناموں کے ساتھ جس کے ساتھ اس کو دنیا میں

پکارا جاتا تھا، اس کو پکارتے ہیں، حتیٰ کہ جب وہ آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں تو وہ اس کے لیے دروازے کھولنے کا مطالبہ کرتے ہیں تو ان کے لیے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، تو وہ فرشتے اس کو ایک آسمان سے دوسرے قریبی آسمان کی طرف روانہ کر دیتے ہیں، حتیٰ کہ وہ ساتویں آسمان پر پہنچا دی جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے اس بندے کا نام طلحہ میں لکھ دو۔ اور اس کو زمین کی طرف لوٹا دو۔ پس میں نے تم کو اس زمین سے پیدا کیا، اور اسی کی طرف تم کو لوٹا دوں گا، اور اس زمین سے میں تم کو دوبارہ نکالوں گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر روح کو اس کے جسم میں دوبارہ لوٹا دیا جاتا ہے، پس اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں تو وہ اس کو ٹھہا دیتے ہیں۔ پس وہ دونوں فرشتے اس سے سوال کرتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے: اللہ میرا رب ہے۔ تو وہ اس سے سوال کریں گے: تیرا دین کیا ہے؟ تو وہ جواب دے گا: میرا دین اسلام ہے۔ تو وہ دونوں فرشتے اس سے سوال کریں گے: یہ آدمی جو کہ تم میں بھیجا گیا تھا کون ہے؟ تو وہ جواب دے گا: وہ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر وہ فرشتے سوال کریں گے کہ تو نے کیسے جانا (کہ یہ رسول ہیں)؟ تو وہ کہے گا: میں نے اللہ کی کتاب میں پڑھا تھا تو میں اس پر ایمان لے آیا، اور اس کی تصدیق کر دی۔ تو آسمان سے آواز آئے گی کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے تو اب اس کے لیے جنت کے بستر میں سے ایک بستر لے آؤ، اور اس کو جنتی لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کی طرف سے ایک کھڑکی کھول دی جائے گی۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تو اس جنت سے جنت کی خوشبو اور ہوا آئے گی، اور اس کی قبر تا حد نظر وسیع کر دی جائے گی۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں: اس کے پاس اچھے اور خوبصورت چہرے والے،

خوبصورت لباس والا، اور اچھی خوشبو والا آدمی آئے گا، تو وہ کہے گا: اپنے اچھے اعمال کے ساتھ خوش ہو جا، آج وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ تو وہ جنتی اس سے پوچھے گا، تو کون ہے؟ تو خوبصورت چہرے کے ساتھ آیا، تو وہ کہے گا: میں تیرا عمل صالح ہوں۔ تو وہ جنتی کہے گا: اے میرے رب! قیامت کو برپا کر دے، تاکہ میں اپنے اہل اور مال میں واپس پہنچ جاؤں۔“

اس حدیث کے الفاظ ایسے جامع ہیں کہ اس کے بعد کوئی کسر باقی نہیں رہ جاتی، لیکن اس کے بعد بھی کوئی اللہ تعالیٰ کے فرامین سے روگردانی کرے تو اس سے بڑھ کر بد بخت انسان کوئی نہیں ہو سکتا۔ اے اللہ! ہمیں ایسے عمل کرنے کی توفیق عطا فرما جن سے تو راضی ہو جائے۔ آمین!

اس ضمن میں اللہ کے پیارے رسول ﷺ کی سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی

ایک اور حدیث ہے:

((مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللَّهِ أَحَبَّ اللَّهُ لِقَاءَهُ ، وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللَّهِ كَرِهَ اللَّهُ لِقَاءَهُ . قَالَتْ عَائِشَةُ : أَوْ بَعْضُ أَزْوَاجِهِ إِنَّا لَنَكْرَهُ الْمَوْتَ قَالَ لَيْسَ ذَلِكَ وَلَكِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا حَضَرَهُ الْمَوْتُ بَشَّرَ بِرِضْوَانِ اللَّهِ وَكَرَامَتِهِ ، فَلَيْسَ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا أَمَامَهُ ، فَأَحَبَّ لِقَاءَ اللَّهِ وَأَحَبَّ اللَّهُ لِقَاءَهُ ، وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا حَضَرَهُ بَشَّرَ بِعَذَابِ اللَّهِ وَعُقُوبَتِهِ فَلَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَهَ إِلَيْهِ مِمَّا أَمَامَهُ ، كَرِهَ لِقَاءَ اللَّهِ وَكَرِهَ اللَّهُ لِقَاءَهُ .)) ❶

”جو شخص اللہ سے ملاقات کرنا پسند کرتا ہے۔ اللہ بھی اس سے ملاقات کرنا پسند کرتا ہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا پسند نہیں کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے

❶ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب من أحب لقاء الله، رقم: ۶۵۰۷۔

ملنا پسند نہیں فرماتا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ نبیؐ یا آپ ﷺ کی کسی دوسری زوجہ محترمہ نے کہا: موت تو ہمیں بھی ناپسند ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی ملاقات سے مراد موت نہیں، بلکہ مومن کو جب موت آتی ہے تو اسے اللہ کی رضامندی اور عزت افزائی کی خوشخبری دی جاتی ہے۔ اس وقت مومن کو ملنے والی نعمتوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہوتی، اور وہ اللہ سے ملنا چاہتا ہے اور اللہ بھی اس سے ملنے کو پسند فرماتا ہے۔ جب کافر کو موت آتی ہے، تب اسے آئندہ پیش آنے والے حالات سے زیادہ نفرت کسی چیز سے نہیں ہوتی، لہذا وہ اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا ناپسند فرماتا ہے۔“

مذکورہ بالا احادیث پڑھنے کے بعد ہر شخص کا دل یہی تمنا کرے گا کہ اللہ مجھے بھی اس اکرام سے نوازے، لیکن کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا پڑتا ہے۔

اگر یہ مقام اور اکرام چاہیے تو پھر اللہ کے احکامات پر اور محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمودات پر عمل کرنے کے لیے کمر بستہ ہونا اور فہم و عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسا منہج اختیار کرنا ہو گا۔ اپنے لیل و نہار، اپنے دن کے تمام اوقات رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہوئی باتوں کے مطابق گزارنے ہوں گے جو کہ اصل ایمان ہے۔

☆.....☆.....☆

باب نمبر 8

موت سے پہلے ایمان لانا

دنیا میں ہر کام کرنے کا ایک وقت مقرر ہے۔ اگر اس کام کو اس کے مقررہ وقت پر کیا جائے تو اس کا فائدہ ہوتا ہے۔ اگر بعد میں کیا جائے تو اس کا کرنا نہ کرنا یکساں ہوتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی نے ہوائی جہاز کی سیٹ بک کروائی اور اس کے لیے اس نے کئی ہزار روپے خرچ کیے۔ اس کے بعد اس کو 6 تاریخ کا وقت دیا جاتا ہے، لیکن وہ 7 تاریخ کو اپنی فلائٹ کے لیے جاتا ہے تو کیا کوئی اسے فلائی کرنے کی اجازت دے گا۔ ہرگز نہیں! یہ تو دنیا کا قانون ہے تو اللہ تعالیٰ کا قانون تو اس کے مقابلے میں کہیں سخت ہے۔ اسی طرح اللہ پر ایمان لانے کے لیے شرط ہے کہ موت سے پہلے اللہ پر ایمان لایا جائے، کیوں کہ موت کے وقت یا اس کے بعد ایمان لانے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْإِيمَانَ وَلَا الَّذِينَ يُمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارًا أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝۱۸﴾ (النساء: ۱۸)

”اور ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو بُرے کام کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ جب (ان میں سے کسی کی) موت سامنے ہوتی ہے، تو کہتا ہے کہ اب میں نے توبہ کر لی، اور ان لوگوں کی توبہ قبول ہوتی ہے جو حالت کفر میں مر جاتے ہیں، انہی لوگوں کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا ایک اور ارشاد گرامی کچھ یوں ہے:

﴿وَجَوْرًا نَّابِتَيْنِ ۖ إِنْ سَأَلْتَهُنَّ لَيَبْخَرَا فَاتَّبِعْنَهُمْ فِرْعَوْنَ وَجُنُودَهُ بَغْيًا

وَعَذُوًا حَتَّىٰ إِذَا أَذَرَكَ الْعَرْقُ قَالَ آمَنْتُ أَنْذَرَ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنْتُ بِهِ بَنُو إِسْرَءِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ أَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ يَوْمَ الْفُتُورِ الْفُتُورُ ۝ قَالُوا لَا نَجِدُكَ بِمَدِينِكَ لِيَتَكُونَ لِمَنْ خَلَقَكَ آيَةً وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ عَنْ آيَاتِنَا لَغَافُلُونَ ﴿٩٢﴾

(یونس: ۹۰-۹۲)

”اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا۔ پھر ان کے پیچھے پیچھے فرعون اپنے لشکر کے ساتھ ظلم اور زیادتی کے ارادے سے چلا، یہاں تک کہ جب وہ ڈوبنے لگا تو کہنے لگا کہ میں ایمان لاتا ہوں۔ بجز اس کے کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں کوئی معبود نہیں اور میں مسلمانوں میں داخل ہوتا ہوں۔ جواب دیا گیا کہ اب ایمان لاتا ہے؟ اور پہلے سرکشی کرتا رہا اور مفسدوں میں داخل رہا۔ سو آج ہم تیری لاش کو نجات دیں گے تاکہ ان کے لیے موجب عبرت ہو جو تیرے بعد ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سے آدمی ہماری عبرتوں سے غافل ہیں۔“

فرعون کو جب موت کے اثرات نظر آنے لگے، اور اس کو یقین ہو گیا کہ اب میں نہیں بچ سکتا تو فوراً کہنے لگا: ((اَمَنْتُ بِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنْتُ بِهِ بَنُو إِسْرَءِيلَ))..... ”میں بنی اسرائیل کے رب پر ایمان لاتا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اب تو ایمان لاتا ہے، جب کہ اس لمحے سے پہلے تو نافرمانی کرتا رہا، اور زمین میں فساد پھیلاتا رہا ہے۔ آج تیرا ایمان لاتا نامقبول ہے اور آج میں تمہارے جسم کو نجات دوں گا، اور زمین پر ایک اونچی جگہ پر ڈال دوں گا۔ تاکہ تو آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے نشانِ عبرت بنے اور لوگ جان لیں کہ تو ایک حقیر بندہ تھا، معبود نہیں تھا۔ اسی طرح کے ایک گروہ کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا ہے:

﴿فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَحَدَّثُوا كَذِبًا إِمَّا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ ۝﴾

فَلَمْ يَكْ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاسًا لَّهٗ سُدَّتْ اللّٰهُ الْبَتِيْ قَدْ خَلَتْ

فِيْ عِبَادَةٍ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٥﴾ (المؤمن : ٨٤-٨٥)

”ہمارا عذاب دیکھتے ہی کہنے لگے کہ اللہ واحد پر ہم ایمان لائے، اور جن جن کو ہم اس کا شریک بنا رہے تھے ہم نے ان سب سے کفر کیا، لیکن ہمارے عذاب کے معائنے کے بعد ایمان نے انھیں نفع نہ دیا۔ اللہ نے اپنا معمول یہی مقرر کر رکھا ہے جو اس کے نیک بندوں میں برابر چلا آ رہا ہے، اور اس جگہ کا فخر اب وختہ ہوئے۔“

یہاں پھر کافروں اور مشرکوں کا ذکر ہے جنھوں نے دنیا میں بہت سا مال، جائیداد، بلنگیں فیکٹریاں، کارخانے وغیرہ بنا رکھے تھے۔ اور جب ان سے ایمان لانے کا کہا جاتا تو یہ اپنے آپ کو ایمان والوں سے بہتر جانتے تھے اور ان کو حقیر کہتے تھے۔ لیکن جب ان پر اللہ کا عذاب آیا تو کہنے لگے: ہم سب طاغوتی طاقتوں کا انکار کرتے ہیں، اور اللہ کے الہ ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ تو جواب دیا جاتا ہے کہ اب تمہارا ایمان لانا تمھیں کوئی فائدہ نہیں دے گا اور یہ اللہ کا پہلی امتوں سے طریقہ چلا آ رہا ہے کہ جب عذاب آ جائے تو پھر ایمان قبول نہیں ہوتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اسی بات کی وضاحت فرمائی ہے:

﴿اِسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّآئِیَ یَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَہٗ مِنَ اللّٰہِ مَا

لَکُمْ مِّنْ مَّلْجَا یَوْمَئِذٍ وَّ مَا لَکُمْ مِّنْ نَّکِیْرٍ ﴿٤٧﴾﴾ (الشوری : ٤٧)

”اپنے رب کا حکم مان لو اس سے پہلے کہ اللہ کی جانب سے وہ دن آ جائے، جس کا بہت جانا ناممکن ہے۔ تمھیں اس روز نہ تو کوئی پناہ کی جگہ ملے گی، نہ چھپ کر انجان بن جانے کی۔“

تو اس آیت میں بتا دیا کہ اللہ پر ایمان لے آؤ اس وقت سے پہلے جو اللہ نے مقرر کیا ہے۔ اور اس آیت میں مرنے کے بعد ایمان لانے کا ذکر کیا گیا ہے:

﴿قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِيمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ﴾^{۵۴}
 فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ إِنَّهُمْ مُنْتَظَرُونَ ﴿۵۵﴾ (السجدة: ۲۸-۲۹)
 ”آپ فرمادیں فیصلے کے دن کافروں کو ان کا ایمان (لانا) نفع نہ دے گا، اور نہ
 وہ مہلت دیے جائیں گے۔“

کفار کی تنگی کے باعث جب مسلمانوں نے کہا کہ اللہ ہی ہمارے اور تمہارے درمیان
 فیصلہ کرے گا تو وہ کفار کیونکہ قیامت کے منکر تھے، وہ بطور مذاق کہتے تھے: اپنے رب سے کہو
 کہ دیر نہ کرے، وہ ہمارے اور تمہارے درمیان ابھی اسی وقت فیصلہ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ نے
 جواب دیا ہے کہ اُس دن کی آمد پر کوئی شبہ نہیں ہے، اس لیے تم اس دن سے پہلے ایمان لے
 آؤ کیونکہ جب وہ دن آجائے گا تو کسی کافر کا ایمان اس کو فائدہ نہیں دے گا، اور نہ ہی اس کو
 مہلت دی جائے گی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر قیامت کے دن کا نقشہ بیان کیا ہے۔ جبکہ وہ
 ایمان لانے کی خواہش ظاہر کریں گے، لیکن اس وقت ان کو یہ خواہش فائدہ نہ دے گی، جیسا
 کہ ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ فَرَغُوا فَلَا قُوَّةَ وَاجْتَدُوا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ۖ وَقَالُوا
 آمَنَّا بِهِ ۖ وَأَنَّىٰ لَهُمُ التَّنَافُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ ۖ﴾^{۵۶} وَقَدْ كَفَرُوا بِهِ مِنْ
 قَبْلُ ۖ وَيَقْذِفُونَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ ۖ وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا
 يَشْتَهُونَ كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِمْ مِنْ قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مُرِيبٍ ﴿۵۷﴾

(سبا: ۵۱-۵۴)

”اور کاش آپ اس منظر کا مشاہدہ کرتے جب وہ گھبرائے ہوں گے، پھر بھاگ
 نہیں پائیں گے، اور نزدیک جگہ ہی سے پکڑ لیے جائیں گے، اور وہ لوگ کہیں
 گے کہ ہم اس پر ایمان لے آئے، اور ان کے لیے اتنی دور سے ایمان کو حاصل

کرتا کہاں ممکن ہوگا۔ جبکہ انھوں نے اس سے پہلے اس کا انکار کر دیا تھا۔ اور دور دور سے ان دیکھی خبریں بائبلتے رتبے تھے۔ اور ان کے درمیان اور ان کی خواہش ایمان کے درمیان رکاوٹ کھڑی کر دی جائے گی۔ جیسا کہ اس سے قبل انہی جیسے لوگوں کے ساتھ کیا گیا تھا۔ بے شک وہ لوگ بہت ہی گہرے شک میں مبتلا تھے۔“

اس آیت میں مشرکین کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے کہ قیامت والے دن ان کے دل و دماغ دشت سے بھر پور ہوں گے، وہ کہیں بھاگ کر نہ جاسکیں گے، اور عذاب جہنم سے بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آئے گی۔ تو انھیں پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اس وقت وہ کہیں گے کہ ہم محمد ﷺ پر ایمان لاتے ہیں، لیکن وہ ایمان کو کہاں پاسکیں گے۔ وہ تو اس وقت بہت دور جا چکے ہوں گے اور ایمان لانے کی جگہ تو دنیا تھی۔ جب ایمان لانا مفید تھا، اور وہ نعمت ان سے بہت قریب تھی تو اس وقت یہ غفلت کا شکار رہے، تو اب ایمان لانا ان کے کسی کام کا نہیں ہوگا اور انھیں گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

☆.....☆.....☆

باب نمبر 9

بے ایمان لوگوں کے بہانے

اسی طرح ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے بے ایمان لوگوں کے حیلے بہانوں، باطل خیالات اور ہٹ دھرمی کا بیان کیا ہے:

﴿هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ أَمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا قُلِ انْتَضِرُوا إِنَّا مُنْتَظِرُونَ ﴿١٥٨﴾﴾ (الانعام: ١٥٨)

”کیا یہ لوگ صرف اس امر کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں، یا ان کے پاس آپ کا رب آئے، یا آپ کے رب کی کوئی بڑی نشانی آئے؟ جس روز آپ کے رب کی کوئی بڑی نشانی آپہنچے گی تو کسی ایسے شخص کا ایمان اس کے کام نہ آئے گا جو پہلے سے ایمان نہیں رکھتا۔ یا اس نے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو۔ آپ فرمادیجیے کہ تم منتظر رہو۔ ہم بھی منتظر ہیں۔“

اس آیت مبارکہ میں بھی کفار کو اللہ پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے زجر و توبیخ کی جارہی ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ، اور اللہ تعالیٰ نے دین اسلام پر اور نبی کریم ﷺ کی صداقت پر حجت بھی قائم کر دی، دلائل بھی بھیج دیئے اور آیتیں نازل کر دیں۔ اس کے باوجود بتوں کے پجاری اگر دین اسلام کی، اور خاتم النبیین کی مخالفت کرتے ہیں، تو کیا اب اس کا انتظار کرتے ہیں کہ فرشتے ان کی روح قبض کر لیں، یا اللہ تعالیٰ قیامت برپا کر دے، اور ان سے نمٹنے کے لیے ان کے سامنے آ جائے، یا قیامت کی بعض نشانیاں ظاہر

ہو جائیں وہ نشانیاں جن کے ظاہر ہونے کے بعد تو یہ کا دروازہ بند ہو جائے گا، اور کوئی ایمان و عمل کام نہ آئے گا۔ امام بخاری رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں:

((قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا، فَإِذَا رَأَاهَا النَّاسُ آمَنَ مَنْ عَلَيْهَا، فَذَلِكَ حِينَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ.)) ❶

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تک سورج مغرب سے طلوع نہیں ہوگا۔ قیامت نہیں آئے گی، جب لوگ اسے دیکھ لیں گے تو تمام اہل زمین ایمان لے آئیں گے اور یہی وقت ہوگا، جب کسی آدمی کا ایمان اس کے لیے نفع بخش نہیں ہوگا جو پہلے سے مومن نہیں ہوگا۔“

اسی طرح امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث نقل کی ہے:

((ثَلَاثٌ إِذَا خَرَجْنَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيْمَانِهَا خَيْرًا طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَالذَّجَالُ، وَدَابَّةُ الْأَرْضِ.)) ❷

”جب تین چیزوں کا ظہور ہو جائے گا تو کسی کا ایمان نفع بخش نہیں ہوگا جو پہلے ایمان نہیں لایا تھا۔ مغرب سے طلوع آفتاب، دجال اور زمین کا جانور۔“

گزشتہ آیات اور احادیث مبارکہ میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ ایمان لانے کا کون سا وقت ہے؟ اور کس وقت ایمان قبول ہوگا؟ اس لیے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائے جو اللہ پر ایمان نہیں لائے ہیں۔ کیونکہ موت کے وقت یا قیامت

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ۴۶۳۵.

❷ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان الزمں الذی لا یقبل فیہ الإیمان، رقم: ۳۹۸.

کے دن اس کی قبولیت نہیں ہوگی۔ بجائے اس کے کہ موت کے وقت افسوس کیا جائے یا قیامت والے دن افسوس کیا جائے تو آج ہی اللہ کی طرف رجوع کر لیں۔ کیوں کہ اللہ پاک نے ایمان کے لانے کا وقت بتا دیا ہے۔ اور نبی مکرم ﷺ کی احادیث سے اس کی مزید توضیح ہو گئی ہے۔ اللہ ایمان و عمل کی توفیق عطا فرمائے۔



کافریا برے آدمی کے لیے موت کی سختی

کافر اور برے آدمی کی سزا اس کی موت کے وقت سے ہی شروع ہو جاتی ہے اور روح کو قبض کرتے وقت فرشتے ان کا جو حشر کرتے ہیں، اور جس سختی کے ساتھ ان کی روح کو نکالتے ہیں۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں کچھ یوں کیا ہے۔

﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ
أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ
عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ﴾ (۹۳)

(الانعام: ۹۳)

”اور اگر آپ دیکھیں جب ظالم لوگ موت کی غٹیوں کو چھیل رہے ہوں گے، اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے کہیں گے: آج تم اپنی روحوں کو نکالو، آج تم رسوائی و ذلت کا عذاب اس لیے دیئے جاؤ گے کہ تم اللہ کے بارے میں ناحق باتیں کہتے تھے، اور تکبر کی وجہ سے اس کی آیتوں سے اعراض کرتے تھے۔“

کافروں کو جب موت آتی ہے تو فرشتے عذاب نار اور سلب ایمان کی خبر دیتے ہیں، تو ان کی روحيں بھاگنے لگتی ہیں، اور باہر نکلنے سے انکار کرتی ہیں تو فرشتے انہیں مارنے لگتے ہیں تاکہ ان کی روحيں ان کے جسم سے باہر نکالیں۔ اس وقت فرشتے کہتے ہیں کہ اپنی روحوں کو اپنے جسموں سے نکالو۔ تم جو اللہ کے بارے میں ناحق باتیں بناتے تھے۔ آج ان کے بدلے میں انہیں ذلت و رسوائی کا عذاب دیا جائے گا۔

سورۃ ”الانفال“ میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی مار کا ذکر کیا ہے کہ فرشتے کس طرح ان

ہے ایمان لوگوں کو موت کے وقت سختی میں مبتلا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ
وَأَذْبَارَهُمْ وَذُقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ۝ ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمْت أَيْدِيكُمْ
وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝﴾ (الانفال: ۵۰-۵۱)

”اور اگر آپ وہ منظر دیکھ لیں تو تعجب کریں جب فرشتے کافروں کی روح نکالتے ہیں، ان کے چہروں، اور ان کی پیٹھوں پر ضربیں لگاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اب چمکو آگ کا عذاب، یہ ان اعمال کی سزا ہے جو تم نے ماضی میں کیے تھے۔ اور بے شک اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔“

”سورہ محمد“ میں بھی اس بات کا ذکر ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَذْبَارَهُمْ ۝
ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ اتَّبَعُوا مِمَّا آسَخَطَ اللَّهُ وَلَٰكِنْ هُوَ أَرِضٌ بِأَعْمَالِهِمْ ۝﴾

(محمد: ۲۷-۲۸)

”پس اس وقت ان کا حال کیا ہوگا جب فرشتے ان کی روح قبض کرتے وقت ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر نورے برسائیں گے۔ ایسا اس لیے ہوگا کہ انھوں نے اس راہ کی پیروی کی جس نے اللہ کو ناراض کر دیا تھا، اور اس کی خوشنودی کو پسند نہیں کیا، تو اللہ نے ان کے نیک اعمال ضائع کر دیئے۔“

جب موت اور عذاب کے فرشتے ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر لوہے کے گرزوں سے مار مار کر جہنم کی طرف لے جائیں گے تو انھیں ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا جائے گا کہ یہ سب کچھ صرف اس لیے ہے کہ تم نے اللہ کو ناراض کر دیا۔ اور اس کی خوشنودی کو تم نے ناپسند کیا تھا۔ تو جو تم نے کچھ اعمال کیے بھی تھے آج وہ بھی ضائع اور بیکار ہیں۔ معلوم ہوا کہ اللہ پر ایمان لائے بغیر جتنے بھی اعمال کیے جائیں وہ سب بیکار اور ناکارہ ہیں، ان کا کوئی فائدہ

نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ”سورۃ النحل“ میں ان کا تذکرہ کچھ ان الفاظ میں کیا ہے کہ جب فرشتے ایسے لوگوں کی روح نکالنے لگتے ہیں تو یہ اپنے کفر و عصیان کی تردید کرتے ہیں، لیکن اس وقت ان کی کچھ نہ چل سکے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الَّذِينَ تَتَوَفَّيْهُمْ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ سَفَلَاءُ لَقِوْا السَّلَامَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوءٍ بَلَىٰ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٨﴾ فَادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَبَلِيسَ مَفْضُومٌ الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٢٩﴾﴾

(النحل: ۲۸-۲۹)

”ان کی رو میں فرشتے اس حال میں قبض کریں گے کہ وہ اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہوں گے، تو وہ نیازمندی کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہم تو برا کام نہیں کر رہے تھے۔ تو ان سے کہا جائے گا: ہاں! بے شک تم لوگ جو کچھ کیا کرتے تھے انھیں اللہ خوب جانتا ہے۔ پس تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ۔ یہاں تم ہمیشہ کے لیے رہو گے جو تکبر کرنے والوں کے لیے بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔“

ان کافروں کی جب جان نکالنے کے لیے فرشتے جاتے ہیں تو وہ اپنی موت کو دیکھتے ہوئے عجز و انکساری کا اظہار کرتے ہیں، اور دہشت کے مارے شرک کا انکار کرتے ہیں، اور کہنے لگتے ہیں کہ ہم نے تو کبھی شرک کیا ہی نہیں تھا۔ تو فرشتے ان کی اس بات کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہاں تم نے شرک کا ارتکاب کیا تھا، اور اللہ تمہارے کرتوتوں کو خوب جانتا ہے۔ اس لیے جھوٹ بولنے اور انکار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اب تم لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق جہنم کے مختلف طبقوں میں اس کے دروازوں سے داخل ہو جاؤ، اور ہمیشہ کے لیے اسی میں جلتے رہو۔ جو اللہ سے منہ پھیرنے والوں کے لیے بدترین ٹھکانہ ہے تو دنیا میں دانا و دانش مند آدمی وہی ہوتا ہے جو کہ اپنے آنے والے وقت سے پہلے اس کی تیاری کر لے۔ اور پھر نقصان ہو جانے پر یا وقت کے گزر جانے کے بعد مامت و افسوس کرنا بے وقوفی ہے۔ اللہ ایمان پر خاتمہ فرمائے۔

باب نمبر 11

انبیاء علیہم السلام اور موت

سیدنا آدم علیہ السلام اور موت:

اس موضوع کے تحت بعض عقائد کے شکوک بھی دور ہو جائیں گے کہ انبیاء علیہم السلام بھی اس موت کی گھائی سے گزر کر گئے ہیں، جس طرح اللہ تعالیٰ نے موت کا فیصلہ اپنی باقی مخلوق کے لیے مقرر کیا ہے، بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ انبیاء علیہم السلام کے لیے بھی تھا۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تھا، تو انہیں بھی موت آئی، چنانچہ سیدنا ابولبابہ بن عبدالمندری بنی النضر سے مروی ہے:

((إِنَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ سَيِّدُ الْأَيَّامِ، وَأَعْظَمُهَا عِنْدَ اللَّهِ، وَهُوَ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ يَوْمِ الْأَضْحَى وَيَوْمِ الْفِطْرِ، فِيهِ خَمْسُ خَلَائِلٍ: خَلَقَ اللَّهُ فِيهِ آدَمَ، وَأَهْبَطَ اللَّهُ فِيهِ آدَمَ إِلَى الْأَرْضِ، وَفِيهِ تَوَفَّى اللَّهُ آدَمَ، وَفِيهِ سَاعَةٌ لَا يَسْأَلُ اللَّهُ فِيهَا الْعَبْدُ شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ مَا لَمْ يَسْأَلْ حَرَامًا، وَفِيهِ تَقُومُ السَّاعَةُ، مَا مِنْ مَلِكٍ مُقَرَّبٍ وَلَا سَمَاءٍ وَلَا أَرْضٍ وَلَا رِيَّاحٍ وَلَا جِبَالٍ وَلَا بَحْرٍ إِلَّا وَهْنٌ يَشْفِقْنَ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ.))^①

”جمعہ سارے دنوں کا سردار ہے، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظمت والا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عید الانجلی اور عید الفطر کے دنوں سے بھی زیادہ افضل ہے،

① سنن ابن ماجہ، ابواب إقامة المناسک، باب فی فضل الجمعة، رقم: ۱۰۸۴۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”حسن“ کہا ہے۔

اس دن کی پانچ خاص باتیں یہ ہیں: (۱) اس روز اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ (۲) اس روز اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو زمین پر اُتارا۔ (۳) اس روز اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو وفات دی۔ (۴) اس روز ایک ایسی گھڑی ہے جس میں بندہ اگر اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے عطا فرماتا ہے جب تک بندہ حرام کام کا سوال نہ کرے۔ (۵) جمعہ کے روز قیامت قائم ہوگی، لہذا تمام مقرب فرشتے، آسمان و زمین، ہوا، پہاڑ اور دریا جمعہ کے دن ڈرتے رہتے ہیں۔“

اس حدیث مبارکہ میں رسول معظم ﷺ نے سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق اور ان کی وفات کا ذکر کیا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ جب پوری انسانیت کے باپ سیدنا آدم علیہ السلام بھی اللہ کے اس حکم سے مستثنیٰ نہیں، تو پھر باقی سب تو ان کی اولاد ہیں، ان کے لیے تو بالاولیٰ یہی حکم ہے۔

سیدنا یعقوب علیہ السلام اور موت:

اللہ تعالیٰ نے سیدنا یعقوب علیہ السلام کی موت کا تذکرہ کچھ یوں فرمایا:

﴿ اَمَّا كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ ۖ اِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْۢ بَعْدِيۤ قَالُوا نَعْبُدُ الْهٰٓكَ وَالِلهَ اَبَآبَاكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ الْهٰٓا وَاِحٰدًا ۝ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝۳۳ ﴾ (البقرہ: ۱۳۳)

”کیا یعقوب کے انتقال کے وقت تم موجود تھے جب انہوں نے اپنی اولاد کو کہا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو سب نے جواب دیا کہ آپ کے معبود کی اور آپ کے آباؤ اجداد، ابراہیم، اور اسماعیل، اور اسحاق کے معبود کی، جو معبود ایک ہی ہے، اور ہم اسی کے فرمانبردار رہیں گے۔“

اس آیت میں سیدنا یعقوب علیہ السلام کی موت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ معلوم ہوا کہ موت کا فیصلہ انبیاء علیہم السلام کے لیے بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ باقی مخلوق کے لیے ہے۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام اور موت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَى مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنْسَأَتَهُ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجُنُّ أَنْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ۝﴾ (سبا: ۱۴)

”پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم بھیج دیا تو ان کی خبر جنات کو کسی نے نہ دی، بجز گھن کے کیڑے کے، جو ان کی لکڑی کو کھا رہا تھا۔ پس جب سلیمان گر پڑے، اس وقت جنوں نے جان لیا، اگر وہ غیب دان ہوتے تو اس ذلت کی مصیبت میں مبتلا نہ رہتے۔“

مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک سال تک سیدنا سلیمان علیہ السلام کی موت کی خبر جنوں کو نہیں ہوئی تھی۔ جب گھن نے ان کی لکڑی کو کھایا اور وزن کی وجہ سے لکڑی ٹوٹ گئی تو تب انہیں معلوم ہوا کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔

ہمیں چاہیے کہ ہم بجائے اسکے کہ دنیاوی لوگوں کے دھوکے اور فراڈ میں مبتلا رہیں، ہمیں آخرت کی فکر اور موت کی تیاری کرنی چاہیے تاکہ اس کے بعد آنے والے مراحل میں آسانی ہو۔

خاتم النبیین ﷺ اور موت:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کو خبر دی کہ آپ کو اور تمام انسانوں کو موت لاحق ہوگی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ ۝﴾ (الزمر: ۳۰)

”اے میرے نبی! آپ بھی مر جائیں گے اور یہ لوگ بھی مر جائیں گے۔“

موت اللہ کے نبی ﷺ پر بھی آ کر رہی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وہ کیفیت بیان کی ہے

کہ جس کس طرح آپ پر موت کی سختی طاری ہوئی۔ اس سلسلہ میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((لَمَّا وَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ كَرْبِ الْمَوْتِ مَا وَجَدَ، قَالَتْ فَاطِمَةُ: وَاکْرَبَ أَبْتَاهُ! فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَا كَرَبَ عَلَيَّ أَبِيكَ بَعْدَ الْيَوْمِ، إِنَّهُ قَدْ حَضَرَ مِنْ أَبِيكَ مَا لَيْسَ بِتَارِكٍ مِنْهُ أَحَدًا. الْمَوْفَاةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.)) ❶

”جب رسول اکرم ﷺ کو موت کی تکلیف شروع ہوئی تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہائے میرے باپ کی تکلیف! رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: آج کے بعد تمہارے باپ کو ایسی تکلیف کبھی نہیں ہوگی، تمہارے باپ کو موت کے وقت ایسی تکلیف آئی جو آئندہ قیامت تک کسی اور کو نہیں آئے گی۔“

اسی طرح سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کی موت کے وقت کی تکلیف کا ذکر کچھ یوں فرماتی ہیں:

((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا اشْتَكَى نَفَثَ عَلَى نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ، وَمَسَحَ عَنْهُ بِيَدِهِ، فَلَمَّا اشْتَكَى وَجَعَهُ الَّذِي تَوَفَّى فِيهِ طَفِئَتْ أَنْفُثُ عَلَى نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ الَّتِي كَانَ يَنْفِثُ وَأَمْسَحُ بِبَدِ النَّبِيِّ ﷺ عَنْهُ.)) ❷

”بے شک رسول اللہ ﷺ کو جب تکلیف ہوتی تو آپ معوذات پڑھ کر اپنے جسم پر پھونک مارتے، اور اپنے جسم کو اپنے ہاتھ کے ساتھ چھوتے تھے، تو جب آپ کو موت کی وجہ سے تکلیف ہوئی تو میں معوذات پڑھ کر جس طرح آپ خود دم کرتے تھے میں بھی

❶ سنن ابن ماجہ، ابواب الجنائز، باب ذکر وفاته، رقم: ۱۶۲۹۔ سلسلۃ الصحیحہ، رقم: ۱۷۳۸۔

❷ صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی، رقم: ۴۴۳۶۔

آپ کو دم کرتی، اور آپ کے ہاتھ کو آپ کے جسم پر پھیرتی تھی۔“

موت کی تکلیف کی شدت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرما رہی ہیں کہ اس قدر آپ کو تکلیف تھی کہ آپ خود اپنے آپ کو دم بھی نہ کر پاتے۔ حالانکہ جب بھی نبی کریم ﷺ کسی تکلیف میں مبتلا ہوتے تھے تو آپ ﷺ دم کر کے اپنا ہاتھ اپنے جسم پر پھیرتے تھے۔ لیکن موت کی سختی کی وجہ سے آپ اتنا بھی نہ کر پائے تو میں نے آپ کو دم کیا، اور آپ کا ہاتھ آپ کے جسم مبارک پر بطور تبرک پھیرا تا کہ کچھ راحت ہو جائے۔

ایک اور مقام پر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کی تکلیف کو کچھ اس طرح بیان کرتی ہیں:

((اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا دَخَلَ بَيْتِي وَاشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ قَالَ هَرِّقُوا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قَرَبٍ لِّمَ تُحَلِّلَ أَوْكِتْهُنَّ لَعَلِّيْ اَعْهَدُ اِلَى النَّاسِ ، فَاَجْلَسْنَاهُ فِيْ مِخْضَبٍ لِّحَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ، ثُمَّ طَفِقْنَا نَضُبُّ عَلَيْهِ مِنْ تِلْكَ الْقَرَبِ حَتَّى طَفِقَ يُشِيرُ اِلَيْنَا يَبْدِهِ اَنْ قَدْ فَعَلْتُنَّ ، قَالَتْ: ثُمَّ خَرَجَ اِلَى النَّاسِ فَصَلَّى بِهِمْ وَخَطَبَهُمْ .)) ①

”بے شک رسول اللہ ﷺ جب میرے گھر تشریف لائے اور آپ ﷺ کی تکلیف بڑھ گئی، آپ نے فرمایا: مجھ پر سات مشکیزوں کا پانی ڈالو تا کہ لوگوں کو کچھ نصیحتیں کر سکوں۔ پس ہم نے آپ کو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے لگن (عُثْب) میں بٹھایا۔ جو کہ نبی ﷺ کی بیوی تھیں، پھر آپ پر مشکیزوں کا پانی ڈالنا شروع کر دیا حتیٰ کہ آپ اپنے ہاتھ کے ساتھ ہمیں اشارہ کرنے لگے کہ بس ہو چکا۔ پھر آپ لوگوں کی طرف نکلے، اور ان کو نماز پڑھائی اور ان کو وعظ کیا۔“

① صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ۴۴۵۴

بالآخر رسول اللہ ﷺ کو موت لاحق ہو گئی۔ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے دن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسی آیت کی تلاوت کی، اور ان کی تلاوت سن کر تمام صحابہ نے تلاوت کرنی شروع رک دی، اور عمر رضی اللہ عنہ تھرا کر بیٹھ گئے، اور انہیں ایسا معلوم ہوا کہ جیسے یہ آیت آج ہی نازل ہوئی ہے۔ ❶

آیت یہ ہے:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنَّ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ٥﴾ (آل عمران: ۱۴۴)

”اور محمد صرف ایک رسول ہیں، ان سے پہلے بہت انبیاء گزر چکے ہیں، تو کیا وہ مر جائیں گے یا قتل کر دیے جائیں گے، تو تم لوگ اُلٹے پاؤں (دین سے) پھر جاؤ گے، اور جو دین سے اُلٹے پاؤں پھر جائے گا، تو اللہ کا کچھ بھی نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ شکر کرنے والوں کو اچھا بدلہ دے گا۔“

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نبی کریم ﷺ کی وفات پر اظہارِ غم:

((عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ ﷺ جَعَلَ يَتَغَشَّاهُ، فَقَالَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ: وَكَرَبَ أَبَاهُ، فَقَالَ لَهَا لَيْسَ عَلَىٰ أَبِيكَ كَرْبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ، فَلَمَّا مَاتَ قَالَتْ: يَا أَبَتَاهُ، أَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ يَا أَبَتَاهُ، مَنْ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَاوَاهُ يَا أَبَتَاهُ، إِلَىٰ جَبْرِيلَ نَنَعَاهُ، فَلَمَّا دُفِنَ قَالَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ: يَا أَنَسُ، أَطَابَتْ أَنْفُسُكُمْ أَنْ تَحْثُوا عَلَىٰ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ التُّرَابَ.)) ❷

❶ صحیح بخاری، کتاب ایضاً، رقم: ۴۴۴۲۔

❷ صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ۴۴۶۲۔

”سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: جب نبی ﷺ پر شدت مرض کی وجہ سے بے چینی بڑھ گئی، تو سیدہ فاطمہ علیہا السلام نے کہا: آہ! ابا جان کو کتنی بے چینی ہے، تو اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: آج کے بعد تمہارے ابا جان کی یہ بے چینی نہیں رہے گی تو پھر جب آپ کی وفات ہو گئی تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کہتی تھی: ہائے ابا جان! آپ اپنے رب کے بلاوے پر چلے گئے، ہائے ابا جان! آپ جنت الفردوس میں اپنے مقام پر چلے گئے، ہم جبرائیل علیہ السلام کو آپ کی موت کی خبر سناتے ہیں، پھر جب آنحضرت ﷺ دفن کر دیے گئے تو آپ علیہا السلام نے انس رضی اللہ عنہ سے کہا: اے انس! تمہارے دل رسول اللہ ﷺ کی نعش پر مٹی ڈالنے کے لیے کس طرح آمادہ ہو گئے تھے۔“

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نبی ﷺ کی وفات پر اظہارِ غم:

((اَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَقْبَلَ عَلَى فَرَسٍ مِنْ مَسْكِنِهِ بِالسُّنْحِ حَتَّى نَزَلَ، فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَلَمْ يَكَلِّمِ النَّاسَ حَتَّى دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ، فَتَيَمَّمَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ مُغَشَّى بِثَوْبٍ جَبْرَةٍ، فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ أَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهُ وَبَكَى، ثُمَّ قَالَ يَا أَبَى أَنْتَ وَأُمِّي، وَاللَّهِ لَا يَجْمَعُ اللَّهُ عَلَيْكَ مَوْتَيْنِ، أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِي كُتِبَتْ عَلَيْكَ فَقَدْ مَتَّهَا.)) ❶

”ابو سلمہ کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی قیام گاہ، سخ سے گھوڑے پر آئے اور آکر اترے، پھر مسجد کے اندر گئے، کسی سے آپ نے کوئی بات نہیں کی۔ اس کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں آئے، اور حضور اکرم ﷺ کی طرف گئے۔ نعش مبارک ایک یمنی چادر سے ڈھکی ہوئی تھی۔

آپ نے چہرہ کھولا، اور جھک کر چہرہ مبارک کو بوسہ دیا اور رونے لگے، پھر کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ پر دو مرتبہ موت طاری نہیں کرے گا۔ جو ایک موت آپ کے مقدر میں تھی وہ آپ پر طاری ہو چکی ہے۔“

مذکورہ بالا تمام احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے آخری پیغمبر خاتم النبیین ﷺ بھی موت کی سختی سے نہیں بچ سکے۔ موت کا فیصلہ ہر خاص و عام کے لیے اٹل ہے اور موت کی سختیوں سے ہر ایک کو دوچار ہونا پڑے گا۔ اسی سلسلے میں ایک اور حدیث رسول کچھ یوں ہے۔ جب آپ پر موت کی سختی بڑھ گئی تو آپ کی کیفیت کیا تھی، امام بخاری رحمہ اللہ اس کو یوں نقل کرتے ہیں:

((فَجَعَلَ يَدْخُلُ يَدَيْهِ فِي الْمَاءِ فَيَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ يَقُولُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِنَّ لِلْمَوْتِ سَكْرَاتٍ، ثُمَّ نَصَبَ يَدَهُ فَجَعَلَ يَقُولُ: فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى، حَتَّى قُبِضَ وَمَالَتْ يَدُهُ.)) ❶

”موت کی شدت کی وجہ سے قریب پڑے پانی والے برتن میں دونوں ہاتھ ڈال کر بار بار آپ اپنے چہرے مبارک پر پھیرتے، اور فرماتے: لا الہ الا اللہ موت کے وقت سختیاں ہوتی ہیں، پھر اپنا ہاتھ اٹھا کر ہنسنے لگے: ”فی الرفیق الاعلیٰ“۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ رحلت فرما گئے، اور آپ کا ہاتھ مبارک جھک گیا۔“



باب نمبر 12

سلف صالحین رحمہم اللہ اور سکرات الموت

امام مالک رحمہ اللہ اور موت:

پچھڑا وہ کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

اسمعیل بن ابی اویس نے فرمایا: امام مالک رحمہ اللہ بیمار ہوئے تو میں نے اپنے گھر کے بعض افراد سے پوچھا کہ موت کے وقت انہوں نے کیا کہا؟ گھر والوں نے جواب دیا کہ کلمہ شہادت پڑھا، پھر کہا: ﴿لِلّٰهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ﴾ (الروم: ۴) ”اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی اختیار اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔“^①

امام ابو حازم رحمہ اللہ اور موت:

محمد بن مطرف سے روایت ہے کہ ابو حازم رحمہ اللہ کی جان کنی کے وقت ہم ان کے پاس گئے، اور ان کی خیر و عافیت دریافت کی تو انہوں نے جواب دیا: میں بخیر و عافیت ہوں، اور اللہ تعالیٰ سے پر امید ہوں، اور اس سے حسن ظن رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ دونوں شخص برابر نہیں ہو سکتے، ایک وہ جو اپنی آخرت بنانے کے لیے صبح و شام دوڑ دھوپ کرتا ہے، اور موت آنے سے پہلے اپنے نیک اعمال آگے بھیجتا رہتا ہے یہاں تک کہ آخرت قائم ہو جائے تو یہ آخرت کا استقبال کرے گا اور آخرت بھی اس کا استقبال کرے گی۔ اور دوسرا وہ شخص جو دوسرے کی دنیا بنانے کے لیے صبح و شام دوڑ دھوپ کرتا ہے، اور آخرت کی طرف اس حال میں لوٹتا ہے کہ آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔^②

② نزہۃ الفضلاء، ص: ۵۲۵.

① سیر اعلام النبلاء: ۱۳۵، ۴۸/۸.

جناب عامر بن عبد اللہ رحمہ اللہ اور موت:

جب عامر بن عبد اللہ رحمہ اللہ پر موت کی کیفیت طاری ہوئی تو رونے لگے اور فرمایا: ایسی پچھاڑنے کی جگہ کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے، اے اللہ! میں تجھ سے کمی اور زیادتی میں، استغفار کرتا ہوں، اور تمام گناہوں سے تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ ”اللہ کے علاوہ کوئی معبود (حقیقی) نہیں“ پھر اس کلمہ کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ وفات پا گئے، اللہ ان پر رحم فرمائے۔^①

امام ابو زرہ رازی رحمہ اللہ اور موت:

ابو جعفر ستیری نے کہا: ہم ابو زرہ رحمہ اللہ کے پاس اس حال میں آئے کہ وہ جان کنی کے عالم میں تھے، اور ان کے پاس ابو حاتم، محمد بن مسلم، منذر شاذان اور علماء کی ایک جماعت موجود تھی تو لوگوں نے تلقین والی حدیث بیان کی، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”اپنے مرنے والوں کو ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کی تلقین کرو۔“^②

پس لوگ ابو زرہ رحمہ اللہ سے شرم محسوس کرنے لگے، اور ڈرے کہ انہیں تلقین کریں، لوگوں نے کہا: لاؤ حدیث کو ذکر کرتے ہیں، تو محمد بن مسلم نے کہا: ہم سے بیان کیا ضحاک بن مخلد نے، ضحاک بن مخلد نے روایت کیا عبد الحمید بن جعفر سے، عبد الحمید بن جعفر نے صالح سے، اور اس کے آگے لوگ خاموش تھے تو ابو زرہ رحمہ اللہ نے کہا: اس حال میں کہ وہ حالت نزع میں تھے، ہم سے بندار نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عاصم النبیل نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الحمید بن جعفر نے صالح بن ابو عریب سے انہوں نے کثیر بن مرہ جہنی سے، انہوں نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ .))

”جس کا آخری کلمہ لا الہ الا اللہ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔“

② صحیح سنن ابو داؤد، باب التلقین، رقم: ۳۱۱۷.

① لطائف المعارف، ص: ۵۷۵.

یہ حدیث بیان کی، پھر وفات پا گئے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔^①

معز الدولہ اور موت:

سلطان ابو الحسین احمد بن بویہ الملقب ”معز الدولہ“ جس نے عراق پر بیس سال سے زائد بادشاہت کی، اور اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کرتا رہا، جب بیمار ہوا تو توبہ کی، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے اللہ سے رضامندی کی دعا، اور صدقہ و خیرات کیا، غلاموں کو آزاد کیا، شراب کو بہایا، اپنے کیے ہوئے ظلم و استبداد پر نادم ہوا، اور اپنے مال و دولت کو رشتہ داروں کی طرف لوٹا دیا۔

جب ان کی موت کا وقت آیا تو بعض علماء کو جمع کیا، اور اپنی توبہ کا اقرار کیا، جب صحابہ کرام کے متعلق ان سے سوال کیا گیا، تو انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت اور برتری کو بیان کیا، اور یہ بھی ذکر کیا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تھی ان کی شادی سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کی، اور رونے لگے یہاں تک کہ ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔^②

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور موت:

سیدنا ہمام رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو وہ رونے لگے، ان سے کہا گیا: اے ابو ہریرہ! کون سی چیز آپ کو رلا رہی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ”زارِ راہ کی کمی، سفر کی مسافت، اور دشوار گزار گھائی، جس کی انتہا جنت ہے یا جہنم۔“^③

سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ اور موت:

سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی موت کے وقت کچھ لوگ ان کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ کہہ رہے تھے: ”اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں یقیناً میں تجھ سے خوف کھاتا تھا لیکن آج تجھ سے پر امید ہوں۔“^④

① الحرح والتعديل، لأبي حاتم الرازي: ٣٤٥/١-٣٤٦.

② سير اعلام النبلاء: ١٦/١٨٩، ١٩٠- التذكرة في احوال الموت والأخرة، ص: ٨٠.

③ وصايا العلماء عند حضور الموت، للربيعي، ص: ٥٨.

④ نزهة الفضلاء، ص: ٢١٩.

باب نمبر 13

فکر آخرت

جوانی میں عدم کے واسطے سامان پیدا کر غافل

مسافر شب کو اٹھتا ہے، جو جانا دور ہوتا ہے

عقل مند اور دانا انسان وہی ہے جو کہ سفر کرنے سے پہلے اپنی منزل کا تعین کرتا ہے، اور اس کے لیے زادِ راہ کا انتظام کرتا ہے، دنیا میں انسان بھی ایک مسافر کی ہے، اور اس کی منزل جنت ہے، اور اس کا زادِ راہ نیک اعمال ہیں تو انسان کو کوشش بھی پھر اسی کی طرف کرنی چاہیے۔ تاکہ اپنے مقصد اور سفر میں کامیاب ہو سکے۔ تو اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کی راہنمائی فرمائی ہے کہ آخرت کی فکر، اور آخرت کے لیے کی جانے والی تمام تر کوششیں تیری کامیابی کی علامت ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ

سَعْيُهُمْ مَّشْكُورًا ۝﴾ (بنی اسرائیل: ۱۹)

”اور جس کا ارادہ آخرت کا ہو، اور اس آخرت کے لیے اس کی کوشش بھی ہوتی

ہے، اور یہ کوشش اس حال میں ہو کہ وہ مومن ہو تو انہی جیسے لوگوں کی کی جانے

والی کوششوں کی اللہ کے ہاں پوری قدر دانی کی جائے گی۔“

اس آیت میں واضح الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے کہ آخرت کے لیے کی جانے والی

کوششوں کی اللہ کے ہاں بہترین قدر دانی کی جاتی ہے، لیکن اس کے لیے حالتِ ایمان اتباع

رسول ﷺ شرط ہے، اور پھر اللہ تعالیٰ بھی نیکوں میں بڑھنے کی طرف ترغیب دیتے ہوئے

قرآن مجید میں کچھ یوں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلِكُلِّ وُجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيٰهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝﴾ (البقرہ: ۱۴۸)

”اور ہر شخص ایک نہ ایک طرف متوجہ ہو رہا ہے تم نیکیوں کی طرف دوڑو، جہاں کہیں بھی تم ہو گے اللہ تمہیں لے آئے گا، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔“

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے اعمالِ صالحہ کی طرف توجہ دلائی ہے کہ نیک اعمال کرنے میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو، کیونکہ انسان کا بہترین زادِ راہ اور بہترین ساتھی اس کے نیک اعمال ہیں جو کہ مرنے کے بعد اس کے کام آتے ہیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کی حدیث ہے:

((إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ

جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ.)) ❶

”جب انسان مر جاتا ہے، تو اس سے اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، مگر تین اعمال ایسے ہیں جو کہ منقطع نہیں ہوتے: (۱) صدقہ جاریہ۔ (۲) وہ علم جس سے لوگ

فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔ (۳) نیک اولاد جو کہ اس کے لیے دعا کرتی ہے۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیک اعمال انسان کا بہترین زادِ راہ ہے، اور آخرت کے لیے بہترین توشہ ہے۔ یہ آخرت کی فکر انبیاء علیہم السلام نے اپنے ساتھیوں کو دی ہے، جیسا کہ سیدنا نوح علیہ السلام اپنی قوم کو دعوتِ فکر دے رہے ہیں۔ قرآن مجید اس کو اس طرح بیان کرتا ہے:

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنِّ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۚ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝﴾

❷

(الاعراف: ۵۹)

”ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے فرمایا: اے میری قوم! تم

اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا کوئی تمہارا معبود ہونے کے قابل نہیں، مجھے تمہارے لیے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔“

اسی طرح سیدنا ہود علیہ السلام اپنی قوم کو آخرت کی فکر کی دعوت دے رہے ہیں:

﴿وَإِذْ كُنَّا أَحَادًا ۖ إِذْ أَنْذَرْتَهُمْ قَوْمَهُ بِأَلْحَقَافٍ وَقَدْ خَلَّتِ النَّذْرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۖ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝﴾ (الاحقاف : ۲۱)

”عادیوں کے بھائی کو یاد کرو جب کہ اس نے اپنی قوم کو احقاف میں ڈرایا، اور یقیناً اس سے پہلے بھی ڈرانے والے گزر چکے ہیں، اور اس کے بعد بھی، یہ کہ تم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کی عبادت نہ کرو۔ بے شک میں تم پر بڑے دن کے عذاب سے خوف کھاتا ہوں۔“

اسی طرح سیدنا موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت فکر آخرت کچھ یوں بیان کی گئی ہے:

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَبْنِي إِسْرَءِيلَ ۖ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝﴾ (المائدہ : ۷۲)

”بے شک وہ لوگ جو کافر ہو گئے، جن کا قول ہے کہ مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے، حالانکہ خود مسیح نے ان سے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل! اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ یقیناً مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے، اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے۔ اور گنہگاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔“

اسی طرح سید الاولیٰ والآخرین ﷺ نے بھی اپنی امت کو ایسی ہی دعوت فکر دی ہے:

﴿قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾^① مَن يُصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهُ وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ^② ﴿ (الانعام: ۱۵، ۱۶)

”آپ کہہ دیجیے کہ میں اگر اپنے رب کا کہنا نہ مانوں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں، جس شخص سے اس روز وہ عذاب ہٹا دیا جائے تو اس پر اللہ نے بڑا رحم کیا اور یہ صریح کامیابی ہے۔“

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((قَامَ النَّبِيُّ ﷺ بِآيَةٍ حَتَّى أَصْبَحَ يَرِدُّهَا وَالْآيَةُ: ﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾.))

”ایک رات رسول اکرم ﷺ ایسی آیت میں کھڑے ہوئے، اور یہی آیت بار بار پڑھتے رہے حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔“

﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾^③ (المائدہ: ۱۱۸)

”اگر تو انہیں عذاب دے گا تو بے شک وہ تیرے بندے ہیں، اور اگر تو انہیں معاف کر دے گا، تو بے شک تو زبردست، بڑی حکمتوں والا ہے۔“^④

گویا کہ ہر نبی نے اپنے قوم کو فکر آخرت کی دعوت دی ہے، اور اس کی تفہیم کے لیے دن رات کوشاں رہے، حتیٰ کہ اپنی قوم والوں سے ماریں بھی کھائیں، ان کی زبان سے گھٹیا اور برے الفاظ بھی سنے، تاکہ لوگوں کو آخرت کی فکر میں لگن کریں، لیکن ہدایت دینی پاتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہے، اور وہ ہدایت کے لیے کوشش بھی کرتے ہیں، جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی سے اور صحابیات کی زندگی سے ثابت ہوتا ہے۔

① سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ، باب ما جاء فی القراءة فی صلوٰۃ اللیل، رقم: ۱۳۵۶۰۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”حسن“ قرار دیا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور فکر آخرت:

”سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے مرض الموت میں رونے لگے، آپ سے پوچھا گیا کہ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمانے لگے: میں تمہاری اس دنیا کی وجہ سے نہیں روتا بلکہ طویل سفر اور قلت زاد سفر کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ میں نے ایسی بلندی پر شام کی ہے جس کے آگے جنت ہے یا جہنم اور میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے میرا مقام کون سا ہوگا۔“^①

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور فکر آخرت:

((حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ حَكِيمٍ قَالَ: قَالَتْ لِي فَاطِمَةُ بِنْتُ عَبْدِ الْمَلِكِ، امْرَأَةُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، يَا مُغِيرَةُ! إِنَّهُ يَكُونُ فِي النَّاسِ مَنْ هُوَ أَكْثَرُ صَلَاةً وَصِيَامًا مِنْ عُمَرَ، وَمَا رَأَيْتُ أَحَدًا قَطُّ أَشَدَّ فَرَقًا مِنْ رَبِّهِ مِنْ عُمَرَ، كَانَ إِذَا صَلَّى الْعِشَاءَ قَعَدَ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فَلَمْ يَزَلْ يَبْكِي حَتَّى تَغْلِبَهُ عَيْنُهُ ثُمَّ يَنْبُهِ فَلَمْ يَزَلْ رَافِعًا يَدَيْهِ يَبْكِي حَتَّى تَغْلِبَهُ عَيْنُهُ.))^②

”مغیرہ بن حکیم فرماتے ہیں: مجھے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی بیوی فاطمہ بنت عبد الملک کہتی ہیں: اے مغیرہ! لوگوں میں سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ نماز اور روزے کا اہتمام کرتے تھے، اور میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا نہیں دیکھا، جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز پڑھ لیتے تھے تو مسجد میں بیٹھ جاتے، پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھا لیتے اور زار و قطار رونا شروع کر دیتے، پھر کچھ وقت ٹھہرتے، تو پھر دوبارہ اسی حالت میں زار و قطار رونا شروع کر دیتے۔“

① کتاب الزہد، لابن مبارک، ص: ۳۸.

② شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ تعالیٰ، رقم: ۹۷۶.

اسی طرح سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((كَانَ رَأْسُ عُمَرَ عَلَى فِخْذِي فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَقَالَ لِي: ضَعْ رَأْسِي، قَالَ: فَوَضَعْتُهُ عَلَى الْأَرْضِ، فَقَالَ: وَيْلِي وَوَيْلُ أُمَّتِي إِنْ لَمْ يَرْحَمْنِي رَبِّي.))^①

”سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مرض الموت میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا سر میری ران پر تھا تو عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا: میرا سر (زمین پر) رکھ دو میں نے آپ کا سر زمین پر رکھ دیا تو آپ نے کہا: میرے لیے اور میری ماں کے لیے ہلاکت ہے (بربادی ہے) اگر میرے رب نے مجھ پر رحم نہ کیا۔“

یہ اس صحابی رسول کی حالت ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ نے جنت کی خوشخبری دنیا میں سنا دی تھی، لیکن اس کے باوجود پھر بھی نماز اور روزوں میں کثرت کا اہتمام کرتے، اور پھر بھی آخرت کی فکر اس قدر ہے کہ مرض الموت میں یہ الفاظ کہے بغیر نہ رہ سکے ”وَيْلُ وَوَيْلُ أُمَّتِي إِنْ لَمْ يَرْحَمْنِي رَبِّي۔“

اور خاتم الرسل ﷺ کی حالت دیکھیں جن کے اللہ نے سارے گناہ بھی معاف کر دیے، لیکن فکر آخرت پھر بھی دل میں موجود ہے۔

((عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: إِنْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَيَقُومُ، أَوْ لَيُصَلِّي حَتَّى تَرِمَ قَدَمَاهُ أَوْ سَاقَاهُ، فَيَقَالُ لَهُ: فَيَقُولُ: أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا، وَفِي رِوَايَةٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُومُ مِنَ اللَّيْلِ حَتَّى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: لِمَ تَصْنَعُ هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، وَقَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقْدَمُ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأْخَرُ؟ قَالَ: أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا.))^②

① نظرة النعيم: ۱۸۹۶/۵

② صحيح بخاری، باب قيام النبي اللیل، رقم: ۱۱۳۰ و کتاب التفسیر، رقم: ۴۸۷۳

”سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آپ ﷺ رات کو اس قدر قیام فرماتے تھے کہ آپ کے دونوں پاؤں متورم ہو جاتے تھے تو جب آپ سے مشقت کے بارے میں کہا جاتا تو آپ فرماتے: کیا میں اللہ کا فرمانبردار بندہ نہ بن جاؤں۔

ان الفاظ کی وضاحت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے یوں ہوتی ہے کہ

”آپ رات کو اس قدر قیام فرماتے کہ آپ کے دونوں پاؤں سوجھ جاتے، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اے اللہ کے رسول! آپ اتنی مشقت کیوں کرتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: (اگر اللہ نے معاف کر دیا ہے تو) کیا میں اللہ کا اس نعمت پر شکر گزار بندہ نہ بن جاؤں۔“

ایک اور حدیث میں ہے۔

((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الشَّخِيرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي وَفِي صَدْرِهِ أَزِيرٌ كَأَزِيرِ الرَّحَى مِنَ الْبُكَاءِ .)) ❶

”سیدنا عبد اللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ نماز پڑھ رہے تھے، اور آپ کے سینے سے رونے کی وجہ سے اس طرح آواز پیدا ہو رہی تھی کہ جیسے چکی کے چلنے سے آواز پیدا ہوتی ہے۔“

نبی کریم ﷺ اور ان کے صحابہ کے دل میں کس قدر آخرت کی فکر اور آخرت کا ڈر طاری رہتا تھا۔ اللہ نے بشارتیں بھی سنا دی لیکن آخرت کا خوف اتنا ہے کہ اللہ سے رورو کر التجا کرتے ہیں، اے اللہ! اس کٹھن موقع پر اپنی مدد فرما۔ اللہ ہم سب کو آخرت کی فکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور دنیا و آخرت کی ہر مشکلات سے نجات دے دے۔ آمین



❶ سنن ابی داؤد، باب البكاء فی الصلاة، رقم: ۹۰۹۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

باب نمبر 14

آخرت کے مراحل

دنیا کے اے مسافر منزل تیری قبر ہے
طے کر رہا ہے جو تو دو دن کا یہ سفر ہے

(1) عذاب قبر:

عذاب قبر حق ہے، اس پر ایمان لانا واجب ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ
وَأَذْبَارُهُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ٥﴾ (الأنفال: ٥٠)

”اور اگر آپ وہ منظر دیکھ لیں تو تعجب کریں جب فرشتے کافروں کی روح نکالتے ہیں، ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر ضربیں لگاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اب چکھو آگ کا عذاب“

اللہ رب العزت نے داعی الی اللہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو پہلے تو فرعون اور فرعونوں سے نجات دی، اور جب فرعون اپنے لشکر کے ساتھ سمندر میں غرق ہوا، اور فرعون اور فرعونوں کو بدترین عذاب نے آگھیرا، دنیا میں نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ سمندر میں ڈبو دیئے گئے۔ اور قبر اور برزخ میں صبح و شام یعنی ہر وقت ان کو آگ کا عذاب دیا جاتا ہے۔ اور جب قیامت آئے گی تو اللہ جل جلالہ، فرشتوں کو حکم دے گا کہ فرعون اور فرعونوں کو شدید ترین عذاب میں ڈال دو۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَوَقَّهُ اللَّهُ سَيِّئَاتٍ مَّا مَكْرُوا وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ٥
الْأَنَارُ يُعْرِضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا

أَلْ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿٤٦﴾ (المؤمن: ٤٥-٤٦)

”پس اللہ نے اسے فرعون اور فرعونوں کی بری سازشوں سے بچالیا، اور فرعونوں کو برے عذاب نے گھیر لیا۔ وہ لوگ صبح و شام نارِ جہنم پر پیش کیے جاتے ہیں، اور جس دن قیامت آجائے گی، اللہ کہے گا فرعونوں کو سب سے سخت عذاب میں داخل کرو۔“ علامہ سیوطی نے علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”العجائب“ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ”یہ آیت کریمہ عذابِ قبر کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اس لیے کہ آیت میں روحوں کو عذاب دیا جانا، روزِ قیامت کے عذاب سے پہلے بتایا گیا ہے۔“ (تیسیر الرحمن: ۱۳۲۴/۲)

مزید اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ﴿٢٥﴾﴾

(ابراہیم: ۲۷)

”اللہ ایمان والوں کو دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں حق بات یعنی کلمہ طیبہ پر ثابت قدم رکھتا ہے، اور ظالموں کو گمراہ کر دیتا ہے، اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔“ قارئین کرام! یہ آیت کریمہ عذابِ قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے، چنانچہ ”صحیح بخاری“ میں ہے: ((يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا، نَزَلَتْ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ .))^① ”آیت کریمہ ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ عذابِ قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔“

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَسْتَعِيدُّ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ، وَقَالَ: إِنَّكُمْ تَفْتَنُونَ فِي قُبُورِكُمْ .))^②

① صحیح بخاری، کتاب الجنائز، رقم: ۱۳۶۹.

② سنن النسائی، کتاب الجنائز، باب التعوذ من عذاب القبر، رقم: ۲۰۶۷۔ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

”یقیناً نبی کریم ﷺ عذاب قبر اور فتنہ مسیح و جال سے پناہ مانگتے تھے، اور فرماتے: تم لوگ قبروں میں آزمائے جاؤ گے۔“

سیدنا عبدالرحمن بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

((مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى قَبْرَيْنِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ كَانَ أَحَدُهُمَا لَا يَسْتَبِرُّ مِنَ الْبَوْلِ .)) ❶

”نبی کریم ﷺ کا دو قبروں کے پاس سے گزر ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا: ان دونوں (قبروں میں) عذاب ہو رہا ہے، اور کسی بڑی بات پر نہیں۔ (پھر فرمایا: ان میں سے ایک چغلی کھاتا تھا) اور دوسرا اپنے پیشاب کے چھینٹوں سے احتیاط نہیں کرتا تھا۔“

ایک روایت میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ يَهُودِيَّةً دَخَلَتْ عَلَيْهَا فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ فَقَالَتْ لَهَا: أَعَاذُكَ اللَّهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَسَأَلَتْ عَائِشَةَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَقَالَ: نَعَمْ عَذَابُ الْقَبْرِ، قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعْدُ صَلَّى صَلَاةً إِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، زَادَ غُنْدَرٌ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقًّا .)) ❷

”ایک یہودیہ عورت ان کے پاس آئی، اور عذاب قبر کا ذکر کیا اور ان سے کہنے لگی: اللہ تجھے عذاب قبر سے محفوظ رکھے۔ سیدہ عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عذاب قبر کے بارے سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! عذاب قبر ہے،“ اس کے بعد میں نے آپ کو کوئی ایسی نماز پڑھتے نہیں دیکھا جس

❶ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، رقم: ۱۳۷۸.

❷ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، رقم: ۱۳۷۲.

میں آپ نے عذاب قبر سے پناہ نہ مانگی ہو۔ امام عندرنے یہ الفاظ زیادہ کئے ہیں
”عذاب قبر حق ہے۔“

اور مزید برآں سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ بھی اسی مفہوم کی حدیث مروی ہے:

((عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رضي الله عنه : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: إِذَا وَضِعَتِ الْجِنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ: قَدِّمُونِي، وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ: لِأَهْلِهَا يَا وَيْلَهَا أَيْنَ يَذْهَبُونَ بِهَا؟ يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ، وَلَوْ سَمِعَ الْإِنْسَانُ صَعِقَ.)) ❶

”سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جنازہ تیار ہوتا ہے، اور لوگ اسے کندھوں پر اٹھا لیتے ہیں تو نیک آدمی کہتا ہے: مجھے جلدی لے چلو، اگر نیک نہ ہو تو کہتا ہے: ہائے ہلاکت! مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ میت کی آواز انسانوں (اور جنوں) کے علاوہ ساری مخلوقات سنتی ہیں، اگر انسان سن لے تو بے ہوش ہو جائیں۔“

عذاب قبر سے پناہ چاہنا:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دعا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَالِ.)) ❷

”اے اللہ! میں قبر کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اور جہنم کے عذاب اور زندگی و موت کی آزمائشوں سے، اور کانے دجال کے فتنے سے تیری

❶ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، رقم: ۱۳۱۴۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب التعوذ من عذاب القبر، رقم: ۱۳۷۷۔

پناہ چاہتا ہوں۔“

(2) حیات بعد الموت:

مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا، اس پر ہر صاحبِ دانش، صاحبِ ادراک اور صاحبِ تمیز انسان کا یقین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بعض مقامات پر کچھ ایسے واقعات کے ذریعے اس مسئلہ کو سمجھایا ہے تاکہ ایمان والے ایمان میں اور بڑھ جائیں، اور جو ایمان نہیں لاتے تھے وہ یقین لے آئیں کہ واقعی اللہ تعالیٰ اس بات پر بھی قادر ہے، جیسا کہ بنی اسرائیلیوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ جب تک ہم اپنی آنکھوں سے اللہ کو نہ دیکھ لیں۔ تب تک ہم ایمان نہیں لائیں گے، اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے گستاخانہ انداز پر اپنی قدرت کا نظارہ ان کو موت دے کر دوبارہ زندہ کر کے دکھایا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذْ قُلْنَا لِمُوسَىٰ لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَرَىٰ اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذْنَاكُمُ
الضُّعْفَةَ وَ أَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ۝٥٨ ثُمَّ بَعَثْنَاكُم مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُونَ ۝٥٩﴾ (البقرہ: ۵۶، ۵۵)

”اور (تم اسے بھی یاد کرو) جب تم نے موسیٰ سے کہا تھا کہ اے موسیٰ! ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ ہم اللہ کو کھلم کھلا دیکھ لیں، تم پر تمہارے دیکھتے ہوئے بجلی گری، لیکن پھر اس موت کے بعد بھی ہم نے تمہیں زندہ کر دیا اس لیے کہ تم شکر گزاری کرو۔“

بنی اسرائیل کی سرکشی کی وجہ سے جب انہوں نے اللہ کو دیکھنے کا مطالبہ کیا تو انہیں اس گستاخی کا خمیازہ بھگتنا پڑا کہ آسمان سے بجلی گری جس نے دیکھتے ہی دیکھتے ان کی جان لے لی، لیکن اللہ نے ان کو پھر اپنے فضل و کرم سے زندہ کر دیا، اس میں دوبارہ زندہ کر دیے جانے کی واضح دلیل ہے کہ جو اللہ مار سکتا ہے وہ زندہ بھی کر سکتا ہے۔ اور اسی طرح سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے رب سے مطالبہ کیا کہ اے اللہ! تو مارنے کے بعد دوبارہ کس طرح زندہ کرے

گا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ ارْنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ ۖ قَالَ أَوْ لَمْ تُؤْمِنْ ۖ قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي ۖ قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ۚ وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝۲۰﴾ (البقرة: ۲۶۰)

”اور (غور کرو اس واقعہ پر بھی) جب ابراہیم نے کہا تھا: اے میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا، فرمایا: کیا تم ایمان نہیں رکھتے؟ عرض کیا: کیوں نہیں؟ لیکن چاہتا ہوں کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ اللہ نے فرمایا: اچھا تم چار پرندے لے لو، اور انہیں اپنے سے مانوس کر لو، پھر تم ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا ڈال دو، پھر پکارو انہیں چلے آئیں گے وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے۔ اور خوب جان لو کہ بے شک اللہ غالب اور صاحب حکمت ہے۔“

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے پرندوں کے ٹکڑے ٹکڑے کروا کر ہر پہاڑ پر علیحدہ علیحدہ رکھا کر ان کو دوبارہ زندہ کر کے ثابت کر دیا کہ واقعی اللہ مرنے کے بعد دوبارہ وجود دینے پر بھی قادر ہے۔ اسی طرح جو انسان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر یقین نہیں رکھتا، وہ گویا کہ اللہ کو جھٹلا دیتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث قدسی ہے:

((قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ: كَذَّبَنِي ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ، وَشَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ، فَأَمَّا تَكْذِيبُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ: لَنْ يُعِيدَنِي كَمَا بَدَأَنِي وَلَيْسَ أَوَّلُ الْخَلْقِ بِأَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ إِعَادَتِهِ، وَأَمَّا شَتْمُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ: اتَّخَذَ اللَّهُ وَكْدًا، وَأَنَا الْأَحَدُ الصَّمَدُ لَمْ أَلِدْ وَلَمْ أُؤَلَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لِي كُفُوًا أَحَدٌ.)) ❶

❶ صحیح البخاری، تفسیر سورة اخلاص . رقم: ۴۹۷۴.

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انسان مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ اسکے لائق نہیں ہے، اور وہ مجھے گالی دیتا ہے حالانکہ یہ اس کے لائق نہیں ہے، پس اس کا جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ میری بابت یہ کہتا ہے کہ اس نے جیسے مجھے پہلی بار پیدا کیا، وہ مجھے دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا، حالانکہ میرے لیے پہلی مرتبہ پیدا کرنا اس کے دوبارہ لوٹانے سے زیادہ آسان ہے، اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے: اللہ کی اولاد ہے، حالانکہ میں ایک ہوں، بے نیاز ہوں، نہ کوئی مجھ سے پیدا ہوا نہ میں کسی سے پیدا ہوا، اور نہ کوئی میرا ہمسر ہے۔“

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے انسان کی نئی تخلیق کا ذکر یوں فرمایا ہے:

﴿يَوْمَ يَسْعَوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ ۚ﴾ (٢٢) إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَ
نُمِيتُ ۚ وَإِلَيْنَا الْمَصِيرُ ۚ ﴿٢٣﴾ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَٰعًا ذَٰلِكَ
حَشَرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ ﴿٢٤﴾ ﴿ق: ٤٢، ٤٤﴾

”جس روز اس تند و تیز چیخ کو یقین کے ساتھ سن لیں گے، یہ نکلنے کا دن ہوگا، بلاشبہ ہم ہی زندہ کرتے ہیں، اور ہم ہی مارتے ہیں، اور ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے، جس دن زمین پھٹ جائے گی، اور یہ دوڑتے ہوئے نکل پڑیں گے، یہ جمع کر لینا ہم پر بہت ہی آسان ہے۔“

اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے انسان کے مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کا تذکرہ فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہمارے لیے یہ کوئی مشکل نہیں ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ انسان کے پورے پورے تک درست کر دیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا أُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیَمَةِ ۚ وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۚ﴾ (١) أَيْحَسِبُ
الْإِنْسَانُ أَن تَجْعَلَ عِظَامَهُ ۚ ﴿٢﴾ بَلَىٰ قَدِيرٌ عَلَىٰ أَن نُّسَوِّيَ بَنَانَهُ ﴿٣﴾
(القیامہ: ١ تا ٤)

”میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی، اور قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو ملامت کرنے والا ہو، کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع کریں گے ہی نہیں، ہاں، کریں گے، ہم تو قادر ہیں کہ اس کے پور تک درست کر دیں۔“

لہذا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر ایمان لانا مسلمان کے لیے ضروری ہے، اور جو اس بات پر ایمان نہیں لاتا، وہ گویا کہ اللہ تعالیٰ کو جھٹلاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی اس آیت کو بھی جھٹلاتا ہے، تو جو اللہ کو جھٹلاتا ہے یا اس کی آیات کو جھٹلاتا ہے۔ تو ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے جہنم جیسا دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(3) صور کا بیان:

جب اس دنیا میں قیامت برپا کی جائے گی تو اللہ تعالیٰ صاحب صور کو حکم دے گا تو وہ صور پھونک دے گا، اور قیامت برپا ہو جائے گی۔ جیسا کہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

((كَيْفَ أُنْعَمُ وَصَاحِبُ الْقُرْنِ قَدْ اتَّقَمَ الْقُرْنُ وَاسْتَمَعَ الْإِذْنَ
مَتَى يُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ فَيَنْفُخُ)) ❶

”میں چین سے کیسے رہ سکتا ہوں جب کہ صور پھونکنے والا فرشتہ صور منہ میں لیے ہوئے، اپنے کان لگائے ہوئے ہے، اور منتظر ہے کہ اسے صور پھونکنے کا حکم دیا جائے اور وہ صور پھونک دے۔“

اور جب وہ صور پھونکے گا تو اس وقت لوگ فوراً اُٹھ کر دیکھنے لگیں گے۔ ان کی آنکھیں اوپر کو اُٹھی ہوں گی، وہ دیکھ رہے ہوں گے کہ اللہ رب العالمین ان کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ دوسرے نچے کے بعد تمام اجسام زندہ انسانوں کی شکل میں اُٹھ کھڑے ہوں گے، اور گروہ درگروہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر ہونا شروع ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

❶ سنن ترمذی، باب ما جاء فی شأن الصور، رقم: ۲۴۳۱۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۲۰۷۹۔

﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَى رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ﴾ (٥١)
(یس: ٥١)

”تو صور کے پھونکے جاتے ہی سب کے سب اپنی قبروں سے اپنے پروردگار کی طرف تیز تیز چلنے لگیں گے۔“

مزید ارشاد فرمایا:

﴿وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ وَكُلُّ أَتَوٰهُ ذٰخِرِيْنَ﴾ (النمل: ٨٧)

”جس دن صور پھونکا جائے گا تو سب کے سب آسمانوں والے اور زمین والے گھبرا اٹھیں گے، مگر جسے اللہ تعالیٰ چاہے اور سارے کے سارے عاجز و پست ہو کر اس کے سامنے حاضر ہوں گے۔“

دوسرے صور کے بعد سب سے پہلے رسول اکرم ﷺ اپنی قبر مبارک سے اٹھیں گے۔ آپ ﷺ کے بعد باقی لوگ اٹھیں گے۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کی آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ أُخْرٰى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ﴾ (الزمر: ٦٨)

”اور صور پھونک دیا جائے گا، پس آسمانوں اور زمین والے سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے، مگر جسے اللہ چاہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا، پس وہ ایک دم کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے۔“^①

اور صور پھونکے جانے کے بعد رونما ہونے والے واقعات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید

① سنن ترمذی، کتاب التفسیر، رقم: ۳۲۴۵۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”حسن صحیح“ کہا ہے۔

میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

﴿يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ ۖ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ

الْمَنْفُوشِ ۚ﴾ (القارعه : ۵، ۴)

”جس دن لوگ بکھرے ہوئے کیڑوں کی مانند ہوں گے، اور پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی مانند ہو جائیں گے۔“

”اُس دن لوگ کیڑوں اور مکڑیوں کی مانند پریشان اور مضطرب ہوں گے۔“ ”فراش“ ان کیڑوں کو کہتے ہیں جو رات کے وقت شمع اور چراغ کی روشنی کے گرد اڑتے اور گرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح قیامت کے دن لوگ پریشان اور مضطرب ہوں گے، شدت ازدحام اور پریشانی کے سبب ایک دوسرے پر گرریں گے، جیسے کہ وہ اپنی عقل کھو چکے ہوں، اور ان پر جنونی کیفیت طاری ہو۔ اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر دھنی ہوئی روئی کی مانند فضا میں بکھر جائیں گے۔“

[تیسیر الرحمن : ۱۷۶۵]

زمین اپنے اندر موجود تمام تر معدنیات اور خزانے نکال کر باہر پھینک دے گی، یہ منظر کس قدر ہولناک ہوگا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ۖ﴾ (زلزال : ۲)

”اور زمین اپنے تمام بوجھ باہر نکال دے گی۔“

اور انسانوں کی کیفیت اللہ تعالیٰ یوں بیان فرماتا ہے:

﴿يَوْمَ مَيِّتٌ يَّصُدُّ النَّاسَ أَشْتَاتًا لِّئِيْرُوا أَعْمَالَهُمْ ۚ﴾ (زلزال : ۶)

”اس دن لوگ (قبروں سے نکل کر) مختلف جماعتوں میں چل پڑیں گے تاکہ انہیں ان کے اعمال دکھائے جائیں۔“

یعنی لوگ اس دن قبروں سے نکل کر مختلف جماعتوں میں میدانِ حساب کی طرف دوڑ پڑیں گے تاکہ وہ اپنے اعمال کا نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ کوئی مطمئن ہوگا اور کوئی

خائف۔ یعنی اپنے عقائد و اعمال کے اختلاف کے مطابق ان کی حالتیں مختلف ہوں گی۔ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ زمین کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ اس کو کوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا، اور پھر پہاڑوں کی کیا بھیا تک حالت ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝﴾ (الفجر: ۲۱)

”جب زمین کوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دی جائے گی۔“

اسی طرح سیدنا مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں اللہ کے محبوب پیغمبر ﷺ قیامت کا تذکرہ اپنے الفاظ میں یوں فرماتے ہیں:

((تَذْنَى الشَّمْسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْخَلْقِ حَتَّى تَكُونَ مِنْهُمْ كَمَقْدَارِ مِيلٍ قَالَ سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ: فَوَاللَّهِ مَا أَدْرِى مَا يَعْنِي بِالْمِيلِ أَمْسَافَةَ الْأَرْضِ أَمْ الْمِيلَ الَّذِي تُكْتَحَلُّ بِهِ الْعَيْنُ قَالَ: فَيَكُونُ النَّاسُ عَلَى قَدَرِ أَعْمَالِهِمْ فِي الْعَرَقِ فَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ إِلَى كَعْبِيهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ إِلَى رُكْبَتَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ إِلَى حَقْوَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يُلْجِمُهُ الْعَرَقُ الْجَمَامًا قَالَ: وَأَشَارَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِيَدِهِ إِلَى فِيهِ.)) ❶

”قیامت کے روز سورج زمین کے قریب آجائے گا، اور لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق پسینہ آ رہا ہوگا، کسی کا پسینہ ایڑی تک ہوگا، کسی کا پسینہ آدھی پنڈلی تک، کسی کا گھٹنوں تک، کسی کا پسینہ پیٹھ تک، کسی کا پسینہ کمر تک، کسی کا پسینہ اس کے کندھوں تک، کسی کا پسینہ اس کی گردن تک، کسی کا پسینہ منہ کے درمیان تک ہوگا، جیسے کسی کے منہ میں لگام ہو، آپ نے اپنے دست مبارک سے منہ کی طرف اشارہ فرمایا۔“

❶ صحیح مسلم، باب الحنة وصفة فيها وأهلها، رقم: ۷۲۵۶۔

قیامت کا ایک منظر نبی ﷺ کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((تَخْرُجُ عُنُقُ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهَا عَيْنَانِ تُبْصِرَانِ وَأُذُنَانِ تَسْمَعَانِ وَلِسَانٌ يَنْطِقُ، يَقُولُ: إِنِّي وَكَلْتُ بِثَلَاثَةٍ، بِكُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ، وَبِكُلِّ مَنْ دَعَا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ، وَبِالْمُصَوِّرِينَ)) ❶

”قیامت کے دن جہنم سے ایک گردن نکلے گی، جس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھ رہی ہوگی، اور دو کان ہوں گے جن سے وہ سن رہی ہوگی، اور زبان ہوگی جس سے کلام کر رہی ہوگی، اور کہہ رہی ہوگی: مجھے تین قسم کے آدمیوں پر مسلط کیا گیا ہے: (۱) متکبر سرکش، (۲) اللہ کے ساتھ غیر کو پکارنے والا (۳) اور تصویریں بنانے والا۔“

لہذا معلوم ہوا کہ قیامت کا برپا ہونا یقینی ہے، اس کے برپا ہونے سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس دن کی ہولناکیوں سے محفوظ فرمائے۔

(4) حشر کا میدان:

صور پھونکنے جانے کے بعد لوگ میدانِ حشر کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے، اس وقت لوگوں کی مختلف حالتیں ہوں گی۔ جن حالتوں میں لوگوں کو حشر کے میدان میں اکٹھا کیا جائے گا، اور اس میدان سے راہ فرار کوئی بھی نہیں پاسکے گا، اور ان تمام حالات کے بارے میں پیارے پیغمبر ﷺ نے پہلے ہی اطلاع فرمادی ہے۔ قرآن پاک میں اس دن کے بارے میں اور اس میدان کے بارے میں اللہ نے کچھ یوں تذکرہ فرمایا ہے:

﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ ۖ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا ۚ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝﴾ (المائدہ: ۱۰۹)

”جس روز اللہ تمام پیغمبروں کو جمع کرے گا، پھر ارشاد فرمائے گا کہ تم کو کیا جواب

❶ سنن ترمذی، کتاب صفة جہنم عن رسول اللہ ﷺ، رقم: ۲۵۷۴۔ سلسلۃ الصحیحۃ، رقم: ۵۱۲۔

ملا تھا، وہ عرض کریں گے کہ ہم کو کچھ خبر نہیں بے شک تو پوشیدہ باتوں کو پورا جاننے والا ہے۔“

روزِ قیامت جب اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کرے گا تو ان سے پوچھے گا کہ تمہیں تمہاری دعوتِ حق کا تو مومن نے کیا جواب دیا تھا؟ تو اس دن اللہ کے غضب و دہشت سے انبیاء علیہم السلام کی یہ کیفیت ہوگی کہ ان کو اس بات کا علم بھی ہوگا لیکن دہشت و رعب کی بناء پر صرف اتنا ہی جواب دے پائیں گے کہ اے اللہ! تو ہی بہتر جانتا ہے۔ تو جب انبیاء و رسل علیہم السلام کی اس دن یہ کیفیت ہوگی تو کسی امتی، درویش یا پیر کی اس دن کیا مجال ہوگی؟ انہی حالات کا تذکرہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے:

﴿رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًاۙ﴾ (النبا: ۳۷)

”جو آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی ہر چیز کا رب ہے جو نہایت مہربان ہے، اور اس سے بات کرنے کی انہیں جرأت نہیں ہوگی۔“

نیز ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّاۙ لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اٰذَنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًاۙ﴾ (النبا: ۳۸)

”جس دن روح الامین اور دیگر فرشتے صف باندھے کھڑے ہوں گے، لوگ بات نہیں کریں گے سوائے اس کے جسے ”رحمن“ اجازت دے گا، اور وہ سچی بات کہے گا۔“

اس دن اس شہنشاہِ دو جہاں کے آگے بولنے کی کسی کو جرأت و ہمت نہ ہوگی تو اس دن جو عاصی و سرکش ہوگا وہ کیسے جرأت کر کے حیل و حجت قائم کر کے جنت حاصل کر سکے گا۔ اور اللہ کے نبی ﷺ اس دن کے بارے میں فرماتے ہیں:

((اِنَّكُمْ تَحْشَرُونَ رِجَالًا وَرُكْبَانًا وَتَجْرُونَ عَلَى وُجُوْهِكُمْ .))^①

”بے شک تم لوگ میدانِ حشر میں پیدل اور سوار لائے جاؤ گے، اور کچھ لوگ منہ کے بل گھسیٹ کر لائے جائیں گے۔“

میدانِ حشر کے ایک منظر پر نبی کائنات ﷺ کی حدیث ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا:

((يَقُولُ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا قُلْتُ يَا

رَسُولَ اللَّهِ! النِّسَاءُ وَالرِّجَالُ جَمِيعًا يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ قَالَ:

يَا عَائِشَةُ! الْأَمْرُ أَشَدُّ مِنْ أَنْ يَنْظُرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ .))^②

”آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگ ننگے پاؤں اور ننگے بدن اکٹھے

کیے جائیں گے۔ میں (عائشہ رضی اللہ عنہا) نے کہا: اے اللہ کے رسول! مرد اور عورت

اکٹھے ہوں گے، تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے۔ آپ ﷺ

نے فرمایا: اے عائشہ! اس دن معاملہ اس قدر سخت ہوگا کہ وہ ایک دوسرے کو

دیکھیں (یعنی ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی)۔“

جس دن انبیاء علیہم السلام کو بولنے کی جرات نہیں ہوگی تو اس دن جعلی پیر، درویش اور

بزرگ وغیرہ کی کیا جرات ہوگی جو کہ حق پر بھی نہیں تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی کی

سفارش کریں یا کسی کے گناہ بخشوائیں۔ اس دن تو نفسا نفسی کا عالم ہوگا، باپ بیٹے سے

دور ہوگا، بیٹا باپ سے دُور ہوگا، رشتہ دار، رشتے دار سے دُور ہوگا، میاں بیوی سے دُور ہو

گا، بیوی اپنے خاوند سے دُور ہوگی، لیکن ایسے عالم میں وہی شخص کامیاب ہوگا جو راہِ حق پر

ہوگا۔

① سنن ترمذی، باب ما جاء فی شأن الحشر، رقم: ۲۴۲۴۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

② صحیح مسلم، باب فی فناء الدنیا و بیان الحشر، رقم: ۷۱۹۸۔

(5) حوض کوثر:

جب قیامت کے دن لوگ پیاس کی شدت کی وجہ سے پانی کی تلاش میں ہوں گے، اور پیاس کی شدت کے باعث زبانیں ٹٹک رہی ہوں گی تو اس وقت ہر نبی اپنے اپنے حوض پر ہوگا، اور لوگ حوض پہ جا کر اپنی پیاس کو بجھائیں گے لیکن یہ حوض کن کو نصیب ہوگا، اور کون بد نصیب اس پیاس کے عالم میں اس سے محروم ہوں گے، اس کے بارے میں اللہ کے نبی ﷺ کے فرامین کتب احادیث میں موجود ہیں۔ سیدنا کھل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((اِنِّیْ فَرَطُکُمْ عَلٰی الْحَوْضِ مَنْ مَرَّ عَلٰی شَرِبَ ، وَمَنْ شَرِبَ لَمْ یَطْمَأْ

اَبَدًا ، لَیْرَدَنَّ عَلٰی اَقْوَامٍ اَعْرِفُهُمْ وَیَعْرِفُوْنِیْ ثُمَّ یَحَالُ بَیْنِیْ وَبَیْنَهُمْ)) ❶

”میں اپنے حوض پر تم سے پہلے موجود ہوں گا۔ جو شخص میری طرف سے گزرے گا وہ اس کا پانی پیے گا، اور جو شخص اس سے پانی پی لے گا وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا، البتہ میرے پاس کئی قومیں آئیں گی میں ان کو پہچان لوں گا، اور وہ بھی مجھے پہچانتے ہوں گے لیکن پھر میرے اور ان کے درمیان رکاوٹ کر دی جائے گی۔“

اسی طرح ایک اور حدیث کے الفاظ ان لوگوں کے بارے میں کچھ اس طرح ہیں:

((وَاِنِّیْ یَا اَیُّهَا النَّاسُ فَرَطُکُمْ عَلٰی الْحَوْضِ ، فَاِذَا جِئْتُمْ قَالَ

رَجُلٌ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَنَا فُلَانُ بَنُ فُلَانٍ ، وَقَالَ الْاٰخَرُ: اَنَا فُلَانُ

بَنُ فُلَانٍ ، فَاَقُوْلُ: فَاَمَّا النَّسَبُ فَقَدْ عَرَفْتُهُ ، وَلَکِنْکُمْ اَحْدَثْتُمْ

بَعْدِیْ وَاَرْتَدَدْتُمْ الْقَهْقَرٰی)) ❷

”اے لوگو! یقیناً میں تمہاری نسبت حوض پر پیش قدمی کروں گا، پس جب تم آؤ

گے تو ایک آدمی کہے گا: اے اللہ کے رسول! میں فلاں بن فلاں ہوں، اور دوسرا

❶ صحیح بخاری ، رقم: ۶۵۸۳ - مجمع الزوائد ، کتاب البعث ، رقم: ۱۸۴۶۲۔

❷ اسنادہ صحیح ، مجمع الزوائد ، کتاب البعث ، رقم: ۱۸۴۶۴۔

کہے گا: میں فلاں بن فلاں ہوں۔ تو میں اس کو کہوں گا کہ میں نے تمہیں بلحاظ نسب پہچان لیا ہے، لیکن تم میرے بعد نئے کام (بدعات) کرتے رہے (اس لیے) ان قدموں پر واپس لوٹ جاؤ۔“

گویا کہ دین میں بدعات پیدا کرنے والے لوگ اس دن حوض کوثر سے دھتکار دیے جائیں گے، جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا، اور جو شخص ایک مرتبہ اس سے پانی پی لے گا اس کو دوبارہ جنت میں داخل ہونے تک پیاس محسوس نہیں ہوگی۔ یہ تو حال ہے ان لوگوں کا جو مسلمان ہو کر دین میں نئی نئی باتیں ایجاد کرتے ہیں، اور وہ لوگ جو کہ سرے سے ایمان ہی نہیں لاتے وہ تو قطعاً اس کے مستحق نہیں ہوں گے۔ اس دن سب انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اپنے حوضوں پر ہوں گے، اور اپنی اُمت کے لوگوں کو حوض سے پانی پلائیں گے، جیسا کہ سیدنا سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”انبیاء علیہم السلام آپس میں فخر کریں گے بلحاظ اپنی اُمتوں کی کثرت کے، اور میرے اُمتی اس دن سب سے زیادہ ہوں گے، اور ہر آدمی کے لیے اس دن حوض پر دو فرشتے کھڑے ہوں گے، وہ اس آدمی کو بلائیں گے جو اس اُمت میں سے ہوگا، اور ہر اُمت کے لیے ایک علامت ہوگی جس سے ان کا نبی ان کو پہچان لے گا۔“^①

ہر نبی کی اُمت کے لیے اس دن خاص پہچان ہوگی جس کی وجہ سے وہ اپنے اُمتیوں کو پہچان لیں گے، جیسا کہ اُمت محمدیہ کی علامت یہ ہے کہ ان کے وضو کے اعضاء چمک رہے ہوں گے، اور یہی لوگ اس دن حوض کوثر سے سیراب ہوں گے۔ اگر کوئی دوسرا قریب آنا بھی چاہے گا تو فرشتے اس حوض پر نگہبان ہوں گے، انہیں وہاں سے پانی نہیں پینے دیں گے، دنیا کی پیاس برداشت نہیں ہوتی تو اس دن کی پیاس تو اس پیاس سے بہت زیادہ سخت ہوگی، اور پھر اس کے باوجود کہ حوض کوثر دیکھتے ہوں گے لیکن انہیں اس کا پانی نصیب نہیں ہوگا۔ کتنی

① مجمع الزوائد: ۱۰/۳۶۳۔ سلسلۃ الصحیحۃ: ۴/۱۱۸، رقم: ۱۵۸۹۔

بد قسمتی کی بات ہوگی کہ اس دن آدمی اس سے محروم کر دیا جائے، اور ہمارے پیغمبر ﷺ کو اس بات پر فخر ہوگا کہ میرے اُمّی باقی انبیاء علیہم السلام کے اُمّتیوں کی نسبت زیادہ ہیں، اور یہ وہی حوضِ کوثر ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿إِنَّا آَعَطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۖ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۚ ۝ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ

الْكَبِيرُ ۝﴾ (الکوثر: ۱ تا ۳)

”یقیناً ہم نے تجھے حوضِ کوثر عطا کیا ہے، پس تو اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر، یقیناً تیرا دشمن ہی بے نام و نشان ہے۔“

(6) حساب، کتاب:

جب تمام لوگ حشر کے میدان میں اکٹھے کر دیے جائیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ ہر انسان سے اس کے کیے ہوئے اعمال کے بارے میں سوال کرے گا اور پھر اسکے مطابق اسکو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَنُضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۚ وَ

إِنْ كَانَ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا ۚ وَكَفَىٰ بِنَا حَٰسِبِينَ ۝﴾

(الانبیاء: ۴۷)

”قیامت کے دن ہم درمیان میں لا کھڑا کریں گے ٹھیک ٹھیک تولنے والی ترازو کو۔ پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا، اور اگر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ظلم ہوگا، ہم اسے لا حاضر کریں گے، اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے۔“

”ٹھیک ٹھیک تولنے والی ترازو“ سے مراد ہے کہ اس دن کسی آدمی سے ایک رائی کے دانے کے برابر بھی زیادتی نہیں کی جائے گی، جیسا کہ دنیا کا دستور ہے۔ اپنوں کے سارے قصور معاف اور اپنے کیے ہوئے گناہ بھی دوسرے کے تصور کروائے جاتے ہیں۔ لیکن اس دن اللہ کی عدالت میں اس قسم کی کوئی نا انصافی نہیں ہوگی، وہاں کسی چھوٹے بڑے کا نسب کے لحاظ

سے، یا کسی اور لحاظ سے خیال نہیں کیا جائے گا، بلکہ وہاں وہی کچھ کام آئے گا جو کہ دنیا میں کیا ہوگا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس دن کی حالت کچھ اس طرح بیان فرمائی ہے:

﴿وَكُلُّ إِنْسَانٍ لَّزَمْنَهُ لَبَاسُهُ فِیْ غُنَّهِ ۖ وَ نُخْرِجُ لَهُ یَوْمَ الْقِیَمَةِ كِتَابًا یَلْقَاهُ مِنْ شُوْرًا ۚ ﴿۱۲﴾ اِقْرَأْ كِتَابَكَ ۚ كَفٰی بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلٰیكَ حَسِیْبًا ۝﴾

(بنی اسرائیل: ۱۳، ۱۴)

”ہم نے ہر انسان کی برائی بھلائی کو اسکے گلے میں لگا دیا ہے، اور بروز قیامت ہم اس کے سامنے اس کا نامہ اعمال نکالیں گے جسے وہ اپنے اوپر کھلا ہوا پائے گا، خود ہی اپنی کتاب پڑھ لے، آج تو خود ہی اپنا حساب لینے کو کافی ہے۔“

اللہ تعالیٰ انسان سے کہیں گے کہ یہ تیرے دفتر ہیں، ان کو کھول اور پڑھ کر خود ہی فیصلہ کر لے کہ تو کس چیز کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک مقام پر یوں ارشاد فرماتا ہے:

﴿الْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَا اَیْدِیْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝﴾ (یس: ۶۵)

”ہم آج کے دن ان کے منہ پر مہریں لگا دیں گے، اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے، اور ان کے پاؤں گواہیاں دیں گے، ان کاموں کی جو وہ کرتے تھے۔“

اس دن انسان کا سارا وجود خود ہی اللہ کے حکم سے بولنے لگ جائے گا، انسان نے منہ کے ساتھ جو الفاظ ادا کیے، ہاتھوں سے جو برے یا نیک اعمال کیے، پاؤں کے ساتھ چل کر جو نیک یا برے کام کیے، یہ اعضاء خود ہی انسان کے خلاف گواہی دیں گے۔ ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس کا کچھ اس طرح تذکرہ فرمایا ہے:

﴿و یَوْمَ یُخَشِّرُ اَعْدَاءَ اللّٰهِ اِلٰی النَّارِ فَهُمْ یُوْرَعُونَ ۝ حَتّٰی اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَیْهِمْ سَمْعُهُمْ وَ اَبْصَارُهُمْ وَ جُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا

يَعْمَلُونَ ﴿٢٠﴾ ﴿حَمَّ السَّجْدَةِ: ٢٠، ١٩﴾

”اور جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف لائے جائیں گے، اور ان سب کو جمع کر دیا جائے گا، یہاں تک کہ جب بالکل جہنم کے پاس آجائیں گے، ان پر ان کے کان آنکھیں، اور ان کی کھالیں ان کے اعمال کی گواہیں دیں گی۔“

اسی ضمن میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

((كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَضَحِكَ فَقَالَ: هَلْ تَذَرُونَ مِمَّ اضْحَكُ؟ قَالَ: قُلْنَا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: مِنْ مُخَاطَبَةِ الْعَبْدِ رَبَّهُ يَقُولُ يَا رَبِّ! أَلَمْ تُجِرْنِي مِنَ الظُّلْمِ؟ قَالَ: يَقُولُ: بَلَى، قَالَ: فَيَقُولُ: فَإِنِّي لَا أُجِيزُ عَلَى نَفْسِي إِلَّا شَاهِدًا مِنِّي، قَالَ: فَيَقُولُ: كَفَى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ شَهِيدًا، وَبِالْكَرَامِ الْكَاتِبِينَ شُهُودًا. قَالَ: فَيُخْتَمُ عَلَى فِيهِ، فَيَقَالُ لَارْكَانِهِ: انْطِقِي، قَالَ: فَتَنْطِقُ بِأَعْمَالِهِ، قَالَ ثُمَّ يُخَلِّي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكَلَامِ، قَالَ: فَيَقُولُ: بُعْدًا لَكُنَّ وَسُحْقًا، فَعَنْكَنَ كُنْتُ أَنَا ضَلُّ.)) ❶

”سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ بنے اور (ہم سے پوچھا) کہ تم جانتے ہو کہ میں کیوں ہنسا ہوں؟ ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (قیامت کے روز) بندے کی اپنے رب سے ہونے والی گفتگو پر مجھے ہنسی آئی ہے، انسان کہے گا: اے میرے رب! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی، (یعنی تیرا وعدہ ہے کہ میں کسی پر ظلم نہیں کروں گا) اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا:

ہاں! کیوں نہیں؟ انسان کہے گا: میں اپنے خلاف سوائے اپنی ذات کی گواہی کے کسی دوسرے کی گواہی جائز نہیں سمجھتا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: ”اچھا آج تیری ذات کی گواہی ہی تیرے لیے کافی ہے، اور کرنا کاتبین کی گواہی (اس پر زائد ہوگی) چنانچہ انسان کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی، اور اس کے اعضاء کو حکم دیا جائے گا کہ بولو، چنانچہ وہ انسان کے اعمال کی گواہی دیں گے، اس کے بعد انسان کو بات کرنے کی اجازت دی جائے گی، اور وہ اپنے اعضاء سے مخاطب ہو کر کہے گا: دُوری اور ہلاکت ہو تمہارے لیے، میں تو تمہاری خاطر ہی جھگڑا کر رہا تھا (کہ تم جہنم سے بچ جاؤ۔)“

جس آدمی نے کسی پر کوئی زیادتی کی ہوگی، اس دن اس کا بدلہ لے کر دیا جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً قَحْطًا هُمْ وَمَنْ أَعْتَهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝۲۱﴾ وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلَيُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝۲۲﴾ (الحجاثیہ: ۲۱، ۲۲)

”کیا ان لوگوں کا جو بُرے کام کرتے ہیں، یہ گمان ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے، اور نیک کام کیے کہ ان کا مرنا جینا یکساں ہو جائے، بُرا حکم ہے جو وہ کر رہے ہیں۔ آسمان اور زمین کو اللہ نے بہت ہی عدل کے ساتھ پیدا کیا ہے، اور تاکہ ہر شخص کو اس کے کیے ہوئے کام کا پورا بدلہ دیا جائے، اور ان پر ظلم نہ کیا جائے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے باطل خیالات کا جواب دیا جو یہ سمجھتے تھے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں ہونا۔ انسان اچھے اعمال کرے یا بُرے سب یکساں ہیں، تو

((مَنْ ضَرَبَ سَوْطًا ظَلَمًا أَقْتَصَ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ .)) ①

((عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَجُلًا قَعَدَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي مَمْلُوكِينَ يَكْذِبُونَنِي وَيَخُونُونَنِي وَيَعْصُونَنِي، وَأَسْتَمُهُمْ وَأَضْرِبُهُمْ فَكَيْفَ أَنَا مِنْهُمْ؟ قَالَ: يُحْسَبُ مَا خَانُوكَ وَعَصَوْكَ وَكَذَبُوكَ وَعِقَابُكَ إِيَّاهُمْ، فَإِنْ كَانَ عِقَابُكَ إِيَّاهُمْ بِقَدْرِ ذُنُوبِهِمْ كَانَ كَفَافًا، لَا لَكَ وَلَا عَلَيْكَ، وَإِنْ كَانَ عِقَابُكَ إِيَّاهُمْ دُونَ ذُنُوبِهِمْ كَانَ فَضْلًا لَكَ، وَإِنْ كَانَ عِقَابُكَ إِيَّاهُمْ

فَوْقَ ذُنُوبِهِمْ أَقْصَرَ لَهُمْ مِنْكَ الْفَضْلُ ، قَالَ : فَتَنَحَّى الرَّجُلُ
فَجَعَلَ يَبْكِي وَيَهْتِفُ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : أَمَا تَقْرَأُ كِتَابَ
اللَّهِ : ﴿ وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ
شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ ﴾ (الانباء : ٤٧) الْآيَةَ فَقَالَ الرَّجُلُ : وَاللَّهِ
يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَجْدُلِي وَلَهُمْ شَيْئًا خَيْرًا مِنْ مُقَارَقَتِهِمْ ،
أَشْهَدُكَ أَنَّهُمْ أَحْرَارٌ كُلُّهُمْ .)) ②

”تعبیر لفظیہ اور ظاہریہ“

ایک آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے کچھ

1 صحيح الترغيب والترهيب، رقم: ٢٢٩١.

② سنن ترمذی، کتاب التفسیر، رقم: ۳۱۶۵۔ علامہ البانی برائے نے اسے ”صحیح الاسناد“ کہا ہے۔

غلام ہیں جو میرے ساتھ جھوٹ بولتے ہیں، خیانت کرتے ہیں، اور میری نافرمانی کرتے ہیں، میں انہیں بُرا بھلا بھی کہتا ہوں، اور مارتا بھی ہوں۔ قیامت کے روز میرا ان کے ساتھ کیسے حساب ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تیرے غلاموں کی خیانت، نافرمانی اور جھوٹ کا حساب کیا جائے گا، اگر تمہاری میزان کے گناہوں سے کم ہوئی تو تمہارے لیے اجر و ثواب ہوگا، اگر تمہاری میزان کے گناہوں سے زیادہ ہوئی تو پھر زائد سزا کا تم سے بدلہ لیا جائے گا، وہ آدمی رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہی رونے اور چلانے لگا۔ رسول اکرم ﷺ نے اس سے پوچھا: کیوں روتے ہو؟ کیا تم نے قرآن مجید کی آیت نہیں پڑھی ”قیامت کے روز ہم میزانِ عدل قائم کریں گے اور کسی آدمی پر ظلم نہیں کیا جائے گا، اگر رائی کے دانے کے برابر بھی کسی کی نیکی یا بُرائی ہوگی تو اسے بھی لے آئیں گے۔“ اور (ساری مخلوق سے) حساب لینے کے لیے ہم کافی ہیں (الانبیاء: ۴۷) یہ سن کر اس آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اپنے حق میں اس بات سے بہتر کوئی نہیں سمجھتا کہ انہیں آزاد کر دوں۔ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ وہ سب کے سب آزاد ہیں۔“

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ دِينَارٌ أَوْ دِرْهَمٌ قُضِيَ مِنْ حَسَنَاتِهِ لَيْسَ ثَمَّ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ)) ❶

”جو شخص فوت ہو جاتا ہے اور اس پر دینار یا درہم (کا قرض) ہے تو پھر اس کا بدلہ اس کی نیکیوں سے دیا جائے گا (کیونکہ اس وقت) وہاں نہ درہم ہوں گے نہ دینار۔“

❶ سنن ابن ماجہ، باب التشدید من الدین، رقم: ۲۴۱۴۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

”سیدنا عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ بندوں (یا فرمایا لوگوں) کو اکٹھا کرے گا ننگے بدن، ننگے پاؤں، اور بہم کی حالت میں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! بہم کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: خالی ہاتھ۔ پھر اللہ تعالیٰ انہیں پکارے گا جسے دُور والا بھی اُسی طرح سنے گا، جس طرح قریب والا سنے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میں بدلہ دلانے والا ہوں اور میں بادشاہ ہوں۔ سنو! اگر کسی جہنمی کے ذمہ کسی جنتی کا حق ہے تو وہ اس وقت تک جہنم میں نہیں جائے گا جب تک میں جنتی کو اس کا بدلہ نہ دلوا دوں، اور اگر کسی جنتی کے ذمہ کسی جہنمی کا حق ہے تو وہ اس وقت تک جنت میں نہیں جائے گا جب تک میں جہنمی کو اس کا حق نہ دلوا دوں، حتیٰ کہ اگر کسی کو (نا جائز) تھپڑ مارا ہے تو میں اس کا بدلہ بھی دلواؤں گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ کیسے ہوگا، جب ہم لوگ ننگے بدن، ننگے پاؤں اور خالی ہاتھ ہوں گے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ نیکیوں اور برائیوں کے ساتھ ہوگا۔“ ①

اور اس حدیث کی مزید وضاحت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے ہوتی ہے:

((يَخْلُصُ الْمُؤْمِنُونَ مِنَ النَّارِ فَيُحْبَسُونَ عَلَىٰ فَنَظَرَةِ بَيْنِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَيَقْتَصِرُ لِبَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضِ مَظَالِمٍ كَانَتْ بَيْنَهُمْ فِي الدُّنْيَا، حَتَّىٰ إِذَا هَدَبُوا وَنُقُوا أُذِنَ لَهُمْ فِي دُخُولِ الْجَنَّةِ.)) ②

① مسند احمد بن حنبل: ۳/۴۹۵، رقم: ۱۶۰۴۲۔ شیخ شیب نے اس کی سند کو ”حسن“ کہا ہے۔

② صحیح بخاری، کتاب الرقاق، رقم: ۶۵۳۵۔

”پل صراط پار کرنے کے بعد مومنوں کو جنت اور جہنم کے درمیان قطرہ پر روک لیا جائے گا، دنیا میں انہوں نے ایک دوسرے پر جو ظلم اور زیادتی کی ہوگی اس کا بدلہ دلایا جائے گا، حتیٰ کہ جب وہ مکمل طور پر پاک صاف ہو جائیں گے تب انہیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی۔“

ایک آدمی ایسا بھی ہوگا جو کہ دنیا میں بہت نیکیاں کر کے آئے گا، اور سمجھے گا کہ میں اپنے اعمال کی وجہ سے بچ جاؤں گا، وہ آدمی نیک اعمال تو کرتا تھا لیکن دوسروں کا خیال نہیں کرتا تھا، کسی پر زیادتی کی اور کسی پر ظلم تو ایسے آدمی کے بارے میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَتَدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ؟ قَالُوا: الْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ، فَقَالَ: إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلْوَةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هَذَا، وَقَذَفَ هَذَا، وَأَكَلَ مَالَ هَذَا، وَسَفَكَ دَمَ هَذَا، وَضَرَبَ هَذَا، فَيُعْطَى هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ فُتِنَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ)) ①

”جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہم میں سے مفلس تو وہی ہے جس کے پاس درہم نہ ہوں اور سامانِ زیست نہ ہو۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے روز نماز، روزہ اور زکوٰۃ (جیسے نیک اعمال) لے کر آئے گا، لیکن اس کے ساتھ کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کو قتل کیا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا، چنانچہ حق داروں کے درمیان اس کی نیکیاں تقسیم کر دی جائیں گی، اگر اس کی نیکیاں

واجبات ادا ہونے سے پہلے ختم ہو گئیں تو حق داروں کے گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے، اور اس طرح وہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔“

اس کے بعد کچھ لوگ وہ ہوں گے جن کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ ۖ فَيَقُولُ هَآؤُمْ أَقْرَأُوا كِتَابِيَةَ ۝۱۹﴾
 اِنِّى ظَنَنْتُ اَنِّى مُلْقٍ حَسَابِيَةَ ۝۲۰ فَهُوَ فِى عَيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝۲۱ فِى جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝۲۲ قُطُوْاْ فِيْهَا دَآئِيَةً ۝۲۳﴾ (الحاقہ: ۱۹ تا ۲۳)

”سو جو شخص کہ اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، تو وہ کہنے لگے گا کہ لو میرا نامہ اعمال پڑھو، مجھے تو کامل یقین تھا کہ مجھے اپنا حساب ملنا ہے پس وہ ایک خاطر خواہ زندگی میں ہوگا، بلند و بالا جنت میں جس کے میوے جھکے ہوں گے۔“

تو یہ وہی لوگ ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال عطا فرمائے گا۔ اور یہ دنیا کی زیب و زینت اس کی دلفریبیوں اور رنگینیوں سے اپنے آپ کو بچاتے رہے، دنیا کے اندر گناہ کرنے کی استطاعت تھی لیکن اللہ کے ڈر سے گناہ نہیں کیا۔ کسی کا مال ہڑپ کرنے کی ہمت تھی لیکن اللہ سے ڈر کر نہیں کیا۔ کسی پر غصہ آیا، بدلہ لے سکتے تھے لیکن اللہ کی رضا کے لیے نہیں لیا۔ غرضیکہ شریعت محمدی نے جس گناہ سے باز کیا، جس کام سے روکا، اس سے رک گئے، اور اللہ کی فرمانبرداری میں کوشاں رہے، تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں عطا فرمائے گا۔ اگر ہم نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں چاہتے ہیں تو پھر اللہ کے دین پر عمل پیرا ہو جائیں۔

اس کے برعکس وہ بھی لوگ ہوں گے جن کو ان کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، ان کی کیفیت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کچھ اس طرح بیان کی ہے:

﴿وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يُلَيِّتُنِي لَمْ أُوتِ كِتَابِيَهُ ۚ ﴿٢٥﴾ وَلَمْ أَدْر مَا حِسَابِيَهُ ۚ ﴿٢٦﴾ يُلَيِّتُهَا كَانَتْ الْقَاضِيَةَ ۚ ﴿٢٧﴾ مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَهُ ۚ ﴿٢٨﴾ هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهُ ۚ ﴿٢٩﴾ خُدُوهُ فَعُلُوهُ ۚ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ الْحَجِيمَ ۚ صَلُّوهُ ۚ ﴿٣١﴾ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ ۚ ﴿٣٢﴾﴾

(الحاقہ: ۲۵ تا ۳۲)

”اور جس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، وہ کہے گا: اے کاش! مجھے میرا نامہ اعمال نہ دیا گیا ہوتا اور مجھے معلوم نہ ہوتا کہ میرا حساب کیا ہے، اے کاش! میری موت نے ہمیشہ کے لیے میرا قصہ تمام کر دیا ہوتا، میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا، پھر حکومت و سلطنت بھی مجھ سے جاتی رہی (حکم ہوگا) اس کو پکڑ لو، پھر اس کی گردن میں طوق ڈال دو، پھر اسے جہنم میں جھونک دو، پھر اسے ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو۔“

یہ منظر قابلِ عبرت ہے، جبکہ کافر و نافرمان کو اس کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، تو وہ حزن و ملال کی وجہ سے کہے گا: اے کاش! میرا نامہ اعمال میرے سامنے نہ آتا، مجھے نہ دیا جاتا، اور مجھے میرا حساب معلوم نہ ہوتا، پھر کہے گا: ہائے کاش! جب میں دنیا میں مر گیا تھا تو اس کے بعد مجھے دوبارہ زندہ نہ کیا جاتا، اسی موت میں میرا قصہ تمام ہو جاتا۔

پھر وہ اس مال پر افسوس کرے گا جس کو حاصل کرنے کے لیے اس نے جائز و ناجائز میں فرق نہ کیا، جس کو حاصل کرنے کے لیے حلال و حرام کا افتراق نہ کیا، جس کو حاصل کرنے کے لیے فلموں، ڈراموں میں کام کر کے اللہ کے قوانین کو پھلانگ کر خود بھی برائی میں ملوث ہوتا رہا، اور لوگوں کو بھی ملوث کرتا رہا، اپنی شہرت اور دولت کی خاطر اچھے بُرے سارے کام کرنے پر تیار رہتا تھا۔

وہ سفارشی، جو دنیا میں اس کو گمراہ کرتے تھے سب اُس دن لا جواب اور ناکام ہوں گے،

اور یہ دولت اکٹھی کرنے والا کہے گا: ہائے! آج میرا مال بھی میرے کام نہ آیا، ہائے! آج میری حکومت و سلطنت بھی میرے کام نہ آئی۔

اللہ تعالیٰ جہنم کے فرشتوں کو اس وقت کہے گا: اسے پکڑ لو اور اس کے ہاتھ گردن کے ساتھ باندھ دو، پھر اسے جہنم کے انگاروں پر جلاؤ، اور اُلٹو پلٹو، پھر اسے جہنم کی گرم زنجیروں میں سے ایک زنجیر میں اس طرح جکڑ دو کہ ہل نہ سکے۔ اَعَاذُنا اللہ من عذابِ جَہَنَّمَ آمین

پھر اس کو جہنم کے کھانے، اور جہنیوں کے خون و پیپ کے سوا کچھ نہیں دیا جائے گا، پانی مانگے گا تو اس کو وہی گندی پیپ اور خون جو کہ اس کے بدن سے نکلا ہوگا، دیا جائے گا۔ وہ اس قدر گرم ہوگا کہ فرشتے اس کے منہ کے قریب لے کر جائیں گے تو یہ منہ بند کر لے گا، تو پھر ایک فرشتہ اوپر والے ہونٹ کو پکڑ کر پیشانی تک لے جائے گا، اور دوسرا فرشتہ نیچے والے ہونٹ کو پکڑ کر اڑی تک لے جائے گا، اور اس گندی پیپ کو اسکے منہ میں ڈال دیں گے، وہ اس قدر گرم ہوگی کہ اس کے اندر موجود سب کچھ اس کی دیر کے ذریعے سے باہر نکل جائے گا۔

(7) پل صراط:

پل صراط پر ایمان لانا بھی ضروری ہے، یعنی مومن و کافر، نیک و بد سبھی اس پل پر گزریں گے جو جہنم پر رکھا جائے گا، نیک لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق تیز یا آہستہ گزر جائیں گے، اور جو جہنم کے عذاب کے حقدار ہوں گے، اس میں بنکم الہی گزر جائیں گے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنَّ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝﴾

”اور تم میں سے ہر شخص اس پر سے ضرور گزرے گا، یہ آپ کے رب کا حتمی فیصلہ ہے۔“

اور سورۃ الانبیاء میں ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ۝﴾

(الانبیاء: ۱۰۱)

”بے شک جن لوگوں کے لیے ہماری جناب سے بھلائی (جنت) کا فیصلہ ہو جائے گا، انہیں اس جہنم سے دور رکھا جائے گا۔“

سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر جہنم پر پل رکھا جائے گا۔ اور شفاعت حلال ہوگی۔ لوگ دعا کریں گے۔ ((اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ))
 ”اے اللہ! سلامت رکھ، سلامت رکھ۔“ پوچھا گیا، اے اللہ کے رسول! پل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: گرانے والی پھسلوان، اس میں ہک نما لوہے کے کڑے، اچکنے والے اور چمٹنے والے سخت کانٹے ہیں۔ نجد میں ایک کانٹے دار درخت سعدان جیسے یہ کانٹے ہوں گے۔ اہل ایمان اس پر سے پلک جھپکتے، بجلی اور ہوا کی طرح گزریں گے، بعض لوگ پرندوں، تیز گھوڑوں پر سواروں کی طرح گزریں گے۔ بعض صحیح سالم بچ کر نکل جائیں گے، بعض زخمی ہو کر گزریں گے، اور بعض اوندھے منہ جہنم کی آگ میں گر جائیں گے۔“^①

(8) شفاعتِ کبریٰ:

شفاعتِ کبریٰ ہماری پیارے پیغمبر ﷺ کے لیے خاص ہے جس کے ذریعے میدانِ حشر میں کھڑے لوگوں کی خلاصی ہوگی، اور یہی وہ ”مقامِ محمود“ ہے جس کی تعریف سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت آنے والے سب کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے۔

﴿وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾ (الفجر: ۲۲)

”اور آپ کا رب آئے گا، اور فرشتے صف باندھے ہوں گے۔“

اس آیت کریمہ کے تفسیر کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”یعنی اپنی مخلوق کے درمیان مقدموں کے فیصلے کے لیے (رب آئے گا) اور یہ اس کے بعد ہوگا جب لوگ سیدنا آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کے سردار محمد ﷺ کے پاس شفاعت کے لیے آئیں گے۔ اس سے پہلے ایک ایک کر کے وہ الوالعزم رسولوں سے درخواست کر چکے

ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک نے یہی جواب دیا ہوگا کہ میں اس سفارش کا اہل نہیں ہوں، حتیٰ کہ لوگ (سیدنا) محمد ﷺ کے پاس آئیں گے تو آپ دو دفعہ فرمائیں گے، میں یہ سفارش کرتا ہوں، پھر آپ ﷺ جا کر اللہ تعالیٰ کے پاس شفاعت کریں گے کہ مقدموں کا فیصلہ کیا جائے، تو اللہ آپ کی سفارش قبول فرمائے گا۔ یہ سب سے پہلی شفاعت ہے، اور یہی ”مقام محمود“ ہے جس کا بیان سورۃ ”بنی اسرائیل“ میں ہے۔ پس رب آئے گا تا کہ جیسے چاہے اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے، اور فرشتے اس کے سامنے صف در صف آئیں گے۔

اللہ کے اذن سے شفاعتیں:

یہ شفاعت انبیاء علیہم السلام، اہل ایمان، اور فرشتوں کو بھی حاصل ہوگی، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ﴾ (سباء: ۲۳)

”درخواست شفاعت بھی اس کے پاس کچھ نفع نہیں دیتی بجز ان کے جن کے لیے اجازت ہو جائے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ہر نبی کی ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ ہر نبی نے اپنی دعا کر لی ہے، اور میں

نے اپنی دعا بچا کر رکھی ہے تاکہ روزِ قیامت میں اپنی اُمت کی شفاعت کروں۔

یہ انشاء اللہ میری اُمت کے ہر اس فرد کو حاصل ہوگی جس نے مرتے وقت تک

شرک نہ کیا ہوگا۔“ ①

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث میں آیا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

فرشتوں نے شفاعت کی، انبیاء علیہم السلام نے شفاعت کی، اور مومنوں نے بھی شفاعت کی، اب

صرف ارحم الراحمین ہی باقی ہے۔“ ②

① صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب لکل نبی دعوة مستحابة، رقم: ۶۳۰۴.

② صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۴۵۴.

(۹) جنت اور جہنم

جنتی آدمی کے بارے میں، اور دوزخی آدمی کے بارے میں، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

((حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِمِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ)) ❶

”جنت کا تکالیف نے احاطہ کر رکھا ہے، اور دوزخ کا نفسانی خواہشوں نے احاطہ کیا ہوا ہے۔“

یعنی جو آدمی دنیا میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں تکالیف برداشت کرتا ہے یعنی نفس کی پیروی نہیں کرتا، اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت نہیں کرتا، لوگ کہتے ہیں کہ اسے دنیا کا پتا ہی نہیں، یہ تو صوفی ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن حقیقت میں وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں ہوتا ہے، اللہ سے ڈر کر گناہ نہیں کرتا، یہ جنتی کی صفت ہے کہ اسے دنیا میں بہت سی تکالیف آتی ہیں۔ اور جہنمی اپنے نفس کا پیروکار ہوتا ہے، اپنے نفس کے علاوہ کسی کی بات نہیں مانتا، خواہ دین کی مخالفت ہو یا موافقت۔

جنت کی نعمتوں کا تذکرہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((قَالَ: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَسُوقًا يَأْتُونَهَا كُلَّ جُمُعَةٍ فَتَهْبُ رِيحُ الشَّمَالِ فَتَحْثُو فِي وُجُوهِهِمْ وَثِيَابُهُمْ فَيَزِدُّونَ حُسْنًا وَجَمَالًا فَيَرْجِعُونَ إِلَى أَهْلِيهِمْ وَقَدْ أَزْدَادُوا حُسْنًا وَجَمَالًا فَيَقُولُ لَهُمْ أَهْلُوهُمْ وَاللَّهِ لَقَدْ أَزْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَجَمَالًا فَيَقُولُونَ وَأَنْتُمْ وَاللَّهِ لَقَدْ أَزْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَجَمَالًا)) ❷

❶ صحیح مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها واهليها، رقم: ۷۱۳۵.

❷ صحیح مسلم، کتاب ایضاً، رقم: ۷۱۴۶.

”جنت میں ایک بازار ہے جس میں جنتی ہر جمعہ کو آیا کریں گے، پھر شمال کی ہوا چلے گی جس سے ان کے چہرے اور کپڑے بھر جائیں گے، اور ان کا حسن و جمال بڑھ جائے گا، پھر وہ اپنے اہل کی طرف لوٹ کر جائیں گے تو وہ کہیں گے، اللہ کی قسم! ہمارے (پاس سے جانے کے) بعد تمہارا حسن اور جمال بہت زیادہ ہو گیا، وہ کہیں گے: اللہ کی قسم! اور تمہارا حسن و جمال بھی بہت زیادہ ہو گیا۔“

اسی طرح ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ جنتیوں کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

((عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ إِمَّا تَفَاخَرُوا وَإِمَّا تَذَكَّرُوا، الرَّجَالُ فِي الْجَنَّةِ أَكْثَرُ أَمِ النِّسَاءُ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: أَوَلَمْ يَقُلْ أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ: إِنْ أَوَّلَ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَالَّتِي تَلِيهَا عَلَى أَضْوَاءِ كَوْكَبٍ دَرِيٍّ فِي السَّمَاءِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ اثْنَتَانِ يُرَى مَخُ سَوْقِهِمَا مِنْ وَرَاءِ اللَّحْمِ وَمَا فِي الْجَنَّةِ عَزَبٌ.)) ❶

”محمد ﷺ کہتے ہیں کہ لوگوں نے ایک دوسرے پر فخر کیا، یا ذکر کیا کہ آیا جنت میں مرد زیادہ ہوں گے یا عورتیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا ابو القاسم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ جنت میں پہلا گروہ داخل ہوگا، اس کی صورت چودھویں کے چاند کی طرح ہوگی، اور جو گروہ اس کے بعد جائے گا، اس کی صورت آسمان میں جگمگاتے ستارے کی طرح ہوگی، ہر جنتی شخص کی دو بیویاں ہوں گی جن کی پنڈلیوں کا مغز ان کے گوشت کے اندر سے دکھائی دے گا، اور جنت میں کوئی شخص مجرد (بغیر بیوی کے) نہیں ہوگا۔“

یہ جنتی عورتوں کے حسن کا بیان ہے کہ ان کا اس قدر حسن و جمال ہوگا کہ پنڈلیوں کا مغز

❶ صحیح مسلم، کتاب ایضاً، رقم: ۷۱۴۷۔

بھی نظر آتا ہوگا۔ انسانی جسم میں اس کی پنڈلی کے ساتھ یہ معاملہ ہو تو نفرت پیدا ہوتی ہے لیکن یہ جنتی عورت ہے، اس کی پنڈلی کا مغز اس کے حسن و جمال کا باعث ہوگا نہ کہ نفرت کا۔ اور پھر جنتیوں کے کھانے پینے اور قد کا ٹھکانہ نہ کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں اللہ کے پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں:

((لَا يَبُولُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ وَلَا يَمْتَحِطُونَ وَلَا يَتَفَلُّونَ
أَمْسَاطُهُمُ الذَّهَبُ، وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ، وَمَجَامِرُهُمُ الْأَلْوَةُ
وَأَزْوَاجُهُمُ الْحُورُ الْعَيْنُ، أَخْلَافُهُمْ عَلَى خَلْقِ رَجُلٍ وَاحِدٍ
عَلَى صُورَةِ آدَمَ سِتُونَ ذِرَاعًا فِي السَّمَاءِ)) ❶

”جنتی لوگ پیشاب کریں گے نہ رفع حاجت کریں گے، ناک صاف کریں گے نہ تھوکیں گے، ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی اور ان کا پسینہ مشک ہوگا، ان کی انگلیٹیوں میں عود سلکتا ہوگا، ان کی بیویوں کی بڑی بڑی آنکھیں ہوں گی، ان کی صورتیں اپنے باپ سیدنا آدم علیہ السلام کی صورت پر ہوں گے، اور ان کا قد آسمان میں ساٹھ گز کے برابر ہوگا۔“

دنیا کی نسبت جنتی لوگوں کا رہن سہن، کھانا پینا وغیرہ بالکل برعکس ہوگا، وہاں نہ قضاے حاجت پیش آئے گی، نہ پسینے سے بو آئے گی، اللہ تعالیٰ نے کتنی اچھی اچھی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں۔ اور پھر جنتی کی جوانی کے بارے میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں:

((مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يُنْعَمُ لَا يَبَاسُ لَا تَبْلَى ثِيَابُهُ وَلَا يَقْيُ
شَبَابُهُ)) ❷

❶ صحیح مسلم، کتاب ایضاً، رقم: ۷۱۵۹.

❷ صحیح مسلم، ایضاً، رقم: ۷۱۵۶.

”جو شخص جنت میں داخل ہوگا اس کو نعمتیں دی جائیں گی، پھر اس کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی، اس کے کپڑے پرانے ہوں گے نہ اس کی جوانی ختم ہوگی۔“

جنتی کو دی جانے والی نعمتوں کا تذکرہ ہے کہ وہاں نہ بخار ہوگا، نہ سردی، نہ پیٹ درد، نہ زکام اور نہ نزلہ، الغرض کہ کوئی بھی تکلیف نہیں ہوگی۔ اور جو کپڑے پہنے گا وہ کبھی بھی پرانے نہیں ہوں گے۔ اور نہ ہی اس کی جوانی ختم ہوگی، سدا جوان رہے گا۔ اگر ہم ان غیر متناہی اور لازوال نعمتوں کے حصول کے خواہاں ہیں تو اس کے لیے ضروری ہے کہ فرمانِ الہی و فرامینِ رسول اللہ ﷺ پر عمل پیرا ہو جائیں، تو یہ بھی ممکن ہے جب ہم نفسانی خواہشات کو ختم کر دیں، اور اپنے نفس کو متبعِ رسول بنالیں۔

اس کے برعکس جہنم اور جہنمی لوگوں کا تذکرہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((يُؤْتَى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُونَ أَلْفَ زِمَامٍ مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يُجْرُونَهَا.)) ①

”اس روز (قیامت کے دن) جہنم کی ستر ہزار لگائیں ہوں گی، ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے پکڑ کر کھینچ رہے ہوں گے۔“

اس قدر جہنم بھڑک رہی ہوگی، اور اللہ سے سوال کرے گی: اے اللہ! مجھے بھر دے۔ اور دنیا کی آگ کی نسبت اس کی آگ کی تپش کو رسول اللہ ﷺ بیان فرماتے ہیں۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ نَارُكُمْ هَذِهِ الَّتِي يُوقِدُ ابْنُ آدَمَ جُزْءً مِّنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِّنْ حَرِّ جَهَنَّمَ قَالُوا: وَاللَّهِ! إِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: فَإِنَّهَا فَضِلْتُ عَلَيْهَا بِتِسْعَةٍ وَسِتِّينَ جُزْءًا أَكْثَلُهَا مِثْلُ حَرِّهَا.)) ②

② صحیح مسلم، رقم: ۷۱۶۵.

① صحیح مسلم، رقم: ۷۱۶۴.

”سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تمہاری یہ آگ جس کو بنو آدم روشن کرتے ہیں، جہنم کی گرمی سے ستر درجے کم ہے، صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ آگ بھی تو کافی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اس سے اہتر درجہ زیادہ ہے، ہر درجہ میں یہاں کی آگ کے برابر گرمی ہے۔“

اور اس کی گہرائی کس قدر ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِذْ سَمِعَ وَجْبَةً فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ، تَذَرُونَ مَا هَذَا؟ قَالَ: قُلْنَا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ هَذَا حَجَرٌ رُمِيَ بِهِ فِي النَّارِ مُنْذُ سَبْعِينَ خَرِيفًا فَهُوَ يَهْوِي فِي النَّارِ الْآنَ حَتَّى انْتَهَى إِلَى قَعْرِهَا.)) ❶

”سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ نے گر گراہٹ کی آواز سنی، آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں معلوم ہے یہ کیسی آواز تھی؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو خوب علم ہے، آپ نے فرمایا: یہ ایک پتھر ہے جس کو ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا، اور اب اس کی گہرائی میں پہنچا ہے۔“

آپ اندازہ لگائیں کہ جہنم کی گہرائی کتنی زیادہ ہے، اور پھر جہنم اللہ سے کہے گی: اللہ مجھ میں اور گنجائش ہے، مجھ میں اور مخلوق ڈال۔ جہنمی اس جہنم میں ہمیشہ رہیں گے، کبھی بھی ان کو موت نہیں آئے گی، اسی طرح جلتے اور سزا کاٹتے رہیں گے، جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُجَاءُ بِالْمَوْتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُ كَبْشٌ أَمْلَحُ زَادَ أَبُو كُرَيْبٍ ، فَيُوقَفُ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَاتَّفَقَا فِي بَاقِي الْحَدِيثِ فَيَقَالُ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ هَلْ

تَعْرِفُونَ هَذَا فَيَسْأَلُونَ وَيَنْظُرُونَ وَيَقُولُونَ: نَعَمْ، هَذَا الْمَوْتُ
 قَالَ: وَيُقَالُ: يَا أَهْلَ النَّارِ! هَلْ تَعْرِفُونَ هَذَا؟ قَالَ: فَيَسْأَلُونَ
 وَيَنْظُرُونَ وَيَقُولُونَ نَعَمْ هَذَا الْمَوْتُ قَالَ فَيُؤْمَرُ بِهِ فَيَذْبَحُ قَالَ:
 ثُمَّ يُقَالُ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُودٌ فَلَا مَوْتَ وَيَا أَهْلَ النَّارِ خُلُودٌ
 فَلَا مَوْتَ، قَالَ: ثُمَّ قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَنْذَرَهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ
 إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى
 الدُّنْيَا. ((❶

”سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن موت کو سرمئی مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا، (ابو کریم نے اضافہ کیا) اس کو جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا کیا جائے گا (اس کے بعد راویوں کا اتفاق ہے) پھر کہا جائے گا: اے اہل جنت! کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ وہ گردن اٹھا کر اسے دیکھیں گے اور کہیں گے: ہاں! یہ موت ہے۔ اور کہا جائے گا: اے اہل دوزخ! کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ وہ گردن اٹھا کر اسے دیکھیں گے اور کہیں گے: ہاں! یہ موت ہے، پھر اس کو ذبح کرنے کا حکم دیا جائے گا اور اس کو ذبح کر دیا جائے گا، پھر کہا جائے گا: اے اہل جنت! اب دوام ہے اور موت نہیں ہے، اور اے اہل دوزخ! اب ہمیشگی ہے اور موت نہیں ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی ”اور ان کو حسرت کے دن سے ڈرائیے جب اعمال کا فیصلہ کیا جائے گا، درآں حالیکہ وہ غافل ہیں اور وہ ایمان نہیں لائیں گے، اور آپ نے اپنے ہاتھ سے دنیا کی طرف اشارہ کیا۔“

اس وقت جب موت کو جنتیوں اور جہنمیوں کے سامنے ذبح کر دیا جائے گا، تو کیا کیفیت

ہوگی، اہل جہنم اس وقت خواہش کریں گے کہ کاش! ہم اللہ کی نافرمانیاں نہ کرتے، کاش ہم اللہ کے پیغمبر کی معصیت میں مبتلا نہ ہوتے، کاش! ہم قرآن پر عمل پیرا ہوتے، اس کے ساتھ مذاق نہ کرتے لیکن اس وقت بچھتاوے کا کوئی فائدہ نہیں، وہ تو جزاء کا وقت ہوگا۔ اسی طرح نبی مکرم ﷺ دوزخیوں کے دو گروہوں کا ذکر فرماتے ہیں:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَّاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُؤُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةٍ كَذَا وَكَذَا.)) ❶

”سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوزخیوں کے دو گروہ ایسے ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا، ایک وہ گروہ ہے جس کے پاس گایوں کی دموں کی طرح کوڑے ہوں گے، وہ ان کوڑوں سے لوگوں کو ماریں گے۔ دوسرا گروہ ان عورتوں کا ہے جو لباس پہننے کے باوجود نکلی ہوں گی، وہ دوسروں کو مائل کریں گی اور خود مائل ہوں گی، ان کے سر سختی ادنوں کی کوہانوں کی طرح ایک طرف جھکے ہوں گے، وہ جنت میں داخل ہوں گی نہ جنت کی خوشبو پائیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے آتی ہے۔“

جو عورتیں لباس تو پہنتی ہیں لیکن اتنا باریک کہ اس میں ان کا سارا بدن نظر آتا ہے، اور اعضائے مستورہ نمایاں ہوتے ہیں۔ تو ایسی تمام عورتیں جو اس حدیث کا مصداق ہیں وہ جہنم میں داخل ہوں گی، اللہ تعالیٰ ہماری معزز ماؤں اور بہنوں کو عمل کی اور اس حدیث سے عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(10) دیدارِ الہی:

روزِ قیامت اہل ایمان کے چہرے شاداب، پُر رونق اور پُر نور ہوں گے، اور جنت اور اس کی بے بہا نعمتوں کو پا کر شاداں و فرحاں ہوں گے، اور انہیں سب سے بڑی نعمت یہ ملے گی کہ ان کا رب ان کے سامنے جلوہ افروز ہوگا۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۖ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝﴾ (القیامۃ: ۲۲، ۲۳)

”کچھ چہرے اس دن شاداب ہوں گے۔ اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں گے۔“

رب العالمین کو دیکھ کر انہیں ایسی خوشی ملے گی جس کی تعبیر الفاظ میں ناممکن ہے، اور جس کے بعد وہ جنت کی ساری نعمتوں کو بھول جائیں گے، چنانچہ حدیث میں ہے:

”جب جنتی جنت میں داخل ہوں جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کوئی چیز تمہیں اس سے زیادہ چاہیے؟ تو وہ کہیں گے: (اے اللہ!) کیا تو نے ہمارے چہرے سفید نہیں کر دیئے؟ کیا تو نے ہمیں جہنم سے بچا کر جنت میں داخل نہیں کر دیا؟ اللہ تعالیٰ اپنا حجاب ہٹائے گا۔ پس انہیں جنتی نعمتیں دی گئیں ان میں سب سے بہتر نعمت اپنے رب کا دیدار ہوگا، پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿لِّلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةً﴾ ”جن لوگوں نے نیکی کی ان کے لیے اچھا اور زیادہ اجر ہے۔“^①

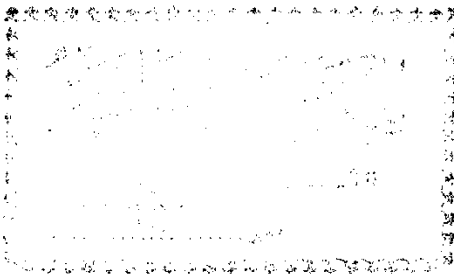
حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”حادی الأرواح“ (ص: ۱۷۹، ۱۸۶) میں کتاب و سنت سے بکثرت دلائل ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اور سلف صالحین رحمہم اللہ کا اجماع نقل کیا ہے کہ: ”جنتی جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔“

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان اہل جنت میں شامل کر دے۔ آمین!!

((وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ

وصحبہ وسلم تسلیما کثیراً.))

① صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۲۹۷.



دنیا اور آخرت کی حقیقت

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ
أَحَدُكُمْ أَصْبُعَهُ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمِ يَرْجِعُ؟

(مسلم)

آخرت کے مقابلے میں دنیا کی مثال ایسے ہے جیسے
کوئی تم میں سے اپنی انگلی کو دریا میں ڈبوئے پھر
دیکھے کتنی تری دریا میں سے لاتا ہے؟

انصار السنہ پبلیکیشنز لاہور

اسلامی اکادمی، الفضل مارکیٹ، 17-اردو بازار لاہور

فون: 042-7357587